بیسویں صدی کا علمی شاہکار

مولانا دوست محمد شاہد
مؤرخ احمدیت

بیسویں صدی

کا

علمی شاہکار

مولانا دوست محمد شاہد
مؤرخ احمدیت

Publisher
M. M. Tahir & Azhar Choudhry
1470 - Lloor Ste 507, Mississauga ONT
LUX Ir6, CANADA

بیسویں صدی کا علمی "شاہکار"

آغاز سخن

چمنستان علم و ادب کی سب بہاریں' رونقیں اور بزم آرائیاں افادہ اور استفادہ کے فطری اصولوں کی بدولت قائم ہیں اور ہر علمی تخلیق اور ادبی شہ پارہ' تہذیب و تمدن کے عروج و ارتقاء کی محض بنیادی اینٹ ہی نہیں' نشان منزل بھی ہے اور چراغ راہ بھی۔

ایک صاحب طرز ادیب' قادر الکلام انشاء پرداز' عالی پایہ شاعر اور بالغ نظر مفکر و متکلم کی عظیم شخصیت اپنی دقت نظر' جامعیت' ہمہ گیری اور نکتہ آفرینی کے اعتبار سے جس شان کی حامل ہوتی ہے اسی شان کے ساتھ اس کے قلم کی تاثیرات آفاق کی وسعتوں میں پھیلتی چلی جاتی ہیں۔ عوام و خواص میں اس کے نظریات کی پذیرائی ہوتی ہے۔ بے شمار دماغوں پر اسی کی حکمرانی ہوتی ہے اور اس کے محاوروں' اصطلاحوں اور صنائع بدائع کو قبول عام کی سند حاصل ہوتی ہے۔ اور اس کا فکری اور علمی ورثہ متاخرین کے لئے سرمایہ حیات بن جاتا ہے اور اس کا شمار انسانیت کے عظیم محسنوں میں ہوتا ہے اور یوں ایک چراغ سے ہزاروں لاکھوں چراغ روشن ہوتے چلے جاتے ہیں۔

علم و عرفان بحر ناپیدا کنار ہے اور انسانی ذہن اور دماغ افکار و خیالات کی گزرگاہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ استاذ ازل نے ترقی کے زینے سبھی کے لئے کھلے رکھے ہیں۔ اس لئے بعض اوقات تاجداران سخن کے کلام میں توارد ہو جاتا ہے جس کی بہت سی دلچسپ مثالیں تاریخ ادب میں ملتی ہیں۔ مثلاً علامہ شبلی نعمانی' میر انیس اور مرزا دبیر کے متحد المضمون مرثیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرثیہ میں میر انیس نے فخر کے ساتھ زمانہ کی ناقدری کی شکایت کی تھی۔ اس کا ایک بیت یہ ہے۔

عالم ہے مکدر کوئی دل صاف نہیں ہے
اس عہد میں سب کچھ ہے پر انصاف نہیں ہے

اسی بحر میں مرزا دبیر فرماتے ہیں۔

دل صاف ہو کس طرح کہ انصاف نہیں ہے
انصاف ہو کس طرح کہ دل صاف نہیں ہے

ذیل کے دونوں مصرعے بھی بالکل ہم مضمون ہیں۔ لیکن دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

انیس:۔ ناقہ پہ بھی کوئی نہ برابر سے گذر جائے
دبیر:۔ ناقہ پہ بیٹھ کر نہ ادھر کوئی آنے پائے

(موازنہ انیس و دبیر صفحہ ۲۸۶'۲۸۹)

جناب میر کا ایک شعر ہے۔

بہار آئی' گل پھول سر جوڑے نکلے
رہیں باغ میں کاش اس رنگ ہم تو

اسی رنگ کا ایک شعر منشی امیر مینائی کے قلم سے ملاحظہ ہو۔

فصل گل آئی ہے یوں ہم تم ملیں اے گلبدن
جیسے کلیاں نکلی ہیں شاخوں سے سر جوڑے ہوئے

(شعر الہند حصہ اول صفحہ ۳۰۴)

میر کہتے ہیں۔

دلخراشی و جگر چاکی و خوں افشانی
ہوں تو ناکام' پہ رہتے ہیں مجھے کام بہت

اسی مضمون کو امیر نے یوں باندھا ہے۔

رات دن رونا' تڑپنا' تلملانا' پیٹنا
ہیں تو ہم ناکام' پر رہتا ہے کاموں کا ہجوم

ولانا سید امجد علی صاحب اشہری کا بیان ہے۔

"ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ میں حیدر آباد میں جناب مولوی سید علی حسن خان صاحب سابق ناظم بندوبست ممالک محروسہ سرکار نظام عال رونیو ممبر کونسل ریاست اندور کے بنگلہ پر شریک جلسہ تھا۔ اس میں خدا بخشے ملا محمد عبدالقیوم صاحب مرحوم تعلقہ دار اول کے بھائی مولوی محمد عبدالحی صاحب مددگار بندوبست تشریف لائے اور شعروسخن کا ذکر نکلا۔ سب صاحب متوجہ ہو بیٹھے۔ جب اپنی اپنی باری ہو چکی تو دوسرے اساتذہ کا نمبر آیا۔ میں نے میرانیس کا یہ مطلع پڑھا۔

خود نوید زندگی لائی قضا میرے لئے
شمع کشتہ ہوں فنا میں ہے بقا میرے لئے

کیسا لاثانی مطلع ہے۔ مولانا عبدالحی صاحب نے یہ مطلع سن کر اسی مضمون کا ایک فارسی شعر پڑھا اور آخر کو خود فرمایا کہ یہ میر صاحب کو توارد ہوا ہے یا جان بوجھ کر اسی مضمون کو اپنی زبان میں ادا کر دیا ہے اور دکھایا ہے کہ جو مضمون فارسی میں بے ساختگی سے ادا نہ ہو' اس کو اردو میں یوں ادا کرتے ہیں۔"

(حیات انیس صفحہ ۲۶۱ مطبوعہ مطبع آگرہ اخبار "آگرہ")

مشاہیر سخن کے کلام میں توارد ان کی بدیہہ گوئی' برجستگی' فصاحت و بلاغت اور قادر الکلامی کا پتہ دیتی ہے۔ اسی لئے اہل زبان خاص اہتمام سے اس کا تذکرہ کرتے آ رہے ہیں اور دور قدیم و جدید کے مشہور یکتائے فن کی نگارشات کا باہم موازنہ و مقابلہ ادب کا گل سرسبد تسلیم کیا گیا ہے۔ اس میدان میں علمی جوہر دکھلانے والوں کا نام محسنین ادب کی حیثیت سے نہایت درجہ اعزاز و اکرام کا مستحق ہے اور آنے والی نسلیں ان پر ہمیشہ فخر کریں گی۔

اس کے برعکس اصناف سخن کی ایک انوکھی اور عجیب و غریب نوع بالخصوص

موجودہ زمانہ کی اختراع ہے' جس کا منظر عام پر لانا وقت کا اہم ترین تقاضا ہے اور وہ یہ ہے کہ اہل قلم حضرات بانی سلسلہ احمدیہ کے کلام منظوم اور کلام منثور سے استفادہ کرتے ہیں اور اسے لفظاً لفظاً یا معمولی تغیر کے ساتھ اپنی طرف یا کسی اور شخصیت کی طرف منسوب کرکے پھیلا رہے ہیں۔ یہ رجحان روز بروز جس کثرت سے بڑھ رہا ہے۔ صفحہ ہستی پر اس کی کوئی مثال اس سے قبل نہیں ملتی۔

اس نوع جدید کے موجدوں اور خوشہ چینوں میں شعرائے عظام' مفتیان کرام' مقتدر صحافی' پیران طریقت' نامور مناظر اور منبر و محراب کے مسند نشین' شعلہ نوا خطیب' نامور ماہرین تعلیم اور شہرت یافتہ قانون دان اور وکلاء غرض کہ ہر مکتب خیال سے تعلق اور شغف رکھنے والی چالیس معزز اور محترم شخصیات شامل ہیں۔ یہ دلچسپ سلسلہ برصغیر سے نکل کر بعض بیرونی ممالک تک جا پہنچا ہے اور پر لطف بات یہ ہے کہ بانی احمدیت کی تصانیف پر تنقید اور ان کی ضبطی کے مطالبات بھی مدتوں سے برابر جاری ہیں۔

اشاعت علم و ادب کے اسی انداز فکر کو ہم نے **بیسویں صدی کے علمی شاہکار** سے موسوم کیا ہے اور آئندہ اوراق میں اس کی حیرت انگیز تفصیلات اور جزئیات پر روشنی ڈالی جا رہی ہے۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا بلند پایہ لٹریچر اردو' عربی اور فارسی کی اٹھاسی (۸۸) تالیفات پر مشتمل ہے۔ نیز آپ کے اشتہارات' مکتوبات اور ملفوظات کا بیش بہا ذخیرہ اس کے علاوہ ہے۔ جن اکابر ملت نے آپ کی گراں مایہ کتب کو خراج تحسین ادا کیا ہے ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔

امام الہند مولانا ابو الکلام صاحب آزاد' مرزا حیرت دہلوی صاحب' مولانا محبوب عالم صاحب ایڈیٹر پیسہ اخبار' پروفیسر سید عبد القادر صاحب مورخ اسلام' مصور فطرت خواجہ حسن نظامی صاحب' مولانا عبد الماجد صاحب دریا آبادی مدیر صدق' مولانا نیاز فتح پوری' مولانا شجاع اللہ خان مدیر ملت' مولانا سید حبیب صاحب مدیر سیاست۔

ماہ دسمبر ۱۹۱۳ء میں آل انڈیا محمڈن اینگلو اور ینٹیل ایجوکیشنل کانفرنس کا ستائیسواں اجلاس آگرہ میں منعقد ہوا۔ خواجہ غلام الثقلین نے اپنے خطبہ صدارت میں خاص طور پر ان مشاہیر کا ذکر کیا جنھوں نے اردو کی ترقی میں نمایاں حصہ لیا۔ اس ضمن میں آپ نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو ان مایہ ناز ہستیوں کی صف میں شمار کیا جن کو آج اردو زبان میں بطور سند پیش کیا جاتا ہے۔ مثلاً پروفیسر آزاد' مولانا حالی' سرسید احمد خاں' داغ' امیر' جلال لکھنوی۔

(دیکھئے رپورٹ اجلاس مذکور صفحہ ۷۶)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا پیدا کردہ لٹریچر زبردست جامعیت کا حامل ہے اور ہر دور کے پیش آمدہ مسائل میں اس سے رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے اور بے شمار مضامین وعلوم بیج کے طور پر اس میں موجود ہیں۔

موجودہ تحقیق کے مطابق آپ کے لٹریچر سے جن مضامین کی خوشہ چینی کی گئی ہے وہ اصولی اعتبار سے مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت آتے ہیں۔

حمد باری تعالیٰ

عظمت قرآن مجید

شان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

تصوف

اخلاقیات

فلسفہ احکام شریعت

علم الارواح

علم مکاشفہ

اظہار خیال کے دو طریق ہیں۔ تحریر اور تقریر۔ تحریر شعر و سخن اور نثر نگاری دونوں سے عبارت ہے اور دونوں کو ہی بے حوالہ زیب قرطاس کیا گیا ہے۔

باب اول

کلام منظوم سے اکتساب فیض

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے ہمعصر ممتاز شعراء میں سے بعض کے نام یہ ہیں:۔
نجم الدولہ اسد اللہ خان غالب، مومن خان مومن، میر ببر علی انیس، مرزا سلامت علی دبیر، منشی امیر احمد امیر مینائی، فصیح الملک نواب مرزا خاں داغ، خواجہ الطاف حسین حالی، سید اکبر حسین اکبر آلہ آبادی، ریاض احمد ریاض، سید علی نقی صفی لکھنوی اور فصاحت جنگ جلیل حسن جلیل۔

آپ کے مریدوں میں منشی امیر مینائی کے تلمیذ خاص حضرت حافظ سید مختار احمد صاحب[1] مختار شاہجہانپوری، فردوسیٔ ہند علامہ حکیم مولانا حضرت عبید اللہ صاحب بسمل مولف "ارجح المطالب فی مناقب علی ابن ابی طالب" حضرت میر ناصر نواب صاحب دہلوی (نبیرہ حضرت خواجہ میر درد) علی برادران کے برادر اکبر حضرت خان ذوالفقار علی خان گوہر[2] حضرت منشی قاسم علی خان صاحب رامپوری، حضرت محمد نواب خان ثاقب مالیرکوٹلوی اور ابوالبرکات حضرت مولانا غلام رسول صاحب قدسی جیسے شیوا بیان نغزگو اور مایہ ناز شعراء بھی شامل تھے۔

---

[1] مولانا حسرت موہانی نے اردوئے معلی کانپور (ماہ جولائی اگست ۱۹۲۷ء) کے صفحہ ۲۰ پر آپ کا نام نامی امیر مینائی کے خصوصی شاگردان میں لکھا ہے۔

[2] پاکستان کے مایہ ناز ادیب اور مفکر جناب عاشق حسین بٹالوی کا بیان ہے۔ "مولانا ذوالفقار علی گوہر شاعری میں داغ کے شاگرد تھے اور ہمیشہ اپنے استاد کا ذکر بڑی محبت اور عزت سے کرتے تھے۔ داغ کم و بیش چوبیس سال رام پور میں رہے۔ گوہر کا وطن بھی رام پور تھا اس لئے انہیں داغ کی بے شمار باتیں یاد تھیں" (چند یادیں چند تاثرات صفحہ ۱۲۹) مورخ پاکستان مولانا سید رئیس احمد جعفری نے اپنی کتاب "دید و شنید" صفحہ ۴۶۲-۴۶۵ میں حضرت گوہر کی بلند پایہ شخصیت کا خاص احترام سے تذکرہ کیا ہے اور ان کی شاعرانہ عظمتوں کو خراج تحسین ادا کیا ہے۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو مشق سخن کے آغاز ہی سے تلمذ کسی سے نہ تھا۔ دعویٰ سے قبل آپ کا تخلص فرخ تھا جسے آپ نے بعد کو ترک کر دیا۔ آپ نے اصطلاحی معنوں میں کبھی اپنے تئیں شاعر کہلانا گوارا نہیں کیا اور نہ شعر گوئی کو بطور فن اختیار فرمایا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

کچھ شعرو شاعری سے اپنا نہیں تعلق
اس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدعا یہی ہے

نیز لکھتے ہیں:۔

"کوئی شاعری دکھلانا منظور نہیں اور نہ میں یہ نام اپنے لئے پسند کرتا ہوں........ اصل مطلب امر حق کو دلوں میں ڈالنا ہے۔ شاعری سے کچھ تعلق نہیں ہے۔"

آپ کا روح پرور شعری کلام اردو' فارسی اور عربی زبان میں ہے۔ آپ نے شعرو سخن کی بنیاد خالص دینی و روحانی اقدار پر رکھی جس نے دنیا بھر کے لاکھوں اذہان و قلوب کو متاثر کیا۔ برصغیر پاک و ہند کے مشہور دانشور خواجہ عبدالرشید "تذکرہ شعرائے پنجاب" میں رقمطراز ہیں کہ:۔

میرزا غلام احمد قادیانی

"او در دھی کہ باسم قادیان معروف و در شہر معروف گورداسپور واقع است بدنیا آمدند سال تولدوی ۱۸۳۵ است۔ از زمان کودکی نسبت بہ دین مبین اسلام علاقمند بودو مطالعات عمیقی را در پیرامون این مذہب آغاز نمود۔ در آں زمان ھندوھا و مسیحی ھا و نصرانی ھا بر علیہ السلام تبلیغ نمودہ مردم را از جادہ حق منحرف می گردانیدند میرزا مذکور در جواب تبلغات ضد اسلامی قیام نمودہ و باد

لاابلی بسیار محکم و قاطع دشمنان اسلام را شکست داد تعداد تصنیفات وی
در حدود هشتاد جلد است۔ ذوق شعری هم داشت و کتابی باسم در ثمین
بزبان فارسی چاپ کرد در زیر انتخابی از آن کتاب داده شده است:

بر آن سرم که سر و جان فدای تو بکنم　　که جان بیار سپردن حقیقت یاری است
هیچ آگہی نبود زعشق و وفا مرا　　خود ریختی متاع[1] محبت بدامنم
فصل بہار و موسم گل نایدم بکار　　کاندر خیال روئی تو هردم بگلشنم
در کوئی تو اگر سر عشاق را زنند　　اول کسی که لاف تعشق زند منم
ذره را تو بیک جلوه کنی چوں خورشید　　ای بسا خاک که چوں مه تاباں کردی
هوشمنداں جهاں را تو کنی دیوانه　　ای بسا خانه فطنت که تو ویراں کردی
تانه دیوانه شدم هوش نیامد بسرم　　ای جنوں گرد تو گردم که چه احساں کردی

نعت

در دلم جوشد ثنائی سروری　　آنکه در خوبی ندارد همسری
آنکه در جود و سخا ابر بہار　　آنکه درفیض و عطا یک خاوری
برلبش جاری زحکمت چشمه　　در دلش پراز معارف کوثری
روشنی ازوی بهر قومی رسید　　نور او رخشید برهر کشوری
منکه از حسنش همی دارم خبر　　جان فشانم گرد هد دل دیگری
یاد آن صورت مرا از خود برد　　هر زمان مستم کنداز ساغری
ختم شد برنفس پاکش هر کمال　　لاجرم شد ختم هر پیغمبری

("تذکرہ شعرائے پنجاب" صفحہ ۲۶۰، ۲۶۱۔ ناشر اقبال اکادمی کراچی نمبر ۲۹ مطبوعہ ۱۹۶۷ء)

---

[1] سہو کتابت سے یہاں متاع کی بجائے مقام لکھا گیا ہے۔

(کتاب میں درج ذیل شعرائے احمدیت کا بھی تذکرہ ہے اور ان کے فارسی کلام کے عمدہ نمونے بھی دئے گئے ہیں:۔ حضرت علامہ عبید اللہ صاحب بسمل (صفحہ ۷۸) حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی قدسی (صفحہ ۲۸۹) حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ کپورتھلوی امیر جماعت احمدیہ ضلع فیصل آباد۔ صفحہ ۳۳۷)

ترجمہ:۔

میرزا غلام احمد قادیانی

آپ ایک گاؤں میں جو قادیان کے نام سے مشہور ہے اور ضلع گورداسپور میں واقع ہے پیدا ہوئے۔ آپ کا سنہ ولادت ۱۸۳۵ء ہے۔ بچپن کے زمانہ سے ہی آپ دین مبین سے گہری وابستگی رکھتے تھے اور اپنے عمیق مطالعہ کا آغاز اس مذہب کے بارہ میں کر چکے تھے۔ ان دنوں ہندو، مسیحی اور نصرانی تبلیغ کر کے لوگوں کو راہ حق سے منحرف کر رہے تھے۔ میرزا صاحب موصوف ان خلاف اسلام پروپیگنڈوں کے جواب کے لئے کمربستہ ہو گئے اور آپ نے بہت سے محکم اور قاطع دلائل سے دشمنان اسلام کو شکست دی۔ آپ کی تصانیف کی تعداد ۸۰ کے لگ بھگ ہے۔ آپ شعر گوئی کا ملکہ بھی رکھتے تھے۔ آپ نے ایک کتاب "درثمین"[1] کے نام سے فارسی زبان میں چھپوائی۔
ذیل میں اس کتاب میں سے چند منتخب اشعار دئے جاتے ہیں:۔

---

[1] ("درثمین" (اردو، فارسی، عربی) آپ کی کتاب نہیں بلکہ آپ کے منظوم کلام کا مجموعہ ہے جو آپ کے مخلصین نے آپ کی کتب سے مرتب کیا اور تین الگ الگ جلدوں میں شائع ہوا۔ علاوہ ازیں آپ کے پر معارف فارسی منظوم کلام کا ایک اور مجموعہ درمکنون کے نام سے شائع شدہ ہے جو آپ نے دعوی سے قبل زیب رقم فرمایا تھا۔)

(ترجمہ اشعار)

میں تیار ہوں کہ جان و دل تجھ پر قربان کر دوں کیونکہ جان کو محبوب کے سپرد کر دینا ہی اصل دوستی ہے۔

مجھے عشق و وفا کی کچھ بھی خبر نہ تھی۔ تو نے ہی خود محبت کی یہ دولت میرے دامن میں ڈال دی۔

فصل بہار اور پھولوں کا موسم میرے لئے بیکار ہیں کیونکہ میں ہر وقت تیرے چہرے کے خیال کی وجہ سے ایک چمن میں ہوں۔

اگر تیرے کوچہ میں عاشقوں کے سر اتارے جائیں تو سب سے پہلے جو عشق کا دعویٰ کرے گا وہ میں ہوں گا۔

(اے محبت!) ایک تجلی سے تو ذرہ کو سورج بنا دیتی ہے اور بہت دفعہ ہماری طرح کی خاک کو تو نے چمکتا ہوا چاند بنا دیا۔

دنیا کے عقلمندوں کو تو دیوانہ بنا دیتی ہے اور بہت سے عقلمندی کے گھروں کو تو نے ویران کر دیا۔

میں بھی جب تک دیوانہ نہ ہو گیا میرے ہوش ٹھکانے نہ ہوئے۔

اے جنون عشق! میں تجھ پر قربان۔ تو نے کتنا احسان کیا۔

نعت

میرے دل میں اس سردارؐ کی تعریف جوش مار رہی ہے جو خوبی میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتا۔

وہ جو بخشش اور سخاوت میں ابر بہار ہے اور فیض و عطا میں ایک سورج ہے۔

اس کے منہ سے حکمت کا چشمہ اور اس کے دل میں معارف سے پر ایک کوثر ہے۔ اس سے ہر قوم کو روشنی پہنچی۔ اس کا نور ہر ملک پر چمکا۔

میں جو اس کے حسن سے باخبر ہوں اس پر اپنی جان قربان کرتا ہوں جبکہ دوسرا صرف دل دیتا ہے۔

اس کی یاد مجھے بے خود بنا دیتی ہے۔ وہ ہر وقت مجھے ایک ساغر سے مست رکھتا ہے۔

اس کے پاک نفس پر ہر کمال ختم ہو گیا اس لئے اس پر پیغمبروں کا خاتمہ ہو گیا۔

ان تمہیدی کلمات کے بعد ان شخصیات کا تذکرہ کیا جاتا ہے جنہوں نے بانی سلسلہ احمدیہ کے کلام منظوم سے استفادہ فرمایا ہے:۔

۱۔ "مولانا" حافظ عطاء اللہ صاحب بریلوی خادم قرآن

تعلیم یافتہ دارالعلوم دیوبند و سہارنپور

مولانا حافظ عطاء اللہ صاحب نے "اعجاز قرآن" کے نام سے ایک مبسوط رسالہ رقم فرمایا جو ۱۹۳۷ء میں ہندوستانی کتب خانہ اردو بازار جامع مسجد دہلی نے شائع کیا۔ رسالہ کے سرورق پر نہایت جلی قلم سے یہ الفاظ درج ہیں۔

"اس رسالہ میں بحمدہ تعالیٰ دہریت، آریت، عیسائیت، بہائیت اور قادیانیت کے خیالی قلعوں کو اعجاز قرآن کی تین اقسام سے بم باری کر کے بکلی مسمار کر دیا گیا ہے"

مولانا نے "قادیانیت کے خیالی قلعے" پر بم باری کے لئے یہ دلچسپ طریق اختیار کیا کہ رسالہ کے صفحہ ۱۰۴ پر "در مدح قرآن" کے زیر عنوان حسب ذیل نظم شائع فرمائی ہے جو ۱۸۸۲ء میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ ہی کے قلم مبارک سے نکلی اور براہین احمدیہ حصہ سوم کے صفحہ ۱۸۲ پر شائع ہو چکی تھی۔

در مدح قرآں کریم

۱۔ جمال و حسن قرآں نور جان ہر مسلماں ہے   قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

۲۔ نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا — بھلا! کیونکر نہ ہو یکتا کلام پاک رحماں ہے
۳۔ بہار جاوداں پیدا ہے اس کی ہر عبارت میں — نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے
۴۔ کلام پاک یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز — اگر لو لوئے عماں ہے وگر لعل بدخشاں ہے
۵۔ خدا کے قول سے قول بشر کیونکر برابر ہو — وہاں قدرت یہاں در ماندگی فرق نمایاں ہے
۶۔ ملائک جس کی حضرت میں کریں اقرار لاعلمی — سخن میں اس کے ہمتائی کہاں مقدور انساں ہے
۷۔ بنا سکتا نہیں ہرگز بشر اک پاؤں کیڑے کا — تو پھر کیونکر بنانا نور حق کا اس پہ آساں ہے
۸۔ ارے لوگو! کرو کچھ پاس شان کبریائی کا — زباں کو تھام لو اب بھی۔ اگر کچھ بوئے ایماں ہے
۹۔ خدا کے غیر کو ہمسر بنانا سخت کفراں ہے — خدا سے کچھ ڈرو یارو! یہ کیسا کذب و بہتاں ہے
۱۰۔ اگر اقرار ہے تم کو خدا کی ذات واحد کا — تو پھر کیوں اس قدر دل میں تمہارے شرک پنہاں ہے

۱۱۔ یہ کیسے پڑ گئے دل پر تمہارے جہل کے پردے
خطا کرتے ہو باز آؤ اگر کچھ خوف یزداں ہے

("اعجاز قرآن" صفحہ ۱۰۴)

جناب مولانا صاحب نے قارئین پر اپنی جودت طبع کا سکہ جمانے کے لئے کمال ہوشیاری کے ساتھ حضور کی نظم کے ترتیب وار گیارہ اشعار نقل کئے ہیں جن میں سے شعر نمبر ۲، ۴، ۷، ۹ کے ابتدائی مصرعوں میں مندرجہ ذیل تصرفات سے کام لیا ہے:۔

تصرف شدہ مصرعہ	اصل مصرعہ
شعر ۲۔ نظر اس کی نہیں ملتی بہت کچھ غور کر دیکھا	نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
شعر ۴۔ کلام پاک یزداں کا نہیں ثانی کوئی ہرگز	کلام پاک یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
شعر ۷۔ بنا سکتا نہیں ہرگز بشر اک پاؤں کیڑے کا	بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز
شعر ۹۔ خدا کا غیر کو ہمسر بنانا سخت کفراں ہے	خدا سے غیر کو ہمتا بنانا سخت کفراں ہے

فاضل مولف نے اس پر معارف نظم کے آخری اور بارھویں شعر کے نقل کرنے سے گریز کیا ہے۔ شاید ان کی طبع نازک پر گراں ہو۔ وہ شعر یہ ہے:۔

ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو نصیحت ہے غریبانہ
کوئی جو پاک دل ہووے دل و جاں اس پہ قرباں ہے

۲۔ ابوالوفا "مولانا" ثناءاللہ صاحب امرتسری

مدیر اہل حدیث امرتسر

(ولادت جون ۱۸۶۸ء ۔ وفات ۱۵ مارچ ۱۹۴۸ء)

آپ متحدہ ہندوستان میں اہلحدیث کے ممتاز عالم' مصنف اور مناظر تھے۔ آپ کے غالی عقید تمندوں نے آپ کو "فاتح اسلام" کا لقب آپ کی زندگی میں دیا (اہلحدیث ۱۱۔ اگست ۱۹۴۴ء صفحہ ۵) اور بعد از وفات "آپ حجتہ الاسلام" اور "مسیحا" قرار دئے گئے۔

(سیرت ثنائی صفحہ ۱۴۱۴ از "مولانا" عبدالمجید خادم سوہدروی)

"مولانا" ثناءاللہ صاحب نے ۴ جنوری ۱۹۲۴ء کو لاہور کے ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے آخر میں فرمایا۔

"چونکہ میں قرآن مجید کو اپنا بلکہ جملہ انسانوں کا کامل ہدایت نامہ جانتا ہوں اس لئے اپنا اعتقاد دو شعروں میں ظاہر کر کے بعد سلام رخصت ہوتا ہوں۔

جمال و حسن قرآں نور جان ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیوں کر نہ ہو یکتا کلام پاک رحماں ہے

(فتاویٰ ثنائیہ جلد اول صفحہ ۸۶۔ ناشر ادارہ ترجمان السنہ ۷۔ ایبک روڈ لاہور)

مندرجہ بالا اشعار حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے قلم سے 1882 میں براہین احمدیہ حصہ سوم صفحہ ۱۸۲ پر چھپ چکے ہیں۔

۳۔ قاری محمد یونس صاحب رحیمی صدر اتحاد القراء فیصل آباد

قاری محمد عابد صاحب جنرل سیکرٹری اتحاد القراء فیصل آباد

۲۱۔ مئی ۱۹۸۱ء کو مرکزی جامع مسجد جناح کالونی فیصل آباد میں بعد نماز عشاء دوسری محفل قرات منعقد ہوئی۔ اس ضمن میں مندرجہ بالا علماء کرام نے ایک قد آدم پوسٹر کیا جس کی پیشانی پر حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا یہ عارفانہ شعر کمال شان دلربائی کے ساتھ چمک دمک رہا تھا۔

جمال و حسن قرآں نور جان ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

اس اشتہار کے مطابق محفل قرات کی صدارت "مولانا" تاج محمود صاحب ایڈیٹر "لولاک" نے کی۔ مہمان خصوصی "مولانا" اظہار احمد صاحب تھانوی (ریڈیو پاکستان لاہور) تھے۔ محفل میں شامل ۱۴ قراء حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں:۔

۱۔ اسوۃ القراء الشیخ محمود عبداللہ المصری جامعہ اشرفیہ لاہور
۲۔ استاذ القراء قاری محمد عمر صاحب شیخ التجوید مدرسہ عربیہ دار القراء ماڈل ٹاؤن لاہور
۳۔ شمس القراء قاری محمد صدیق صاحب مدرسہ دار العلوم فیصل آباد
۴۔ اسوۃ القراء قاری عطاء الرحمان صاحب اشرف المدارس فیصل آباد
۵۔ زینت القراء قاری محمد اشرف صاحب ناظم نشرو اشاعت اتحاد القراء
۶۔ زینت القراء قاری عبد الرحمان صاحب اسلامیہ کالج فیصل آباد
۷۔ قاری شاہد الحق صاحب (عرف گل خان) ناظم آباد فیصل آباد
۸۔ فخر القراء قاری احمد میاں صاحب تھانوی جنرل سیکرٹری اتحاد القراء
۹۔ زینت القراء قاری عبد المالک صاحب دار العلوم الاسلامیہ لاہور
۱۰۔ احسن القراء قاری محمد الیاس صاحب اشرف المدارس فیصل آباد

۱۱۔ خادم القراء قاری محمد یونس صاحب رحیمی صدر اتحاد القراء فیصل آباد
۱۲۔ شمس القراء جناب قاری محمد ابراہیم صاحب شورکوٹ
۱۳۔ فخر القراء قاری عبد الرحمن صاحب غلام محمد آباد
۱۴۔ جناب قاری محبوب عالم صاحب دار العلوم فیصل آباد
۱۵۔ استاذ القراء قاری الرحمٰن صاحب ڈیروی شیخ التجوید مدرسہ جامعہ مدینہ لاہور
۱۶۔ عمدۃ القراء قاری ادریس صاحب جامعہ مدینہ لاہور
۱۷۔ استاذ الحفاظ القراء محمد حسن صاحب مرکزی جامع جناح کالونی
۱۸۔ اشرف المدارس قاری رمضان صاحب نائب صدر اتحاد القراء
۱۹۔ عمدۃ القراء قاری محمد یوسف صاحب پچیکی
۲۰۔ عمدۃ القراء قاری صولت نواز صاحب فیصل آباد
۲۱۔ صاحبزادہ جناب قاری محمد اشرف صاحب لاہور
۲۲۔ قاری عبد الحکیم اشاعت العلوم فیصل آباد
۲۳۔ قاری محمد ارشد کاٹن ملز فیصل آباد
۲۴۔ قاری نور محمد ڈی ٹائپ کالونی فیصل آباد
۲۵۔ قاری شہاب الدین جناح کالونی فیصل آباد
۲۶۔ قاری عبد الرحیم ایوب ریسرچ فیصل آباد
۲۷۔ قاری عبد الرحمان ماڈل ٹاؤن فیصل آباد
۲۸۔ قاری عبد القیوم اشرف آباد فیصل آباد
۲۹۔ قاری محمد سلیمان جناح کالونی
۳۰۔ قاری غلام مصطفیٰ دار العلوم فیصل آباد
۳۱۔ قاری عبد الرشید دار العلوم فیصل آباد
۳۲۔ قاری محمد سلیم فیض محمدی فیصل آباد
۳۳۔ قاری عبد الرحیم دار العلوم فیصل آباد

۳۴۔ قاری عبدالجبار گلبرگ فیصل آباد

۳۵۔ قاری محمد شفیق جناح کالونی فیصل آباد

۳۶۔ قاری علی محمد گورنمنٹ کالج فیصل آباد

۳۷۔ قاری محمد نصراللہ جناح کالونی فیصل آباد

۳۸۔ قاری نثار احمد ڈی ٹائپ کالونی فیصل آباد

۳۹۔ قاری رحمت اللہ دارالعلوم فیصل آباد

۴۰۔ قاری محمد نواز دارالعلوم فیصل آباد

۴۱۔ قاری عبدالرشید دارالعلوم فیصل آباد

۴۔ جناب گنڈو زین العابدین صاحب ساکن وابمباڑی علاقہ مدارس

عرصہ ہوا "تعلیم ترجمہ القرآن" کے نام سے آپ کی طرف سے ایک مفید رسالہ چھپا۔ جس کے صفحہ ۱۲۔۱۳ میں حسب ذیل نظم شائع ہوئی۔ (عکس کیلئے [illegible])

وصف قرآن مجید

دیکھو شب قدر میں قرآن چمکتا نکلا   کیا ہی اسلام کا خورشید دل آرا نکلا

حق کے اس نور کا کوئی بھی ہمتا نکلا   نور فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلی نکلا

پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا

شرک اور کفر کی ظلمت سے تھا اندھیر مچا   ظلم و عصیاں و خباثت میں پھنسی تھی دنیا

بحر و بر بگڑے تھے اور ساری زمیں تھی مردہ   حق کی توحید کا مرجھا ہی چلا تھا پودا

ناگہاں غیب سے یہ چشمہ اصفا نکلا

دین و دنیا میں مطلوب بنی آدم ہے   سارے اسرار و دقائق کا یہ بس خاتم ہے

معرفت اور حقائق کا یم اعظم ہے   یا الٰہی تیرا قرآن ہے کہ ایک عالم ہے

جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا

طبیبوں سے ملے سب سے دوائیں پوچھیں ایسا عرفان کا نسخہ نہ ملا اور کہیں
سہ پھر لئے امریکہ و افریقہ تا چیں سب جہان چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں
مے عرفاں کا بس ایک ہی شیشہ نکلا

نہیں قرآن کی اس کون و مکاں میں تشبیہ نظم فطرت وہ اعجازی نشان میں تشبیہ
ہے نہیں اس کی کسی عظمت و شاں میں تشبیہ۔ کس سے اس نور کی ممکن ہے جہاں میں تشبیہ
وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا

اس کے ہر نکتہ میں نور الہٰی کا ظہور اس کے انوار سے مومن کا ہے سینہ معمور
اس کے جلوہ سے ہیں تاریکیاں ساری کافور ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نور
ایسا چمکا ہے کہ صدنیر بیضا نکلا

ایسے خورشید پرانوار سے جو دور رہیں وہ تو اندھوں سے بھی بدتر ہیں جو بے نور رہیں
روح مردہ ہوئی ان کی تو یہ ہم صاف کہیں زندگی ایسوں کی بس خاک ہے اس دنیا میں
جن کا اس نور کے ہوتے بھی دل اعمیٰ نکلا

جس کو اللہ کا ملنا ہو جہاں میں مطلوب وہی قرآن کو رکھتا ہے ہمیشہ محبوب
سب غذاؤں سے یہی دل کی غذا ہے مرغوب اللہ اللہ ہے یہ عرفاں کا نسخہ کیا خوب
آج تک ایسا نہ شافی کوئی نسخہ نکلا

کون کہتا ہے کہ قرآن ہے مجمل صامت اس کا ہر قول مفصل ہے وہ تبیاں نکلا
اور کہتے ہیں کہ قرآں کی سمجھ ہے مشکل اس کا ہر لفظ مفسر ہے وہ آسان نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا

(رسالہ تعلیم ترجمہ القرآن ص ۱۲۔ ۱۳ مطبوعہ مطبع کریمی تلمکھڑی مدراس)

قارئین حضرات کو یہ معلوم کر کے حیرانی ہو گی کہ اس نظم کے بیشتر مصرعے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی معرکہ آراء کتاب براہین احمدیہ حصہ سوم صفحہ ۲۷۴ (مطبوعہ ۱۸۸۲ء) سے اخذ کئے گئے ہیں۔ پوری نظم درج ذیل کی جاتی ہے تا یہ اندازہ لگایا جا سکے کہ آپ کے قلم سے نکلا ہوا کلام کس شان کا حامل ہے۔

نور فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلیٰ نکلا — پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا

حق کی توحید کا مرجھا ہی چلا تھا پودا — ناگہاں غیب سے یہ چشمہ اصفی نکلا

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے — جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا

سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں — مئے عرفاں کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا

کس سے اس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ — وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا

پہلے سمجھے تھے کہ موسیٰ کا عصا ہے فرقاں — پھر جو سوچا تو ہر اک لفظ مسیحا نکلا

ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نور — ایسا چمکا ہے کہ صد نیر بیضا نکلا

زندگی ایسوں کی کیا خاک ہے اس دنیا میں — جس کا نور کے ہوتے بھی دل اعمیٰ نکلا

جلنے سے آگے ہی یہ لوگ تو جل جاتے ہیں
جن کی ہر بات فقط جھوٹ کا پتلا نکلا

۵۔ "مولانا" صالح محمد صاحب حنفی

"خطبات الحنفیہ" پنجاب کے حنفی عالم مولانا صالح محمد صاحب مرحوم کی مشہور تالیف ہے جو شیخ سراجدین اینڈ سنز لاہور کے زیر اہتمام شائع ہو چکی ہے۔ کتاب کے صفحہ ۲۲۱ پر "بتیسواں وعظ فضائل ماہ رمضان" کے زیر عنوان حسب ذیل ۱۲ اشعار درج ہیں جن میں سے شعر نمبر ۶۔ ۷ اور ۹۔ ۱۰ کے سوا کتاب براہین احمدیہ حصہ سوم صفحہ ۲۶۸ (مطبوعہ ۱۸۸۲ء) سے کچھ تصرف کے ساتھ مستعار لئے گئے ہیں:۔

۱۔ اے عزیزو سنو کہ بے قرآں — حق کو پاتا نہیں کبھی انساں

۲۔ جن کو اس نور کی خبر ہی نہیں — ان پہ نیکی کا کچھ اثر ہی نہیں

۳۔ ہے یہ فرقاں میں اک عجیب اثر — اس سے ملتا ہے خالق اکبر

۴۔ کوئے حق میں یہ کھینچ لاتا ہے — پھر تو کیا کیا نشاں دکھاتا ہے

۵۔ دل میں ہر وقت ور بھرتا ہے — سینے کو خوب صاف کرتا ہے

۶۔ راہ نیکی کی یہ دکھاتا ہے — کجروی سے یہی بچاتا ہے

۷۔ شرک کو دل سے دور کرتا ہے کبرو نخوت کو چور کرتا ہے
۸۔ سینے میں نقش حق جماتا ہے دل سے غیر خدا اٹھاتا ہے
۹۔ بحر حکمت سے یہ کلام تمام عشق حق کا پلاتا ہے یہ جام
۱۰۔ دل کے اندھوں کی ہے دوا یہ ہی سرمہ ہے بس خدا نما یہ ہی
۱۱۔ اس کے منکر جو بات کہتے ہیں سر بسر واہیات کہتے ہیں
۱۲۔ دل سے حق کو بھلا دیا ہیہات دل کو پتھر بنا لیا ہیہات

مولانا صاحب نے اصل اشعار میں جہاں جہاں ترمیم کی ہے۔ کوثر و تسنیم میں ڈھلے ہوئے کلام کا حسن غارت ہو گیا ہے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی پوری نظم میں عیسائیوں سے خطاب ہے اور اس کے آخری چار شعر یہ ہیں:۔

اس کے منکر جو بات کہتے ہیں
یوں ہی اک واہیات کہتے ہیں
بات جب ہو کہ میرے [illegible] آئیں
میرے منہ پر وہ بات [illegible] جائیں
مجھ سے اس دلستاں کا حال سنیں
مجھ سے وہ صورت و جمال سنیں
آنکھ پھوٹی تو خیر کان سہی
نہ سہی یوں ہی امتحان سہی

۶۔ شاعر اہلحدیث "مولانا" ندیم کوموی۔ گوشہ ادب ٹوبہ ٹیک سنگھ

اخبار "تنظیم اہلحدیث" لاہور مورخہ ۳۰ جون ۱۹۶۱ء کے صفحہ اول پر جلی اور نمایاں حروف سے مولانا ندیم صاحب کی یہ نظم اشاعت پذیر ہوئی:۔ [illegible]
[illegible] 170 [illegible]

کر بیاں سب حاجتیں حاجت روا کے سامنے

ایک نہ اک دن پیش ہو گا تو قضا کے سامنے
چل نہیں سکتی کسی کی کچھ فنا کے سامنے
چھوڑنی ہو گی تجھے دنیائے فانی ایک دن
ہر کوئی مجبور ہے حکم خدا کے سامنے
مستقل رہنا ہے لازم اے بشر تجھ کو سدا
رنج و غم سوز الم فکر وبلا کے سامنے
حاجتیں پوری کریں گے کیا تری عاجز بشر
کر بیاں سب حاجتیں حاجت روا کے سامنے
چاہیئے تجھ کو مٹانا قلب سے نقش دوئی
سر جھکا لے مالک ارض و سما کے سامنے
چاہیئے نفرت بدی سے اور نیکی سے پیار
اک نہ اک دن پیش ہو گا تو خدا کے سامنے
راستی کے سامنے کب جھوٹ پھلتا ہے ندیم
قدر کیا پتھر کی لعل بے بہا کے سامنے

اخبار "تنظیم اہلحدیث" کے نگران ان دنوں "حضرت العلام" حافظ محمد عبداللہ روپڑی تھے اور مدیر حافظ عبدالرحمن امرتسری۔ مولانا ندیم کی یہ نظم تمام حلقوں میں پسند کی گئی اور اسے گہری دلچسپی سے پڑھا گیا۔ اسی اثناء میں رسالہ "الفرقان" جولائی ۱۹۶۱ء نے یہ انکشاف کر کے ادبی دنیا کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا کہ یہ پوری نظم معمولی تغیر کے ساتھ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے پر معارف کلام سے لی گئی ہے اور مقطع میں بھلا کی بجائے ندیم کا لفظ بطور تخلص شامل کر دیا گیا ہے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی اصل نظم ملاحظہ کیجئے اور شاعر "اہلحدیث" مولانا ندیم صاحب کے اس علمی و ادبی

"کارنامہ" کی داد دیجئے اور سر دھنئے۔

اک نہ اک دن پیش ہو گا تو فنا کے سامنے
چل نہیں سکتی کسی کی کچھ قضا کے سامنے
چھوڑنی ہو گی تجھے دنیائے فانی ایک دن
ہر کوئی مجبور ہے حکم خدا کے سامنے
مستقل رہنا ہے لازم اے بشر تجھ کو سدا
رنج و غم یاس والم فکر وبلا کے سامنے
بارگاہ ایزدی سے تو نہ یوں مایوس ہو
مشکلیں کیا چیز ہیں مشکل کشا کے سامنے
حاجتیں پوری کریں گے کیا تری عاجز بشر
کریاں سب حاجتیں حاجت روا کے سامنے
چاہئے تجھ کو مٹانا قلب سے نقش دوئی
سرجھکا بس مالک ارض و سما کے سامنے
چاہئے نفرت بدی سے اور نیکی سے پیار
ایک دن جانا ہے تجھ کو بھی خدا کے سامنے
راستی کے سامنے کب جھوٹ پھلتا ہے بھلا
قدر کیا پتھر کی لعل بے بہا کے سامنے

(الفضل ۱۳ جنوری ۱۹۲۸ء صفحہ ۱)

۷۔ حافظ محمد اکبر رسول آبادی فاضل علوم شرقیہ ایم۔اے

علوم عربیہ و معارف اسلامیہ

جناب حافظ محمد اکبر صاحب نے "دعا اور دل کی مراد" کے عنوان سے ایک رسالہ تصنیف کیا۔ یہ "نادر و نایاب تحفہ" اکبر اینڈ سنز کراچی نمبر ۲ کی کوشش سے زیور

طبع سے آراستہ ہوا۔ رسالہ کے صفحہ ۲۳ پر اجابت دعاء کے زیر عنوان یہ شعر درج ہے جو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی مذکورہ نظم میں موجود ہے۔

بارگاہ ایزدی سے تو نہ یوں مایوس ہو
مشکلیں کیا چیز ہیں مشکل کشا کے سامنے

جناب حافظ صاحب نے اسی رسالہ کے صفحہ ۴۷ پر حضرت بانی سلسلہ کے لخت جگر حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کا یہ شعر بھی سپرد قرطاس کیا ہے:۔

غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے
اے میرے فلسفیو! زور دعا دیکھو تو

۸۔ جناب سید نذر عباس' سید صابر حسین' سید سجاد حسین' سید امتیاز حسین'

"جاروب کش امام بارگاہ ریاض الملت" گوٹھ لعل دموضع ساہلاں بہاولپور

۵۔۶ جولائی ۱۹۸۸ء کو سرکار حضرت قائم آل محمد علیہ السلام کی زیر سرپرستی بہاول پور کے نواح میں ایک مجلس عزا برپا ہوئی۔ مجلس عزا کے لئے جو پوسٹر شائع کیا گیا اس میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا یہ شعر بھی زیب رقم تھا:۔

بارگاہ ایزدی سے تو نہ یوں مایوس ہو
مشکلیں کیا (چیز) ہیں مشکل کشا کے سامنے

اس مجلس سے جن علمائے کرام و ذاکرین عظام نے خطاب کیا ان کے نام یہ ہیں:۔

مورخ آل محمد مولانا سید نجم الحسن صاحب۔ عمدہ ذاکرین جناب عاشق حسین صاحب بی اے۔ ذاکر آل محمدؐ غلام عباس شاہ صاحب گرویزی۔ ذاکر آل محمدؐ جناب غلام شبیر صاحب بخاری۔ ذاکر آل محمدؐ جناب عطا حسین صاحب مہاجر۔

۹۔ مخدوم حکیم محمد اعظم ملتانی شاہی حکیم والی ریاست لسبیلہ بلوچستان

۱۹ جولائی ۱۹۰۳ء کا واقعہ ہے کہ مخدوم محمد اعظم صاحب نے دلی کے "مجلّہ طیبہ" کے ایڈیٹر کے نام حسب ذیل مکتوب مع اشعار کے ارسال کیا۔

"اپنے احباب و دیگر معزز ناظرین کی اشتیاق و تحریص پیدا کرانے اور طب و حکمت کی اشاعت کی طرف توجہ دلانے کے واسطہ یہ چند اشعار تیار کرائے گئے ہیں۔ امید ہے کہ آپ ان کو بھی درج رسالہ فرماویں گے اور میرے رفیق ان اشعار کو عزت کی نگاہ سے ملاحظہ فرماویں گے اور ان کو پرانی جنتری کی طرح بیکار نہیں تصور فرمائیں گے۔"

اشعار

۱۔ بکوشید اے جوانان تا بہ طب قوت شود پیدا [illegible] اندر روضہ حکمت شود پیدا

۲۔ اگر یاران کنون بر غربت این علم رحم آرید [illegible] اتفاق وخلت وآلفت شود پیدا

۳۔ بجنبید از پۓ کوشش کہ از درگاہ ربانی زبہر ناصران طب زحق نصرت شود پیدا

۴۔ اگر امروز فکر عزت طب در شمار جوشد شمار والا رتبت و عزت شود پیدا

۵۔ اگر دست عطا در نصرت این علم بکشاید ہم از بہر شما تاکہ ید قدرت شود پیدا

۶۔ زبذل مال در حکمت کسے مفلس نمے گردد خدا خود می شود ناصر اگر ہمت شود پیدا

۷۔ دوروزہ عمر خود در کار طب کوشیدا اے یاراں زصد نومیدی ویاس والم رحمت شود پیدا

۸۔ امید طب رواگردان امید تو رواگردد زصد تمیدی ویاس والم رحمت شود پیدا

۹۔ باخوان طبابت بیں کہ چون شد کار تادانی کہ از تائید طب صد چشمہ دولت شود پیدا

۱۰۔ بجواز جان و دل تاخدمتے از دست تو آید بقائے جاوداں یابی گرایں شربت شود پیدا

۱۱۔ بمفت این اجر نصرت راد ہندت اے اخی ورنہ قضائے آسمان ست این بہر حالت شود پیدا

۱۲۔ کریما صد کرم کن بر کسی کو ناصر طب ہست بلائے ادبگر و ان گر گہی آفت شود پیدا

۱۳۔ چنان خوش دار او را اے خدائے قادر مطلق کہ در ہر کاروبار حال او فرحت شود پیدا

۱۴۔ ہمی بینم کو درد ار قدیم و پاک می خواہد کہ باز آن قوت ایں علم و آن شوکت شود پیدا

"مجلّہ طیبہ" کے سرپرست حکیم محمد واصل خان صاحب سیکرٹری مدرسہ طیبہ دہلی تھے اور نگران اعلیٰ مسیح الملک حکیم حافظ محمد اجمل خاں صاحب رئیس دہلی۔ رسالہ کے ایڈیٹر نے شاہی حکیم مخدوم محمد اعظم صاحب کا مراسلہ مع طبی اشعار کے یکم اگست ۱۹۰۳ء کے شمارے میں صفحہ ۳۳، ۳۴ پر شائع کر دیا۔

حقیقت یہ ہے کہ مخدوم محمد اعظم صاحب نے یہ نظم دس سال قبل چھپنے والی کتاب "آئینہ کمالات اسلام" (مولفہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ) کی ایک نظم کو بے دردی کے ساتھ مسخ کر کے تیار کی تھی اور اپنے ہمعصر اطباء سے خراج تحسین وصول کرنے کے لئے نہایت بے ادبی کے ساتھ "اسلام" اور "دین" کے الفاظ کو "طب" وغیرہ الفاظ میں بدل ڈالا تھا۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی نظم جو کتاب کے سرورق کے صفحہ ۲ پر طبع ہوئی ۲۱ اشعار پر مشتمل ہے جن میں سے چودہ ۱۴ متعلقہ اشعار معہ ترجمہ ہدیہ قارئین کئے جاتے ہیں:۔

بکوشید اے جواناں تابدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضہ ملت شود پیدا

اے جوانو! کوشش کرو کہ دین میں قوت پیدا ہو۔ اور ملت اسلام کے باغ میں بہار اور رونق آئے۔

اگر یاراں کنوں بر غربت اسلام رحم آرید
باصحاب نبی نزد خدا نسبت شود پیدا

اے دوستو! اگر اب تم اسلام کی غربت پر رحم کرو تو خدا کے ہاں تمہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ سے مناسبت پیدا ہو جائے۔

بجنبید ازپئے کوشش کہ ازدر گاہ ربانی
زبہر ناصران دین حق نصرت شود پیدا

کوشش کے لئے حرکت میں آؤ کہ خدا کی درگاہ سے مددگاران اسلام کے لئے ضرور نصرت ظاہر ہوگی۔

اگر امروز فکر عزت دیں در شمار جوشد
شما را نیز واللہ رتبت و عزت شود پیدا

اگر آج دین کی عزت کا خیال تمہارے دل میں جوش مارے تو خدا کی قسم خود تمہارے لئے بھی عزت و مرتبت پیدا ہو جائے

اگر دست عطا در نصرت اسلام بکشاید
ہم از بہر شما ناگہ یدقدرت شود پیدا

اگر اسلام کی تائید میں تم اپنا سخاوت کا ہاتھ کھول دو تو فوراً تمہارے اپنے لئے بھی خدائی قدرت کا ہاتھ نمودار ہو جائے۔

زبذل مال درراہش کسے مفلس نمے گردو
خدا خود مے شود ناصر اگر ہمت شود پیدا

اس کی راہ میں مال خرچ کرنے سے کوئی مفلس نہیں ہو جایا کرتا اگر ہمت پیدا ہو جائے تو خدا خود ہی مددگار بن جاتا ہے۔

دو روز عمر خود درکار دیں کوشیدائے یاراں
کہ آخر ساعت رحلت بصد حسرت شود پیدا

اے دوستو! اپنی عمر کے دو دن دین کے کام میں گزار دو کہ آخر مرنے کی گھڑی سینکڑوں حسرتیں لے کر آجائے گی۔

امید دیں روا گرداں امید تو رواگردو
زصد نو میدی ویاس والم رحمت شود پیدا

تو دیں کی امید پوری کر تا کہ تیری امیدیں پوری ہوں سینکڑوں ناامیدیوں یاس

اور غم کے بعد رحمت پیدا ہو جائے گی۔

در انصار نبی بنگر کہ چوں شد کار تا دانی
کہ از تائید دیں سرچشمہ دولت شود پیدا

آنحضرت ﷺ کے انصار کی طرف دیکھ کر کس طرح انہوں نے کام کیا تاکہ تجھے پتہ لگے کہ دین کی مدد کرنے سے دولت کا منبع پیدا ہو جاتا ہے۔

بجواز جان و دل تا خدمتے ازدست تو آید
بقائے جاوداں یابی گرایں شربت شود پیدا

دل و جان سے کوشش کر تاکہ تیرے ہاتھوں سے کوئی خدمت اسلام ہو جائے اگر یہ شربت پیدا ہو جائے تو تو بقائے دوام حاصل کرلے گا۔

بہ مفت ایں اجر نصرت راد ہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمانست ایں بہر حالت شود پیدا

اے بھائی مفت میں تجھے نصرت کا یہ بدل دے رہے ہیں ورنہ یہ تو آسمانی فیصلہ ہے جو ضرور ہو کر رہے گا۔

ہمے بینم کہ دادار قدیر و پاک مے خواہد
کہ باز آں قوت اسلام و آں شوکت شود پیدا

میں تو یہ دیکھ رہا ہوں کہ قادر وقدوس خدا کا منشا یہ ہے کہ اسلام کی وہ قوت اور وہ شوکت پھر پیدا ہو جائے۔

کریما صد کرم کن بر کسے کو ناصر دین است
بلائے اوبگرداں گر گہے آفت شود پیدا

اے خداوند کریم سینکڑوں مہربانیاں اس شخص پر کر جو دین کا مددگار ہے اگر کبھی آفت آئے تو اس کی مصیبت کو ٹال دے۔

چناں خوش دار او را اے خدائے قادر مطلق
کہ در ہر کاروبار و حال او جنت شود پیدا

اے خداوند قادر مطلق اسے ایسا خوش رکھ کہ اس کی حالت اور سب کاروبار میں ایک جنت پیدا ہو جائے۔

اہل قلم و دانش حضرات دونوں نظموں کا موازنہ کر کے بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ شاہی حکیم نے کس طرح ایک نہایت روح پرور کلام میں تصرف کر کے اسے معجون مرکب اور ملغوبہ بنا ڈالا ہے۔

۱۰۔ جناب "مولانا" صوفی سید عبدالرحمٰن خان حنفی مالیر کوٹلہ

ریاست مالیر کوٹلہ کے اس حنفی بزرگ نے "تنبیہ المسلمین المعروف غیرت اسلام" کا رسالہ حمایت اسلام پریس لاہور سے شائع کیا۔ رسالہ کے سرورق پر آپ نے فرزندان توحید اور شبان اسلام میں جوش اور ولولہ پیدا کرنے کے لئے حضرت بانی سلسلہ کا حسب ذیل شعر درج کیا:۔

ہوشیار اے جواناں تابدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضہ ملت شود پیدا

۱۱۔ خطیب پاکستان "علامہ" محمد شفیع اوکاڑوی

(ولادت ۱۹۲۹ء وفات اپریل ۱۹۸۴ء)

آپ سلسلہ نقشبندیہ کے ممتاز عالم دین اور سیاسی راہنما تھے۔ پہلے جامع مسجد ساہی وال میں پھر مرکزی میمن مسجد کراچی میں فرائض خطابت بجالاتے رہے۔ مرکزی جماعت اہلسنت اور دارالعلوم حنفیہ غوثیہ کے بانی تھے اور متعدد کتابوں کے مصنف بھی۔ آپ کی مشہور کتاب "الذکر الجمیل" کی نسبت ماہنامہ "ترجمان اہل سنت" (مئی جون ۱۹۷۴ء) کے آخری صفحہ پر لکھا ہے کہ یہ کتاب خصوصاً پڑھے لکھے لوگوں واعظوں اور عاشقان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سرمایہ اور سکون قلب ہے۔ اس کتاب کا ہر مسلمان کے پاس ہونا ضروری ہے۔

علامہ اوکاڑوی نے اسی کتاب کے صفحہ ۱۰۴ پر عشق رسول میں ڈوبے ہوئے ایک شعر کو جو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی کتاب براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۵۲۸ میں شائع شدہ ہے۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال کی طرف منسوب کر کے نقل کر دیا ہے حالانکہ شاعر مشرق علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب ۳ ذی قعدہ ۱۲۹۴ ہجری مطابق ۹ نومبر ۱۸۷۷ء کو پیدا ہوئے اور براہین احمدیہ حصہ چہارم ۱۸۸۴ء میں منظر عام پر آئی۔ بہرحال اصل شعر یہ ہے۔

مصطفیٰ آئینہ روئے خداست
منعکس درو ے ہمہ خوئے خداست

۱۲۔ "علامہ" پیر محمدؒ کرم شاہ صاحب ایم اے آنرز (الازہر)
سجادہ نشین بھیرہ

(ولادت ۲۱ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ مطابق یکم جولائی ۱۹۱۸ء وفات ۷ اپریل ۱۹۹۸ء)

آپ "پیر طریقت" اور "رہبر شریعت" کہلاتے تھے۔ ملتان کے شہرہ آفاق صوفی حضرت بہاء الحق والدین ابو محمدؒ زکریا سہروردی کی نسل میں سے تھے۔ آپ کی تصانیف میں سے تفسیر ضیاء القرآن سنی حلقوں میں بہت مقبول ہے۔ ۱۹۷۱ء میں آپ نے لاہور سے ماہنامہ "ضیائے حرم" جاری کیا۔ ۱۹۸۰ء سے آپ وفاقی شرعی عدالت کے جج کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ بعد ازاں سپریم کورٹ اپیلنٹ شریعت بینچ کے جج بنے اور مارچ ۱۹۹۸ء میں سبکدوش ہوئے۔ آپ کچھ عرصہ جمیعہ العلمائے پاکستان کے سینئر نائب صدر رہے۔ انہیں حکومت مصر نے اپنے قومی اعزاز "نواط الامتیاز" اور "حکومت پاکستان نے "ستارہ امتیاز" سے نوازا۔

آپ کے رسم چہلم پر "مولانا" طاہر القادری صاحب نے کہا:۔

"پیر محمد کرم شاہ عصر حاضر کے مجدد اور مجتہد تھے۔"

(اخبار آزاد لاہور ۱۹ مئی ۱۹۹۸ء۔ نوائے وقت ۱۸ مئی ۱۹۹۸ء)

علامہ نے رسالہ "ضیائے حرم" (اپریل ۱۹۷۲ء) کے صفحہ ۲۷ پر "ہدیہ نعت" کے زیر عنوان درج ذیل فارسی نظم سپرد اشاعت فرمائی۔

جان ودلم فدائے جمال محمد است خاکم نثار کوچہ آل محمد است

دیدم بعین قلب و شنیدم بگوش ہوش در ہر مکاں ندائے جمال محمد است

ایں چشمہ رواں کہ بخلق خدا دہم یک قطرہ ز بحر کمال محمد است

ایں آتشم ز آتش مہر محمدی ست

ویں آب من ز آب زلال محمد است

(ترجمہ) میری جان اور دل محمدؐ کے جمال پر فدا ہیں اور میری خاک آل محمدؐ کے کوچے پر قربان ہے۔ میں نے دل کی آنکھوں سے دیکھا اور عقل کے کانوں سے سنا ہر جگہ محمدؐ کے جمال کا شہرہ ہے۔ معارف کا یہ دریائے رواں جو میں مخلوق خدا کو دے رہا ہوں یہ محمدؐ کے کمالات کے سمندر میں سے ایک قطرہ ہے۔ یہ میری آگ عشق محمدؐ کی آگ کا ایک حصہ ہے اور میرا یہ پانی محمدؐ کے مصفا پانی میں سے لیا گیا ہے۔

یہ موجب مسرت ہے کہ رسالہ "ضیائے حرم" نے یہ نعتیہ کلام نہایت جلی اور نفیس قلم سے شائع کیا مگر یہ بتانے کی زحمت گوارا نہیں فرمائی کہ بارگاہ نبویؐ میں عقیدت کا یہ حسین و جمیل گلدستہ پیش کرنے کی سعادت کیسے نصیب ہوئی ہے؟

راقم الحروف کی تحقیق کے مطابق یہ نظم پہلی بار ایک سو تیرہ ۱۱۳ برس پیشتر ضمیمہ اخبار "ریاض ہند" امرتسر مورخہ یکم مارچ ۱۸۸۶ء کے صفحہ ۱۴۵ میں چھپی اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے قلم مبارک سے نکلی۔ "ریاض ہند" کے اس یادگار پرچہ کی نقل مطابق اصل آپ کی تالیف "آئینہ کمالات اسلام" (مطبوعہ ۱۸۹۳ء) میں بھی شائع شدہ ہے۔ علاوہ ازیں "تاریخ احمدیت" جلد نہم صفحہ ۴۸۰ پر اس کا فوٹو بھی چھپ چکا ہے۔ جو صاحب چاہیں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

۱۳۔ نواب میر عثمان علی صاحب نظام حیدر آباد دکن

(ولادت ۱۸۸۴ء۔ وفات ۱۹۶۷ء)

حیدر آباد دکن کے آصفیہ خاندان کے آخری تاجدار!! جو ۲۸ اگست ۱۹۱۱ء کو مسند آرائے سلطنت ہوئے۔ ان کے عہد میں ریاست نے زبردست ترقی کی۔ ۱۷ ستمبر ۱۹۴۸ء کو بھارت نے حملہ کر کے یہ سلطنت ختم کر دی۔ آپ فارسی اور اردو کے شاعر تھے۔ نظامی ٹرسٹ حیدر آباد نے ان کا دیوان شائع کیا جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ بالا اشعار بھی شامل ہیں جنہیں نواب صاحب مرحوم نے اپنی طرف منسوب کر لیا ہے۔

(اخبار بدر قادیان ۷ ۲ مئی ۱۹۸۲ء صفحہ ۱۳۔ تحریر مولوی حمید الدین صاحب شمس مرحوم مبلغ انچارج حیدر آباد دکن)

۱۴۔ "مولانا" سید محمود احمد صاحب رضوی

(ولادت ۱۹۲۴ء۔ وفات ۱۴ اکتوبر ۱۹۹۹ء)

اسلامی انسائیکلوپیڈیا اردو کے مدیر سید قاسم محمود نے لکھا ہے کہ آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام تک پہنچتا ہے مرکزی دار العلوم حزب الاحناف کے منتظم اور ماہنامہ رضوان کے ایڈیٹر اور کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ آپ کا شمار جمعیت علماء پاکستان (نیازی) کے چوٹی کے رہنماؤں میں ہوتا ہے۔ جمیعہ کے بعض رہنماؤں نے آپ کی وفات پر بیان دیا کہ "آپ تحریک ختم نبوت کے عظیم مجاہد تھے۔"

(اخبار "دن" لاہور یکم نومبر ۱۹۹۹ء صفحہ ۶)

آپ نے حضرات خلفاء راشدین کے فضائل و مناقب اور دینی و ملی خدمات پر "شان صحابہ" کے نام سے ایک پر از معلومات کتاب تصنیف کی جو "مکتبہ رضوان" (گنج بخش روڈ لاہور) کے زیر اہتمام شائع ہوئی۔ اس کتاب کے آخری سرورق پر بھی رسالہ

"ضیائے حرم" کا مطبوعہ ہدیہ نعت پوری شان اور آب و تاب
کے ساتھ موجود ہے۔ ([illegible] 173، 174 [illegible])

۱۵۔ جناب شاہد وقار صاحب ایڈیٹر قائد۔ اسلام آباد

آپ نے رسالہ قائد (فلسطین نمبر) کے صفحہ اول پر حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا درج ذیل مشہور شعر آپ کا نام دیئے بغیر حوالہ قرطاس کیا ہے۔

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

یہ شعر آپ کی کتاب "ازالہ اوہام" حصہ اول صفحہ ۱۷۶ مطبوعہ ۱۸۹۱ء میں موجود ہے اور اس کا اردو ترجمہ یہ ہے کہ خدا کے بعد میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں سرشار ہوں۔ اگر یہی کفر ہے تو بخدا میں سخت کافر ہوں۔

۱۶۔ مولانا پیر عبدالقیوم صاحب نقشبندی مجددی لہوگردی زاہد آبادی

آپ پیر غوث محمد ابن شاہ ولی اللہ نقشبندی کے خلیفہ مجاز تھے اور "عالم ربانی" اور "عارف یزدانی" کے القاب سے یاد کئے جاتے تھے۔ کتاب "السیف الصارم" (فارسی) آپ کی یادگار ہے۔ یہ کتاب محرم الحرام ۱۳۴۹ھ مطابق مئی جون ۱۹۳۰ء میں امرتسر کے "نذیر پرنٹنگ پریس" میں طبع ہوئی۔ آپ کے مرشد پیر غوث محمد مجددی کا اجازت نامہ بھی اس کے سرورق کی زینت ہے۔ ([illegible] 174 [illegible])

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے فارسی کلام کو کتنی بے پناہ قبولیت حاصل ہوئی۔ یہ رسالہ اس کا منہ بولتا ثبوت ہے کیونکہ اس میں نہایت کثرت سے آپ کے فارسی اشعار نقل کئے گئے ہیں اور یہ سلسلہ کئی صفحات پر محیط ہے۔ ذیل میں اس اجمال کی تفصیل عرض کی جاتی ہے۔ اصل کتاب میں اشعار کا ترجمہ موجود نہیں اس کا اضافہ قارئین کی

سہولت کے لئے کیا گیا ہے نیزان کے ماخذ کی بھی نشاندہی کی گئی ہے۔

صفحہ ۳۵

عجب نوریست در جان محمد
عجب لعلیست در کان محمد

محمدؐ کی جان میں ایک عجیب نور ہے محمدؐ کی کان میں ایک عجیب و غریب لعل ہے۔

ز ظلمت ہا دلے آنگہ شود صاف
کہ گردو از محبان محمد

اس وقت ظلمتوں سے پاک ہوتا ہے جب وہ محمدؐ کے دوستوں میں داخل ہو جاتا ہے۔

عجب دارم دل آں ناکساں را
کہ رو تابند از خوان محمد

میں ان نالائقوں کے دلوں پر تعجب کرتا ہوں جو محمدؐ کے دستر خوان سے منہ پھیرتے ہیں۔

ندانم ہیچ نفسے در دو عالم
کہ وارد شوکت و شان محمد

دونوں جہان میں میں کسی شخص کو نہیں جانتا جو محمدؐ کی شان و شوکت رکھتا ہو۔

خدا زاں سینہ بیزار ست صدبار
کہ ہست از کینہ داران محمد

خدا اس شخص سے سخت بیزار ہے جو محمدؐ سے کینہ رکھتا ہو۔

خدا خود سوزد آں کرم دنی را
کہ باشد از عدوان محمد

خدا خود اس ذلیل کیڑے کو جلا دیتا ہے جو محمدؐ کے دشمنوں میں سے ہو۔

اگر خواہی نجات از مستی نفس!

بیا در ذیل مستان محمد

اگر تو نفس کی بدمستیوں سے نجات چاہتا ہے تو محمدؐ کے مستانوں میں سے ہو جا۔

اگر خواہی کہ حق گوید ثنایت

بشو از دل ثنا خوان محمد

اگر تو چاہتا ہے کہ خدا تیری تعریف کرے تو یہ دل سے محمد ﷺ کا مدح خواں بن جا۔

اگر خواہی دلیلے عاشقش باش

محمد ہست برہان محمد

اگر تو اس کی سچائی کی دلیل چاہتا ہے تو اس کا عاشق بن جا کیونکہ محمد ﷺ ہی خود محمد کی دلیل ہے۔

سرے دارم فدائے خاک احمد

دلم ہر وقت قربان محمد

میرا سر احمد ﷺ کی خاک پاک پر نثار ہے اور میرا دل ہر وقت محمد ﷺ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر قربان رہتا ہے۔

بگیسوئے رسول اللہ کہ ہستم

نثار روئے تابان محمد

رسول اللہ کی زلفوں کی قسم کہ میں محمد ﷺ کے نورانی چہرے پر فدا ہوں۔

دریں رہ گر کشندم ور بسوزند

نتابم رو ز ایوان محمد

اس راہ میں اگر مجھے قتل کر دیا جائے یا جلا دیا جائے پھر بھی میں محمدؐ کی بارگاہ سے منہ نہیں پھیروں گا۔

بکار دیں نترسم از جہانے
کہ دارم رنگ ایمان محمد

دین کے معاملہ میں سارے جہان سے بھی نہیں ڈرتا کہ مجھ میں محمد ﷺ کے ایمان کا رنگ ہے۔

بسے سہلست از دنیا بریدن
بیاد حسن و احسان محمد

دنیا سے قطع تعلق کرنا نہایت آسان ہے محمد ﷺ کے حسن واحسان کو یاد کر کے۔

فداشد در رہش ہر ذرہ من
کہ دیدم حسن پنہان محمد

اس کی راہ میں میرا ہر ذرہ قربان ہے کیونکہ میں نے محمد ﷺ کا مخفی حسن دیکھ لیا ہے۔

دگر استاد را نامے ندانم
کہ خواندم در دبستان محمد

میں اور کسی استاد کا نام نہیں جانتا میں تو صرف محمد ﷺ کے مدرسے کا پڑھا ہوا ہوں۔

بدیگر دلبرے کارے ندارم
کہ ہستم کشتہ آن محمد

اور کسی محبوب سے مجھے واسطہ نہیں کہ میں تو محمد ﷺ کے ناز و ادا کا مقتول ہوں۔

مرا آں گوشہ چشمے باید
نخواہم جز گلستان محمد

مجھے تو اسی آنکھ کی نظر مہر درکار ہے میں محمد ﷺ کے باغ کے سوا اور کچھ نہیں

چاہتا۔

دل زارم بہ پہلویم مجوئید
کہ بستیمش بدامان محمد

میرے زخمی دل کو میرے پہلو میں تلاش نہ کرو کہ اسے تو ہم نے محمد ﷺ کے دامن سے باندھ دیا ہے۔

من آں خوش مرغ از مرغان قدسم
کہ دارد جا بہ بستان محمد

طائران قدس میں سے وہ اعلیٰ پرندہ ہوں جو محمد ﷺ کے باغ میں بسیرا رکھتا ہے۔

تو جانِ مامنور کر دی از عشق
فدایت جانم اے جان محمد

تو نے عشق کی وجہ سے ہماری جان کو روشن کر دیا اے محمد ﷺ تجھ پر میری جان فدا ہو۔

دریغا گر دہم صد جاں دریں راہ
نباشد نیز شایان محمد

اگر اس راہ میں سو جان سے قربان ہو جاؤں تو بھی افسوس رہے گا کہ یہ محمد ﷺ کی شان کے شایان نہیں۔

چہ ہیبت ہا بداوند ایں جواں را
کہ ناید کس بہ میدان محمد

اس جوان کو کس قدر رعب دیا گیا ہے کہ محمد ﷺ کے میدان میں کوئی بھی (مقابلہ) پر نہیں آتا۔

الا اے دشمن نادان و بے راہ
بترس از تیغ بران محمد

اے نادان اور گمراہ دشمن تیار ہو جا اور محمد ﷺ کی کاٹنے والی تلوار سے ڈر۔

رہ مولیٰ کہ گم کردند مردم
بجو در آل و اعوان محمد

خدا کے اس راستہ کو جسے لوگوں نے بھلا دیا ہے تو محمد ﷺ کے آل اور انصار میں ڈھونڈھ۔

الا اے منکر از شان محمد
ہم از نور نمایان محمد

خبردار ہو جا اے وہ شخص جو محمد ﷺ کی شان نیز محمد ﷺ کے چمکتے ہوئے نور کا منکر ہے۔

کرامت گرچہ بے نام و نشان است
بیا بنگر ز غلمان محمد

اگرچہ کرامت اب مفقود ہے۔ مگر تو آ اور اسے محمد ﷺ کے غلاموں میں دیکھ لے۔

(آئینہ کمالات اسلام آخری صفحات مطبوعہ ۱۸۹۳ء)

صفحہ ۱۱۶۔ عنوان "فریاد اہل اسلام"

دردا کہ حسن صورت فرقاں عیاں نماند
آں خود عیاں بگر اثر عارفاں نماند

افسوس قرآن کے چہرہ کی خوبصورتی ظاہر نہ رہی مگر واقعہ یہ ہے کہ وہ خود تو ظاہر ہے لیکن اس کے قدر شناس نہ رہے۔

مردم طلب کنند کہ اعجاز آں کجاست
صد درد و صد دریغ کہ اعجاز داں نماند

لوگ پوچھتے ہیں کہ اس کا اعجاز کہاں گیا (اعجاز تو ہے) لیکن سخت رنج اس کا ہے کہ کوئی اعجاز داں نہیں رہا۔

بینم کہ ہر یکے بہ غم نفس مبتلاست
کس راغم اشاعت فرقاں بجاں نماند

میں دیکھتا ہوں کہ ہر شخص اپنے ذاتی تفکرات میں مبتلا ہے۔ کسی کو بھی قرآن کی اشاعت کا فکر نہیں۔

جانم کباب شد زغم ایں کتاب پاک
چنداں بسوختم کہ خود امید جاں نماند

اس کتاب کے غم میں میری جان کباب ہو گئی اور میں اس قدر جل گیا ہوں کہ بچنے کی کوئی امید نہیں۔

صد بار رقص ہا کنم از خرمی اگر
بینم کہ حسن دلکش فرقاں نہاں نماند

میں خوشی کے مارے سینکڑوں دفعہ رقص کروں۔ اگر یہ دیکھ لوں کہ قرآن کا دل کش جمال پوشیدہ نہیں رہا۔

یارب چہ بہر من غم فرقاں مقدر است
یا خود دریں زمانہ کسے رازاں نماند

اے رب کیا میری تقدیر میں فرمان کے لئے غم کھانا لکھا ہے یا اس زمانے میں میرے سوا اور کوئی واقف حقیقت ہی نہیں۔

دیدم کہ زاہداں فرقاں گذاشتند
ناچار در دلم اثر مہرشاں نماند

میں نے دیکھا کہ زاہدوں نے قرآن کا راستہ چھوڑ دیا ہے اس لئے میرے دل میں بھی ان کی محبت کا نشان باقی رہا۔

امروز گر دل از پئے قرآں نسوزدت
عذرے دگر ترا بجناب یگاں نماند

اگر آج کے دن تیرا دل قرآن کے لئے نہیں جلتا تو پھر خدا کی درگاہ میں تیرا کوئی عذر باقی نہیں رہا۔

بگذار ورد مثنوی و شغل غزل و شعر
ایں خود چہ چیز ہست اگر قدر آں نماند

مثنوی کے ورد اور شعر و غزل کے مشغلہ کو چھوڑ یہ چیزیں کیا حقیقت رکھتی ہیں اگر قرآن ہی کی قدر نہ رہی۔

در خادماں نشینی و صد نازے کنی
آں راکہ سیداست کس از خادماں نماند

تو نوکروں میں بیٹھ کر سینکڑوں ناز نخرے کرتا ہے مگر جو اصل سردار ہے اس کی خدمت کرنے والا کوئی نہیں۔

خلق از برائے شوکت دنیا چہا کنند
دردا کہ مہر کعبہ چو مہر بتاں نماند

لوگ دنیا کی شان و شوکت کے لئے کیا کیا کرتے ہیں مگر افسوس کہ کعبہ کی محبت بتوں کی محبت کے برابر بھی نہیں رہی۔

اے بے خبر بخدمت فرقاں کمر بہ بند
"زاں پیشتر کہ بانگ بر آید فلاں نماند"

اے بے خبر فرقاں کی خدمت کے لئے کمر باندھ لے اس سے پہلے کہ یہ آواز آئے کہ فلاں شخص مر گیا۔

اے خواجہ پنج روز بود لطف زندگی
کس از پئے مدام دریں خاکداں نماند

لہ سعدیؒ کا مصرعہ (مولف)

اے خواجہ! زندگی کا لطف چند دن کیلئے ہے کوئی بھی اس دنیا میں ہمیشہ نہیں رہا۔
(اشتہار اہل اسلام کی فریاد)

صفحہ ۱۱۷

از نور پاک قرآں صبح صفا دمیدہ
بر غنچہ ہائے دلہا باد صبا وزیدہ

قرآن کے پاک نور سے روشن صبح نمودار ہوگئی اور دلوں کے غنچوں پر باد صبا چلنے لگی۔

ایں روشنی ولمعاں شمس الضحیٰ ندارد
ویں دلبری و خوبی کس ور قمر ندیدہ

ایسی روشنی اور چمک تو دوپہر کے سورج میں بھی نہیں اور ایسی کشش اور حسن تو کسی چاندنی میں بھی نہیں۔

از مشرق معانی صدہا دقائق آورد
قد ہلال نازک زاں ناز کی خمیدہ

منبع حقائق سے یہ سینکڑوں حقائق اپنے ہمراہ لایا ہے۔ ہلال نازک کی کمر ان حقائق سے جھک گئی ہے۔

کیفیت علومش دانی چہ شان دارد
شہدیست آسمانی از وحی حق چکیدہ

تجھے کیا پتہ کہ اس کے علوم کی حقیقت کس شان کی ہے؟ وہ آسمانی شہد ہے جو خدا کی وحی سے ٹپکا ہے۔

روئے یقیں نہ بیند ہر گو کسے بدنیا
الا کسے کہ باشد باروئش آرمیدہ

دنیا میں کسی کو یقین کا منہ دیکھنا نصیب نہیں ہوتا۔ مگر اسی شخص کو جو اس کے منہ سے محبت رکھتا ہے۔

آنکس کہ عالمش شد شد مخزن معارف
واں بے خبر ز عالم کیں عالمے ندیدہ

جو اس کا عالم ہو گیا وہ خود معرفت کا خزانہ بن گیا اور جس نے اس عالم کو نہیں دیکھا اسے دنیا کی کچھ خبر ہی نہیں۔

باران فضل رحماں آمد بمقدم او!
بد قسمت آنکہ ازدے سوئے دگر دویدہ

رحمان کے فضل کے بارش ایسے شخص کی پیشوائی کو آتی ہے بد قسمت وہ ہے جو اسے چھوڑ کر دوسری طرف بھاگا۔

اے کان دلربائی دانم کہ از کجائی
تو نور آں خدائی کیں خلق آفریدہ

اے کان حسن میں جانتا ہوں کہ تو کس سے تعلق رکھتی ہے۔ تو اس خدا کا نور ہے جس نے یہ مخلوقات پیدا کی۔

میلم نماند باکس محبوب من توئی بس
زیراکہ زاں فغاں رس نورت بما رسیدہ

مجھے کسی سے تعلق نہ رہا اب تو ہی میرا محبوب ہے کیونکہ اس خدائے فریاد رس کی طرف سے تیرا نور ہم کو پہنچا ہے۔

(براہین احمدیہ حصہ سوم حاشیہ صفحہ ۲۷۴۔ مطبوعہ ۱۸۸۲ء)

عنوان۔ در مدح رسول اکرم محمد مصطفیٰ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

در دلم جو شد ثنائے سرورے آنکہ در خوبی ندارد ہمسرے
میرے دل میں اس سردار کی تعریف جوش مار رہی ہے جو خوبی میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتا۔
آنکہ جانش عاشق یار ازل آنکہ روحش واصل آں دلبرے
وہ جس کی جان خدائے ازلی کی عاشق ہے۔ وہ جس کی روح اس دلبر میں واصل ہے۔
آنکہ مجذوب عنایات حق است ہمچو طفلے پرور دیدہ در برے
وہ جو خدا کی مہربانیوں سے اس کی طرف کھینچا گیا ہے اور خدا کی گود میں ایک بچہ کی مانند پلا ہے۔
آنکہ در برد کرم بحر عظیم آنکہ در لطف اتم یکتا درے
وہ جو نیکی اور بزرگی میں ایک بحر عظیم ہے اور کمال خوبی میں ایک نایاب موتی ہے۔
آنکہ در جود و سخا ابر بہار آنکہ در فیض و عطا یک خاورے
وہ بخشش اور سخاوت میں ابر بہار ہے اور فیض و عطا میں ایک سورج ہے۔
آں رحیم و رحم حق را آیتے آں کریم و جود حق را مظہرے
وہ رحیم ہے اور رحمت حق کا نشان ہے۔ وہ کریم ہے اور بخشش خداوندی کا مظہر ہے۔
آں رخ فرخ کہ یک دیدار او زشت رو را می کند خوش منظرے
اس کا مبارک چہرہ ایسا ہے کہ اس کا ایک ہی جلوہ بدصورت کو حسین بنا دیتا ہے۔
آں دل روشن کہ روشن کردہ است صد درون تیرہ را چوں اخترے
وہ ایسا روشن ضمیر ہے جس نے روشن کر دیا سینکڑوں سیاہ دلوں کو ستاروں کی طرح۔
آں مبارک پے کہ آمد ذات او رحمتے زاں ذات عالم پرورے
وہ ایسا مبارک قدم ہے کہ اس کی ذات خدا تعالیٰ کی طرف سے رحمت بن کر آئی ہے۔
ازبنی آدم فزوں تر در جمال وز لالی پاک تر در گوھرے

وہ تمام بنی آدم سے بڑھ کر صاحب جمال ہے اور آب و تاب میں موتیوں سے بھی زیادہ روشن ہے۔

برلبش جاری ز حکمت چشمہ در دلش پراز معارف کوثرے

اس کے منہ سے حکمت کا چشمہ جاری ہے اور اس کے دل میں معارف سے پر ایک کوثر ہے۔

بہر حق داماں زغیرش بر فشاند ثانی اونیست در بحرو برے

خدا کے لئے اس نے ہر وجود سے اپنا دامن جھاڑ دیا۔ بحرو بر میں اس کا کوئی ثانی نہیں۔

آں چراغش داد حق کش تا ابد نے خطر نے غم زباد صرصرے

حق نے اس کو ایسا چراغ دیا ہے کہ تا ابد اسے ہوائے تند سے کوئی خوف و خطر نہیں۔

پہلوان حضرت رب جلیل برمیاں بستہ ز شوکت خنجرے

وہ خدائے جلیل کی درگاہ کا پہلوان ہے اور اس نے بڑی شان سے کمر میں خنجر باندھ رکھا ہے۔

تیر او تیزی بہر میداں نمود تیغ او ہرجا نمودہ جوہرے

اس کے تیر نے ہر میدان میں تیزی دکھائی ہے اور اس کی تلوار نے ہر جگہ اپنا جوہر ظاہر کیا ہے۔

کرد ثابت بر جہاں عجز بتاں وانمودہ زور آں یک قادرے

اس نے دنیا پر بتوں کا عجز ثابت کر دیا اور خدائے واحد کی طاقت کھول کر دکھا دی۔

تانماند بے خبر از زور حق بت ستا و بت پرست وبت گرے

تا خدائی طاقت سے بے خبر نہ رہیں' بت ستا' بت پرست اور بت گر۔

عاشق صدق و سداد وراستی دشمن کذب و فساد وہر شرے

وہ صدق سچائی اور راستی کا عاشق ہے مگر کذب' فساد اور شر کا دشمن ہے۔

خواجہ ومر عاجزاں رابندہ بادشاہ و بیکساں را چاکرے

وہ اگرچہ آقا ہے مگر کمزوروں کا غلام ہے۔ وہ بادشاہ ہے مگر بیکسوں کا چاکر ہے۔

(دیباچہ براہین احمدیہ حصہ اول صفحہ ۸ تا ۱۶ مطبوعہ ۱۸۸۰ء)

صفحہ ۱۲۵

چوں زمن آید ثنائے سرور عالی تبار　　عاجز از مدحش زمین و آسمان دہر دو دار
مجھ سے اس عالی قدر سردار کی تعریف کس طرح ہو سکے جس کی مدح سے زمین و آسمان اور دونوں جہاں عاجز ہیں۔

آں مقام قرب کو دارد بدلدار قدیم　　کس نداند شان آں از واصلان کرد گار
قرب کا وہ مقام جو وُہ محبوب ازلی کے ساتھ رکھتا ہے اس کی شان کو واصلان بارگاہ الٰہی میں سے بھی کوئی نہیں جانتا۔

آں عنایتہا کہ محبوب ازل دارد بدو　　کس بخوابے ہم ندیدہ مثل آں اندر دیار
مہربانیاں جو محبوب ازلی اس پر فرماتا رہتا ہے وہ کسی نے دنیا میں خواب میں بھی نہیں دیکھیں۔

سرور خاصان حق شاہ گروہ عاشقاں　　آنکہ روحش کرد طے ہر منزل وصل نگار
خاصان حق کا سردا اور عاشقان الٰہی کی جماعت کا بادشاہ ہے جس کی روح نے محبوب کے وصل کے ہر د جہ کو طے کرلیا ہے۔

آنکہ دارد قرب خاص اندر جناب پاک حق　　آنکہ شان اونہ فہمد کس زخاصان و کبار
وہ جو کہ جناب الٰہی میں خاص قرب رکھتا ہے وہ جس کی شان خواص اور بزرگ بھی نہیں سمجھتے۔

احمد آخر زماں کو اولیں راجائے فخر　　آخریں را مقتدا و ملجا و کہف و حصار
احمد آخر الزمان جو پہلوں کے لئے فخر کی جگہ ہے اور پچھلوں کے لئے پیشوا۔ مقام پناہ۔ جائے حفاظت اور قلعہ ہے۔

ہست درگاہ بزرگش کشتی عالم پناہ　　کس نگر دو روز محشر جز پناہش رستگار
اس کی عالی بارگاہ سارے جہاں کو پناہ دینے والی کشتی ہے۔ حشر کے دن کوئی اس کی پناہ میں آنے کے بغیر نجات نہیں پائے گا۔

از ہمہ چیزے فزوں تر در ہمہ نوع کمال   آسمانہا پیش اوج ہمت او ذرہ وار
وہ ہر قسم کے کمالات میں ہر ایک سے بڑھ کر ہے اس کی بلندی ہمت کے آگے آسمان بھی ایک ذرہ کی طرح ہیں۔
صدر بزم آسمان و حجتہ اللہ بر زمیں   ذات خالق رانشانے بس بزرگ واستوار
وہ آسمانی مجلس کا میر مجلس اور زمین پر اللہ کی حجت ہے نیز ذات باری کا عظیم الشان مضبوط نشان ہے۔
ہر رگ و تار و جودش خانہ یار ازل   ہر دم وہر ذرہ اش پر از جمال دوستدار
اس کے وجود کا ہر رگ و ریشہ خداوند ازلی کا گھر ہے۔ اس کا ہر سانس اور ہر ذرہ دوست کے جمال سے منور ہے۔
حسن روئے او بہ از صد آفتاب و ماہتاب   خاک کوئے او بہ از صد نافہ مشک تتار
اس کے چہرہ کا حسن سینکڑوں چاند اور سورج سے بہتر ہے۔ اس کے کوچہ کی خاک تاتاری مشک کے سینکڑوں نافوں سے زیادہ خوشبودار ہے۔
ہست او از عقل و فکر وہم مردم دور تر   کے مجال تا آں بحر ناپیدا کنار
وہ لوگوں کی عقل و سمجھ سے بالا تر ہے۔ فکر کی کیا مجال کہ اس ناپیدا کنار سمندر کی حد تک پہنچ سکے۔
روح او در گفتن قول بلی اول کسے   آدم توحید وپیش از آدمش پیوند یار
قول بلی کہنے میں اس کی روح سب سے اول ہے۔ وہ توحید کا آدم ہے اور آدم سے بھی پہلے یار سے اس کا تعلق تھا۔
جان خود دادن پئے خلق خدا در فطرتش   جاں نثار خستہ جاناں بیدلاں راغم گسار
مخلوق الٰہی کے لئے جان دینا اس کی فطرت میں ہے۔ وہ شکستہ دلوں کا جان نثار اور بیکسوں کا ہمدرد ہے۔
اندراں وقتیکہ دنیا پر زشکر و کفر بود   ہیچ کس راخوں نہ شدول جز دل آں شہریار
ایسے وقت میں جب کہ دنیا کفر و شکر سے بھر گئی تھی سوائے اس بادشاہ کے اور کسی کا دل

اس کے لئے غمگین نہ ہوا۔

خوشتر از دوران عشق تو نباشد ہیچ دور   خوبتر از وصف و مدح تو نباشد ہیچ کار

اے عشق کے زمانہ سے اور کوئی زمانہ زیادہ اچھا نہیں اور کوئی کام تیری مدح و ثنا سے زیادہ بہتر نہیں۔

تکیہ بر اعمالِ خود بے عشق رویت ابلہی است   غافل از رویت نہ بیند روئے نیکی زین ہار

تیرے عشق کے سوا صرف اپنے اعمال پر بھروسہ کرنا بے وقوفی ہے۔ جو تجھ سے غافل ہے وہ ہرگز نیکی کا منہ نہ دیکھے گا۔

یا نبی اللہ توئی خورشید رہ ہائے ہدیٰ   بے تو نارد رو برا ہے عارف پرہیز گار

اے نبی اللہ! تو ہی ہدایت کے راستوں کا سورج ہے۔ تیرے بغیر کوئی عارف پرہیز گار ہدایت نہیں پا سکتا۔

یا نبی اللہ لب تو چشمہ جاں پرور است   یا نبی اللہ توئی در راہ حق آموز گار

اے نبی اللہ! تیرے ہونٹ زندگی بخش چشمہ ہیں۔ اے نبی اللہ تو ہی خدا کے راستہ کا رہنما ہے۔

یا نبی اللہ فدائے ہر سر موئے تو ام   وقف راہ تو کنم گر جاں دہندم صد ہزار

اے نبی اللہ میں تیرے بال بال پر فدا ہوں۔ اگر مجھے ایک لاکھ جانیں بھی ملیں تو تیری راہ میں سب کو قربان کر دوں۔

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۳ تا ۲۹ مطبوعہ ۱۸۹۳ء)

صفحہ آخری

عیش دنیائے دوں دمے چند ست   آخرش کار با خداوند ست

اس ذلیل دنیا کا عیش چند روزہ ہے بالآخر خدا تعالیٰ سے ہی کام پڑتا ہے۔

ایں سرائے زوال و موت و فناست   ہر کو بنشت اندریں برخاست

یہ دنیا زوال، موت اور فنا کی سرائے ہے جو بھی یہاں رہا ہو آخر رخصت ہوا۔

یکدمے روبسوئے گورستان وازخموشان آں بہ پرس نشاں

تھوڑی دیر کے لئے قبرستان میں جا اور وہاں کے مردوں سے حال پوچھ۔

کہ مال حیات دنیا چیست ہر کہ پیدا شدست تا کے زیست

کہ دنیاوی زندگی کا انجام کیا ہے اور جو پیدا ہوا وہ کب تک جیا ہے۔

ترک کن کین و کبر و نازو دلال تا نہ کارت کشد بسوئے ضلال

کینہ، تکبر، فخر اور ناز چھوڑ دے تاکہ تیرا خاتمہ گمراہی پر نہ ہو۔

چوں ازیں کار گہ بہ بندی یار باز نائی دریں بلاد و دیار

جب تو اس دنیا سے اپنا سامان باندھ لے گا تو پھر ان شہروں اور ملکوں میں واپس نہیں آئے گا۔

اے ز دیں بے خبر بخور غم دیں کہ نجاتت معلق ست بدیں

اے دین سے بے خبر دین کا غم کھا۔ کیونکہ تیری نجات دین سے ہی وابستہ ہے۔

ہاں تغافل مکن ازیں غم خویش کہ ترا کار مشکل است بہ پیش

خبردار اپنے اس غم سے غفلت نہ کیجیو کیونکہ تجھے مشکل کام درپیش ہے۔

دل ازیں درد و غم نگار بکن دل چہ جاں نیز ہم نثار بکن

اپنے دل کو اس درد و غم سے زخمی کر۔ دل کیا بلکہ جان بھی قربان کر دے۔

ہست کارت ہمہ باں یک ذات چوں صبوری کنی از و ہیہات

تیرا واسطہ تو اسی ایک ذات سے ہے افسوس ہے کہ پھر اس کے بغیر کیونکر تجھے صبر آتا ہے۔

ایں جہان ست مثل مردارے چوں سگے ہر طرف طلبگارے

یہ دنیا تو مردار کی طرح ہے اور اس کے طلبگار کتوں کی طرح اسے چمٹے ہوئے ہیں۔

خنک آں مرد کو ازیں مردار روئے آرد بسوئے آں دادار

وہ شخص خوش قسمت ہے جو اس مردار سے بچ کر اپنا منہ خدا کی طرف پھیرتا ہے۔

اے رسن ہائے آز کردہ دراز زیں ہوس ہا چرا نیائی باز

اے وہ کہ جس نے لالچ کی رسیاں لمبی کر رکھی ہیں کیوں تو ان ہوش پرستیوں سے باز نہیں آتا۔

دولت عمر دم بدم بزوال تو پریشاں بفکر دولت و مال
عمر کی دولت ہر گھڑی گھاٹے میں ہے لیکن تو مال و دولت کی فکر میں پریشاں ہے۔

خویش و قوم و قبیلہ پر زدغا تو بریدہ برائے شاں زخدا
رشتہ دار قوم اور کنبہ سب دھوکے باز ہیں لیکن تو نے ان کی خاطر خدا سے تعلق توڑ رکھا ہے۔

اے خنک دیدہ کہ گریانش اے ہمایوں دلے کہ بریانش
ٹھنڈی رہے وہ آنکھ جو اس کے لئے روتی ہے مبارک ہے وہ دل جو اس کے لئے جلتا ہے۔

اے مبارک کسے کہ طالب اوست فارغ از عمر و زید بارخ دوست
بابرکت ہے وہ جو اس کا طالب ہے اور عمرو زید کے خیال سے الگ ہو کر اس کے حضور میں رہتا ہے۔

ھرکہ گیرد رہ خدائے یگاں آں خدایش بس ست در دو جہاں
جو بھی خدائے واحد کا راستہ اختیار کرے گا اس کے لئے خدا تعالیٰ دونوں جہانوں میں کافی ہے۔ (براہین احمدیہ حصہ دوم صفحہ ۱۳۰ تا ۱۳۵ مطبوعہ ۱۸۸۰ء)

۱۷۔ جناب تاج دین صاحب انصاری مدیر ترجمان احرار اسلام

"آزاد" لاہور (صفحات 121، 122 کتاب ہٰذا)

(ولادت ۱۸۹۱ء۔ وفات ۱۹۵۵ء)

جناب انصاری صاحب نے جلسہ میلاد النبی کے تعلق میں اپنے اخبار "آزاد" (۲۹ دسمبر ۱۹۵۰ء صفحہ ۲) میں "حضور سرور کونین رحمتہ للعالمین کی تشریف آوری" کے

نہایت درجہ جلی عنوان سے ایک مضمون شائع کیا جس کے راقم ایک صاحب نورالدین آف ایبٹ آباد تھے۔ اس مضمون کی تمہید میں مقالہ نگار نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا نام لئے بغیر آپ کا ایک فارسی شعر نقل کیا اور تسلیم کیا کہ اگرچہ مرسلین' اولیائے کرام' صوفیائے عظام اور علمائے کرام نے بھی آنحضور ﷺ کی تعریف کی ہے مگر اصل تعریف اسی شعر میں بیان ہوئی ہے۔ چنانچہ انہوں نے لکھا:۔

"آج میلادالنبی کا دن ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا ظہور آج کے دن ہوا۔ آج حضور علیہ الصلوۃ والسلام پر درود و سلام بھیجا جاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی تعریف تو انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ حضرت آدم سے لے کر قیام قیامت تک کسی نبی کسی مرسل اور کسی بشر کی طاقت نہیں کہ آپ کی تعریف کا حق ادا کر سکے۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے متعلق اکثر انبیاء پیش گوئی کرتے آئے۔ انہوں نے بھی صرف اسی جملہ پر اکتفاء کیا کہ ہمارے بعد ایک نبی آخر الزمان آنے والا ہے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ کی یہ پیش گوئی انجیل میں واضح ہے کہ میرے بعد ایک نبی آنے والا ہے۔ جن کا نام محمدؐ ہو گا۔ میں ان کے جوتے کے تسمے کھولنے کے بھی لائق نہیں۔

مرسلین کے بعد حضور علیہ السلام کے اصحاب و تابعین کا شمار ہوتا ہے۔ تو ان کا بھی یہی حال رہا کہ حضور علیہ السلام کو اسی قدر پہچان سکے کہ اپنے مال و جان اور اولاد سب کچھ آپ پر قربان کر دیا۔ یہ بھی پہچاننے کی ایک ادنیٰ مثال ہے۔ باقی امت تو کسی شمار ہی میں نہیں! بہر حال اولیائے کرام اور صوفیائے عظام کو راہ عرفان میں جو کچھ مشاہدات پیش آتے ہیں وہ حضور کے نور مقدس سے ہی توسل رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں علمائے کرام نے حضور کی جو تعریف کی ہے وہ آپ کے اسوہ حسنہ اور علم الحدیث سے ماخوذ ہے۔ ورنہ حضور علیہ السلام کی

تعریف یہی ہے کہ

اگر خواہی دلیلے عاشقش باش
محمدؐ ہست برہان محمدؐ"

جیسا کہ معزز قارئین گذشتہ صفحات میں مطالعہ فرما چکے ہیں یہ پر معارف شعر حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا ہے اور آپ کی کتاب "آئینہ کمالات اسلام" میں مرقوم ہے۔

۱۸۔ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے مرکزی رہنما

تاریخ پاکستان کا یہ ایک کھلا ورق ہے کہ دسمبر ۱۹۷۰ء کے انتخاب میں مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ نے اور مغربی پاکستان میں جناب ذوالفقار علی بھٹو کی پیپلز پارٹی نے اکثریت حاصل کی اور صدر پاکستان محمد یحییٰ خان نے عوامی لیگ کے لیڈر شیخ مجیب الرحمٰن کو کامیابی کا پیغام دیتے ہوئے انہیں پاکستان کا آئندہ وزیر اعظم قرار دیا اور انہیں حکومت بنانے کی دعوت دے دی۔ فروری ۱۹۷۱ء میں اسمبلی کے اجلاس ڈھاکہ کی تیاری زور شور سے شروع تھیں کہ "مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان" کے مرکزی رہنماؤں نے انگریزی زبان میں ایک رسالہ ارکان اسمبلی میں تقسیم کے لئے شائع کیا جس کا نام تھا۔

AN APPEAL
TO
THE MEMBERS OF
NATIONAL ASSEMBLY OF PAKISTAN

رسالہ کے دیباچہ میں عوامی لیگ کے بانی مسٹر سید حسین شہید سہروردی کو زبردست خراج تحسین ادا کیا گیا کہ وہ پاکستان کے عظیم رہنماؤں میں پہلے سیاست دان تھے جنہوں نے "قادیانی مسئلہ" بروقت بھانپ لیا۔ ازاں بعد احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا۔ اس ضمن میں قرآن کریم اور احادیث نبوی کے بعض اقتباسات

درج کرنے کے بعد لکھا۔

"Iqbal:
Finality of prophethood has fascinatingly been brought out in the following verses."

هست اوخیر الرسل خیر الانام
هر نبوت رابروشد اختتام

He is the Best of Prophets and Best of human beings. Every Prophethood came to an end in his holy person.

ختم شد برنفس پاکش هر کمال
لاجرم شد ختم هر پیغمبرے

All ecxellences came to an end in his pious person; Undoubtedly Prophethood came to an end."

(صفحات 183، 184 کتاب ہٰذا پر عکس ملاحظہ فرمائیں) (رسالہ مذکورہ صفحہ ۱۰)

قارئین کے لئے یہ انکشاف یقیناً حد درجہ حیرت کا موجب ہو گا کہ فارسی کے یہ دونوں اشعار جنہیں ڈاکٹر سر محمد اقبال کی طرف منسوب کیا گیا' دراصل حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے ہیں۔ پہلا شعر آپ کی کتاب "سراج منیر" (مطبوعہ مئی ۱۸۹۷ء) کے صفحہ "ز" میں شائع شدہ ہے اور دوسرا براہین احمدیہ حصہ اول (مطبوعہ ۱۸۸۰ء) کے صفحہ ۱۰ پر لکھا ہے۔

اس انگریزی رسالہ کا اردو ترجمہ بھی فروری ۱۹۷۱ء میں طبع کرایا گیا جس کا نام "قادیانی مذہب و سیاست۔ مسئلہ ختم نبوت کے متعلق اراکین مجلس دستور ساز اسمبلی پاکستان کی خدمت میں ایک ضروری عرضداشت"

مجلس کے مرکزی لیڈروں نے انگریزی رسالہ چونکہ بالخصوص مشرقی پاکستان کے ممبروں کو اپنا ہم نوا بنانے کے لئے شائع کیا تھا (جن کے ممبروں کی بھاری اکثریت کامیاب ہوئی تھی) اس لئے انہوں نے اردو ترجمہ سے علامہ سر اقبال سے متعلق پورا

پیراگراف ہی حذف کر دیا مگر بعد ازاں جب سقوط ڈھاکہ کا المیہ پیش آیا اور پاکستان دولخت ہو گیا تو مرکزی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان نے یہی انگریزی رسالہ دوبارہ "Qadianism" کے نام سے چھپوا لیا اور اس میں بھی متعلقہ نوٹ مع اشعار کے برقرار رکھا لیکن اس کے دوسرے ایڈیشن میں اشعار تو ربڑ کی مہر سے محو کر دئے گئے البتہ ان کا انگریزی ترجمہ اور عنوان بدستور برقرار رکھا گیا۔

خامہ انگشت بدنداں کہ اسے کیا لکھئے
ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا کہئے

(غالب)

۱۹۔ "مولانا" منظور احمد صاحب چنیوٹی

(ولادت ۱۹۳۱ء)

سند یافتہ دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈوالہ یار (۱۹۵۰ء) پرنسپل جامعہ عربیہ چنیوٹ۔ ناظم اعلیٰ ادارہ مرکزیہ دعوت وارشاد۔ صدر مجاہدین احرار پاکستان۔ سابق رکن صوبائی اسمبلی پنجاب۔ القاب۔ سفیر ختم نبوت۔ فاتح ربوہ وغیرہ۔

بقول "مولانا" سید ابو الاعلیٰ صاحب مودودی "پیشہ ور مناظرین نے آج کل مباہلے کو کشتی کے داؤں میں باضابطہ طور پر شامل کر لیا ہے" (ترجمان القرآن اگست ۱۹۵۶ء۔ رسائل و مسائل حصہ چہارم صفحہ ۲۲) اسی "داؤ" کی ایک کڑی جناب چنیوٹی صاحب کا ایک آٹھ ورقہ پمفلٹ "دعوت مباہلہ کا آخری چیلنج" بھی ہے جو انہوں نے حضرت امام جماعت احمدیہ کو مخاطب کر کے لکھا اور ۱۹۶۲ء میں ثنائی پریس سرگودھا سے طبع کرایا۔ اس پمفلٹ کے آخر میں یہ شعر تھا۔

و کان نصیحۃ للہ فرضی
فقد بلغت فرضی بالوداد

یعنی میرا فرض اللہ کے لئے نصیحت کرنا تھا سو میں نے اپنا فرض محبت سے ادا کر دیا

ہے۔

بلا شبہ یہ محبت بھرا شعر آب زر سے لکھے جانے کے لائق ہے۔ مگر یہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے قلم سے نکلا ہے اور "تحفہ بغداد" (مطبوعہ محرم ۱۳۱۱ھ جولائی ۱۸۹۳ء) صفحہ ۱۱ میں ہے اور آپ کی عربی نظم کا مقطع ہے۔

۲۰۔ "مولانا" جان محمد صاحب ایم اے، ایم او ایل، منشی فاضل و مولوی فاضل۔ سابق عربی و فارسی ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول فیروز پور

آپ کی مشہور تالیف "اصلی عربی بول چال مکمل کلاں" ہے جو مدت ہوئی کشمیری بازار لاہور کے کتب خان منشی عزیزالدین پبلشرز و تاجران کتب نے شائع کی تھی اور جو کتابی سائز کے ۳۰۴ صفحات پر مشتمل تھی۔ کتاب کے آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا وہ شہرہ آفاق عربی قصیدہ مع اردو ترجمہ درج تھا جو آپ کی کتاب "آئینہ کمالات اسلام" (مطبوعہ ۱۸۹۳ء صفحہ ۵۹۰ تا ۵۹۴ میں چھپا اور جسے سپرد قلم کرنے کے بعد آپ کا چہرہ مبارک خوشی سے چمکنے لگا اور فرمایا "یہ قصیدہ جناب الٰہی میں قبول ہو گیا اور خدا نے مجھ سے فرمایا جو اس قصیدہ کو حفظ کرے گا اور ہمیشہ پڑھے گا، میں اس کے دل میں اپنی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کوٹ کوٹ کر بھر دوں گا اور اپنا قرب عطا کروں گا"۔

ذیل میں اُس (زیر نظر) کتاب کے صفحات ۲۹۷ تا ۳۰۴ سے قصیدہ کے ۵۸ مطبوعہ اشعار نقل کئے جاتے ہیں (اصل قصیدہ ۷۰ اشعار پر مشتمل ہے) عکس کتاب ھذا کے صفحات 185 تا 193 پر ملاحظہ ہوں

قصیدة فی مدح النبی صلی اللہ علیہ و علیٰ الہ و سلم

یا عین فیض اللہ والعرفان

یسعی الیک الخلق کالظمان

اے خدا کے فیض اور عرفان کے چشمے لوگ تیری طرف پیاسے کی طرح دوڑے آتے

ہیں۔

یا بحر فضل المنعم المنان

تھوی الیک الزمر بالکیزان

اے منعم و منان کے فضل کے سمندر لوگ کوزے لئے تیری طرف آ رہے ہیں۔

یا شمس ملک الحسن والا حسان

نورت وجه البر والعمران

اے حسن و احسان کے ملک کے آفتاب تو نے ویرانوں اور آبادیوں کا چہرہ روشن کر دیا۔

قوم راوک وامة قد اخبرت

من ذلک البدر الذی اضبانی

ایک قوم نے تجھے آنکھ سے دیکھا اور ایک قوم نے اس بدر کی خبریں سنیں جس نے مجھے اپنا دیوانہ بنایا ہے۔

یبکون من ذکر الجمال صبابة

وتالما من لوعة الهجران

اور آپ کے جمال کو یاد کر کے اشتیاق سے روتے ہیں اور جدائی کی جلن سے دکھ اٹھا کر (چلاتے ہیں)

واری القلوب لدی الحناجر کربة

واری الغروب تسیلها العینان

میں دلوں کو (غم سے) گلوں تک آ پہنچے ہوئے اور آنسوؤں کے نالے بنے ہوئے دیکھتا ہوں اور میں دیکھتا ہوں کہ آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں۔

یا من غدا فی نورة وضیائه

کالنیرین ونور الملوان

اے وہ جو اپنے نور اور روشنی میں آفتاب و مہتاب کی مانند ہے جس رات اور دن روشن ہو گئے۔

یا بدرنا یا اية الرحمن
اهدى الهداة واشجع الشجعان

اے ہمارے بدر اے رحمان کے نشان سب ہادیوں سے بڑھ کر ہادی اور سب بہادروں سے بڑھ کر بہادر۔

انى ارى فى وجهک المتهلل
شانا يفوق شمائل الانسان

میں تیرے درخشاں چہرے میں ایک ایسی شان دیکھتا ہوں جو انسانی صفات سے بڑھ کر ہے۔

وقد اقتفاک اولو النهى وبصدقهم
ودعوا تذكر معهد الاوطان

دانشمندوں نے تیری پیروی کی اور اپنے صدق کی وجہ سے مالوف وطنوں کی یاد ترک کر دی۔

قد اثروک وفارقوا احبابهم
وتباعدوا من حلقة الاخوان

انہوں نے تجھے مقدم کر لیا اور اپنے دوستوں کو چھوڑ دیا اور اپنے بھائیوں کے حلقہ سے دور ہو گئے۔

قد ودعوا اهواء هم ونفوسهم
وتبرء وا من كل نشب فان

انہوں نے اپنی خواہشوں اور نفسوں کو چھوڑ دیا اور سب طرح کے فانی مالوں سے بیزار ہو گئے۔

ظهرت علیهم بینات رسولهم
فتمزق الاهواء کالاوثان

رسول کریمؐ کی کھلی کھلی دلیلیں ان پر ظاہر ہوئیں اس لئے ان کی نفسانی خواہشیں بھی ان کے بتوں کی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہوگئیں۔

فی وقت ترویق اللیالی نوروا
واللہ نجاھم من الطوفان

وہ راتوں کی تاریکی کے وقت منور کئے گئے اور خدا نے ان کو طوفان سے بچالیا۔

قد ھاضھم ظلم الاناس وضیمھم
فتثبتوا بعنایۃ المنان

لوگوں کے ظلم و ستم نے ان کو چور چور کر دیا۔ مگر وہ خدائے منان کی مہربانی سے ثابت قدم رہے۔

نھب اللئام نشوبھم وعقارھم
فتھللوا بجواھر الفرقان

اوباشوں نے ان کے مال جائدادیں لوٹ لیں اور اس کے عوض فرقان کے موتی پا کر ان کے چہرے چمک اٹھے۔

کسحوا بیوت نفوسھم وتبادروا
لتمتع الایقان والایمان

انہوں نے اپنے نفسوں کے گھروں کو خوب صاف کیا اور یقین اور ایمان کی دولت لینے کو آگے بڑھے۔

قاموا باقدام الرسول بغزوھم
کالعاشق المشغوف فی المیدان

رسول کریمؐ کی حملہ آوری کے ساتھ میدان میں لڑائی پر یوں ڈٹ گئے جیسے کوئی عاشق

ہوتا ہے۔

جاء وک منهوبين كالعريان

فسترتهم بملاحف الايمان

وہ تیرے حضور لوٹے ہوئے اور ننگے آئے جس پر تو نے ایمان کی چادریں ان کو پہنائیں۔

صادفتهم قوما كروث ذلة

فجعلتهم كسبيكة العقيان

تو نے گوبر کی طرح ان کو ایک ذلیل قوم پایا اور سونے کی ڈلی کی طرح بنادیا۔

حتى انثنى بر كمثل حديقة

عذب الموارد مثمر الاغصان

یہاں تک کہ (عرب کا) جنگل باغ کی مانند ہو گیا جس کے چشمے شیریں اور درختوں کی شاخیں پھلدار ہیں۔

عادت بلاد العرب نحو نضارة

بعد الوجى والمحل والخسران

عرب کی زمین ویرانی اور خشکی اور تباہی کے بعد سرسبز ہو گئی۔

كان الحجاز مغازل الغزلان

فجعلتهم فانين فى الرحمان

ملک حجاز زنان آہو چشم کے عشقیہ مذاکروں کی جولانگاہ بنا ہوا تھا مگر تو نے ان کو رحمٰن میں فانی بنا دیا۔

شيئان كان القوم عميا فيهما

حسو العقار وكثرة النسوان

دو باتیں تھیں جن میں وہ اندھے ہو رہے تھے شراب کا پینا اور عورتوں کی کثرت

اما النساء فحرمت انکاحها
زوجا له التحریم فی القران

عورتوں کی نسبت تو یوں فیصلہ ہوا کہ ان کے خاوندوں سے ان کا نکاح حرام کردیا گیا جس کی حرمت قرآن میں آگئی۔

وجعلت دسکرۃ المدام مخربا
وازلت حانتها من البلدان

اور شراب خانوں کو تو نے ویران کردیا اور شراب کی دکانیں اٹھوادیں۔

کم شارب بالرشف دنا طافحا
فجعلته فی الدین کالنشوان

بہتیرے تھے جو خم کے خم پی جاتے تھے جنہیں تو نے دین کے متوالے کردیا۔

کم محدث مسطنطق العیدان
قد صار منک محدث الرحمن

بہتیرے بدکردار تھے سارنگیوں سے باتیں کرنے والے جو تیری طفیل رحمان کے ہم کلام ہو گئے۔

کم مستهام للرشوف تعشقا
فجذبتهم جذبا الی الفرقان

بہتیرے تھے جو خوشبو دہن عورتوں کے عشق میں سرگرداں تھے تو انہیں فرقان کی طرف کھینچ لایا۔

احییت اموات القرون بجلوۃ
ماذا یماثلک بهذا الشان

تو نے صدیوں کے مردوں کو ایک ہی جلوہ سے زندہ کردیا۔ کون ہے جو اس شان میں تیرے جیسا ہے۔

تركوا الغبوق وبدلوا من ذوقه
ذوق الدعاء بليلة الاحزان

انہوں نے شام کی شراب چھوڑ دی اور اس کی لذت کی بجائے راتوں میں دعا کی لذت اختیار کی۔

كانوا برنات المثانى قبلها
قد احصروا فى شحها كالعانى

اس سے پہلے وہ دو تاروں کی سروں کی محبت میں قیدوں کی طرح گرفتار تھے۔

قد كان مرتعهم اغانى دائما
طورا بغيد تارة بدنان

ہمیشہ ان کی فرحت خوشی کا میدان راگ رنگ تھا کبھی نازک اندام عورتوں کے اسیر اور کبھی شراب کے گرفتار۔

ما كان فكر غير فكر غوانى
او شرب راح او خيال جفان

حسینہ عورتوں سے دل بستگی کے سوا اور کچھ فکر ہی نہ تھی۔ یا شراب نوشی یا سامان خورو نوش کا تصور تھا۔

كانوا كمشغوف الفساد بجهلهم
راضين بالاوساخ والادران

بے وقوفی سے فساد کے شیفتہ تھے۔ میل کچیل اور ناپاکی پر خوش تھے۔

عيبان كان شعارهم من جهلهم
حمق الحمار و وثبة السرحان

جہالت سے دو عیب تو ان کے شامل حال تھے۔ آڑ گدھے کی سی اور حملہ بھیڑیئے کا۔

فطلعت یا شمس الھدی نصحالھم
لتضیئھم من وجھک النورانی

اتنے میں اے آفتاب ہدایت تو ان کی خیر خواہی کے لئے طلوع کیا تا اپنے نورانی چہرہ سے انہیں منور کرے۔

ارسلت من رب کریم محسن
فی الفتنة الصماء والطغیان

تو خوفناک فتنے اور طغیان کے وقت خداوند کریم کی طرف سے بھیجا گیا۔

یا للفتی ما حسنه وجماله
ریاہ یصبی القلب کالریحان

واہ کیا ہی خوش شکل ا، ر خوبصورت جوان ہے جس کی خوشبو دل کو ریحان کی طرح شیفتہ کرلیتی ہے۔

وجہ المھیمن ظاھر فی وجھه
وشئونه لمعت بھذا الشان

اس کے چہرے سے خدا کا چہرہ نظر آتا ہے اور اس کی شان سے خدا کی شان نمایاں ہو گئی ہے۔

فلذا یحب ویستحق جماله
شغفا به من زمرة الاخدان

اسی لئے وہ محبوب ہے اور اس کا جمال اس لائق ہے کہ تمام دوستوں کو چھوڑ کر اسی کی جمال سے دل بستگی پیدا کی جائے۔

سجح کریم باذل خل التقی
خرق وفاق طوائف الفتیان

خوش خلق، کریم، سخی، عاشق تقویٰ، کریم الطبع اور تمام سخیوں سے بڑھ کر سخی۔

فاق الورى بكماله وجماله

وجلاله وجنانه الريان

اپنے کمال اور جمال اور جلال اور تازگی دل کے سبب سے تمام مخلوق سے بڑھا ہوا ہے۔

لا شک ان محمدا خیر الورى

ریق الکرام ونخبة الاعیان

بے شک محمد ﷺ خیر الوریٰ' برگزیدہ کرام اور چیدہ اعیان ہیں۔

تمت علیه صفات کل مزته

ختمت به نعماء کل زمان

ہر قسم کی فضیلت کی صفتیں آپ کے وجود میں کمال کو پہنچی ہوئی ہیں اور ہر زمانہ کی نعمتیں آپ کی ذات پر ختم ہیں۔

واللہ ان محمدا کردافة

وبه الوصول بسدة السلطان

اللہ کی قسم آنحضرت شاہی دربار کے سب سے اعلیٰ افسر کی طرح ہیں اور آپ ہی کے ذریعہ سے دربار سلطانی میں رسائی ہو سکتی ہے۔

هو فخر کل مطهر و مقدس

و به یباهی العسکر الروحانی

آپ ہر مطہر اور مقدس کا فخر ہیں اور روحانی لشکر کو آپ ہی کے وجود پر ناز ہے۔

هو خیر کل مقرب متقدم

والفضل بالخیرات لا بزمان

آپ کے ہر آگے بڑھنے والے مقرب سے افضل ہیں اور فضیلت کا مدار خوبیوں پر ہوتا ہے نہ کہ زمانہ پر۔

والطل قد يبدو امام الوابل
فالطل طل ليس كالتهتان

اور ہلکا مینہ موسلادھار بارش سے پہلے آتا ہے لیکن ہلکے مینہ اور جھڑی میں بڑا فرق ہے۔

بطل وحيد لا تطيش سهامه
ذو مصميات موبق الشيطان

آپ یگانہ پہلوان ہیں۔ آپ کے تیر کبھی خطا نہیں جاتے۔ آپ نشانہ کی رو سے تیروں کے مالک ہیں اور شیطان کے ہلاک کنندہ۔

هو جنة انى ارى اثماره
وقطوفه قد ذللت لجنانى

آپ ایک باغ ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ آپ کے پھل اور خوشے میرے دل کے قریب کیے گئے۔

الفيته بحر الحقائق والهدى
و رايئته كالدر فى اللمعان

میں نے آپ کو حقائق اور ہدایت کا سمندر پایا ہے اور چمک دمک میں موٹے موتیوں کی طرح پایا ہے۔

والله انى قد رايت جماله
بعيون جسمى قاعدا بمكانى

قسم بخدا میں نے آپ کا جمال دیدہ سر سے اپنے مکان میں بیٹھے دیکھا ہے۔

ورايت فى ريعان عمرى وجهه
ثم النبى بيقظتى لاقانى

میں نے آغاز جوانی میں آپ کا چہرہ دیکھا پھر آنحضرت بیداری میں بھی مجھ سے ملے۔

یا رب صل علی نبیک دائما
فی ھذہ الدنیا وبعث ثان

اے میرے رب اپنے اس نبی پر ہمیشہ درود بھیج اس دنیا میں بھی اور دوسرے بعثت میں بھی۔

یفری سھامک قلب کل محارب
ویشج عزمک ھامۃ الثعبان

تیرے تیر ہر جنگ جو کے دل کو چھیدتے ہیں۔ اور تیرا عزم اژدہاؤں کے سر کو کچلتا ہے۔

للہ درک یا امام العالم
انت السبوق وسید الشجعان

آفرین تجھے اے امام جہان! تو سب سے بڑھا ہوا اور شجاعوں کا سردار ہے۔

۲۱۔ "سرکار صدر المحققین سلطان المتکلمین حجۃ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ محمد حسین صاحب"

۲۹۶ بی سٹیلائٹ ٹاؤن سرگودھا

آپ کے قلم سے فرقہ امامیہ کے "رئیس الفقہا والمحدثین" شیخ ابو جعفر محمد بن علی بابویہ القمی کی شرح القصائد کی روشنی میں "احسن الفوائد" کے نام سے ایک مبسوط کتاب اردو میں چھپ چکی ہے جسے العزیز پرنٹنگ پریس بلاک نمبرے سرگودھا نے شائع کیا ہے۔ "حضرت علامہ صاحب" نے کتاب کے صفحہ ۴۶۹ میں حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کے درج ذیل دو شعر کچھ تصرف کے ساتھ زیب قرطاس کئے ہیں:۔

کلام پاک یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
اگر لولوئے عماں ہے وگر لعل بدخشاں ہے

خدا کے قول سے قول بشر کیونکہ برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے
(براہین احمدیہ حصہ سوم صفحہ ۱۸۲ مطبوعہ ۱۸۸۲ء)

۲۲۔ جناب مولوی محمد مسلم صاحب سابق امام جامع مسجد لائل پور (فیصل آباد)

قریشی محمد حنیف صاحب سائیکل سیاح کے قلم سے اخبار الفضل قادیان مورخہ ۱۴ نومبر ۱۹۳۱ء صفحہ ۶ کالم ۳ میں حسب ذیل واقعہ سپرد اشاعت ہوا:۔

"پچھلے دنوں مجھے ضلع لائل پور میں تبلیغی دورہ کرتے ہوئے مولوی محمد مسلم صاحب دیوبندی امام جامعہ مسجد لائل پور...... کا علم ہوا۔ انہوں نے ایک کتاب پیر کامل شائع کرکے لوگوں کو تحریک کی ہے کہ پیر کامل کی تلاش کرکے بیعت کرنی چاہیئے ورنہ خدا کی شناخت حاصل نہیں ہو سکتی اور انسان کامل کی شناخت کے معیار جو بیان کئے ہیں ان میں بیشتر اور نمایاں حصہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس فارسی نظم کا ہے جو کہ حضور نے اپنی کتاب "تریاق القلوب" (صفحہ ۱ تا ۸ مطبوعہ ۱۹۰۲ء) میں تحریر فرمائی ہے اور درثمین فارسی میں بھی موجود ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے:۔

ہماں زنوع بشر کامل از خدا باشد
کہ بانشان نمایاں خدا نما باشد

ترجمہ: انسانوں میں وہی خدا کی طرف سے کامل ہوتا ہے جو روشن نشانوں کے ساتھ خدا نما ہوتا ہے۔

اس نظم کے تیرہ اشعار لکھ کر مولوی صاحب نے یہ استدلال کیا ہے کہ پیر کامل میں یہ یہ صفات ہونی ضروری ہیں۔ مگر اس نظم کے متعلق مولوی صاحب نے اسی کتاب

کے صفحہ گیارہ پر یہ لکھ کر کہ یہ نظم غوث محمد گوالیاری" نے جواہر خمسہ [1] میں تحریر فرمائی' کذب بیانی کے ذریعہ حق کو چھپا کر پبلک کو مغالطہ میں ڈالا ہے۔ زبانی گفتگو کرنے پر مولوی صاحب نے کہا یہ نظم مرزا صاحب کی نہیں بلکہ جواہر خمسہ کی ہے۔ گو ہم نے........ جواہر خمسہ بھی مہیا کر کے مولوی صاحب کے ہاتھ میں دی کہ اس سے حوالہ مذکور نکال کر دکھائیں۔ مگر مولوی صاحب وہ نظم نکال نہ سکے لیکن باوجود اس کے انہوں نے اپنی خیانت کا اعتراف نہ کیا۔ اب میں بذریعہ اخبار ان سے مطالبہ کرتا ہوں کہ یا تو جواہر خمسہ سے یہ نظم دکھائیں یا اقرار کریں کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی نظم اپنی کتاب میں درج کی ہے۔"

جناب مولوی محمد مسلم صاحب نے اس مطالبہ کے جواب میں ہمیشہ کے لئے چپ سادھ لی۔

۲۳۔ "مولانا" عبدالرؤف رحمانی صاحب ناظم اعلیٰ جامعہ سراج العلوم السلفیہ۔ جھنڈے نگر۔ نیپال

آپ اپنی سوانح پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

جس سال میں...... آٹھویں جماعت پڑھ کر فارغ ہو رہا تھا تو ختم نبوت کے فلسفہ پر سالانہ انجمن کے موقعہ پر ہم کو اور ہمارے کچھ رفقاء کو خطاب کرنے کے لئے کہا گیا۔ صدر انجمن مولانا محمد جونا گڑھی مرحوم کے حکم کے مطابق مجھے صرف پانچ منٹ ہی کا موقع ملا۔ دار الحدیث رحمانیہ کا ہال کچھا کچھ بھرا ہوا تھا۔ جب میں نے تقریر کرنا شروع کیا تو پانچ منٹ کی تقریر میں تین مرتبہ لوگوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور تقریر کے خاتمہ پر میں

---

[1] تالیف گیارھویں صدی ہجری۔ اصل کتاب فارسی میں ہے جس کا اردو ترجمہ مرزا محمد بیگ نقشبندی دہلوی نے کیا ہے اور دار الاشاعت کراچی نمبرا کے زیر اہتمام مولوی محمد رضی عثمانی نے ۱۸ جنوری ۱۹۷۶ء کو شائع کر دیا ہے۔

نے جب یہ دو شعر پڑھے۔

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دین محمد سا نہ پایا ہم نے
ہم ہوئے خیر امم تجھ سے ہی اے خیر رسل
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

تو پورا مجمع مسحور ہو گیا اور مولانا احمد اللہ صاحب بھی بہت متاثر ہوئے اور رو پڑے۔ جب میں سٹیج سے نیچے آیا تو مولانا نے مجھ سے فرمایا بیٹے تم نے ہم کو رلا دیا...... میری تقریروں کو سن کر حضرت الاستاذ علامہ عبید اللہ صاحب رحمانی مبارکپوری شیخ الحدیث مدظلہ العالی نے مجھے خطیب الہند اور خطیب الاسلام کے لقب سے نوازا۔"

(ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور ۸ جولائی ۱۹۹۴ء صفحہ ۱۷۔۱۸)

"مولانا" صاحب نے فلسفہ ختم نبوت کو واضح کرنے کیلئے جو دو اشعار پڑھے اور پورے مجمع بلکہ اپنے قابل احترام اساتذہ سے داد پائی وہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی عشق خاتم الانبیاء میں ڈوبی ہوئی ایک مشہور عالم نظم سے ماخوذ تھے جو آپ کی بے مثال تصنیف "آئینہ کمالات اسلام" کے صفحہ ۲۲۴ میں موجود ہے اور ۱۸۹۳ء میں شائع ہوئی۔

۲۴۔ میر حسان الحیدری سہروردی مدیر اعلیٰ رسالہ "آستانہ ذکریا" ملتان

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے "آئینہ کمالات اسلام" کے آخر میں اپنے فارسی منظوم کلام میں دنیا بھر کے دشمنان اسلام کو نشان نمائی کا چیلنج دیتے ہوئے فرمایا:۔

کرامت گرچہ بے نام و نشان است — بیا بنگر ز غلمان محمد

یعنی اگرچہ کرامت اب مفقود ہے مگر تو آ اور اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں دیکھ

لے۔

یہ پر شوکت شعر جناب میر حسان الحیدری سہروردی مدیر اعلیٰ "آستانہ زکریا" نے رسالہ کی جنوری فروری ۱۹۶۱ء کی اشاعت کے صفحہ ۵۴ پر شائع کیا۔ مگر یہ بتانے کی زحمت گوارا نہیں فرمائی کہ یہ کس عاشق رسول عربی کے رشحات قلم کا فیضان ہے۔

۲۵۔ محمد اقبال جاوید صاحب چیف ایڈیٹر "ڈیلی کامرس" فیصل آباد

حضرت بانی احمدیت بے مثال عاشق قرآن تھے۔ آپ کے فرزند موعود سیدنا محمود نے ۷ جون ۱۸۹۷ء کو قرآن مجید ختم کیا تو آپ نے ایک خاص تقریب کا اہتمام فرمایا اور منظوم آمین کہی جو بہت سی پر معارف دعاؤں سے لبریز اور آپ کے قلبی جذبات کی آئینہ دار ہے۔ پوری نظم معرفت الٰہی کے پر کیف جذب اور ذوق و شوق کا ایک مثالی اور نادر نمونہ ہے اور "محمود کی آمین" ہی کے نام سے شائع شدہ ہے اور ہر ایک سالک کیلئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

درج ذیل چند اشعار جو جناب محمد اقبال جاوید نے اپنے رسالہ "ڈیلی کامرس" (مئی ۱۹۷۶ء صفحہ ۴) میں ایک صاحب طارق پرویز چوہدری کی شادی کے موقع پر شائع کئے' اسی آمین سے منتخب کئے گئے ہیں:۔

کر ان کو نیک قسمت دے ان کو دین و دولت
کر ان کی خود حفاظت ہو ان پہ تیری رحمت
دے رشد اور ہدایت اور عمر اور عزت
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
شیطاں سے دور رکھیو اپنے حضور رکھیو
جاں پر ز نور رکھیو دل پر سرور رکھیو
ان پر میں تیرے قرباں رحمت ضرور رکھیو
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

۲۶۔ ریٹائرڈ کیپٹن محمد بخش صاحب حنفی جالندھری سابق سیکرٹری ڈسٹرکٹ آرمڈ سروسز بورڈ فیصل آباد مقیم کینیڈا

جنوری ۱۹۸۲ء میں آپ کینیڈا کے شہر ونڈسر (صوبہ اونٹاریو) میں مقیم تھے۔ انہوں دنوں آپ نے ایک کتابچہ "اسلام اور ایمان پر مختصر گفتگو" کے زیر عنوان لکھا جسے صوفی برکت علی صاحب دار الاحسان فیصل آباد نے نثار آرٹ پریس سے چھپوایا اور مولوی محمد شوق صاحب خطیب جامع مسجد نور پارک عبداللہ پورہ فیصل آباد نے اس سلسلہ میں ان کی خاص مدد کی۔ یہ کتاب نہ صرف پاکستان بلکہ غیراز جماعت مسلمانوں کی طرف سے کینیڈا میں بھی وسیع پیمانہ پر تقسیم کی گئی۔

موصوف نے "ابتدائیہ" میں لکھا کہ:۔

"یہ کتابچہ میں نے کئی اسلامی کتب پڑھنے کے بعد مرتب کیا ہے۔" (صفحہ ۲)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے مندرجہ ذیل اشعار جو اس کتابچہ کے صفحہ ۸۸ پر معمولی تصرف سے شائع کئے گئے اس امر کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ آپ نے اس کی تیاری میں جن اسلامی کتب کا مطالعہ کیا ان میں حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کا لٹریچر بھی یقیناً شامل تھا۔

اک نہ اک دن پیش ہوگا تو فنا کے سامنے
چل نہیں سکتی کسی کی کچھ قضا کے سامنے
چھوڑنی ہوگی تجھے دنیائے فانی ایک دن
ہر کوئی مجبور ہے حکم خدا کے سامنے
بارگاہ ایزدی سے تو نہ یوں مایوس ہو
مشکلیں کیا چیز ہیں مشکل کشا کے سامنے

۲۷۔ ابو الکلیم "مولانا" ولی الدین فاضل "مبلغ ختم نبوت"

حیدر آباد دکن بھارت

ہفت روزہ "ختم نبوت" کراچی (مورخہ ۲۵ تا ۳۱ مارچ ۱۹۸۸ء) کے صفحہ ۱۶ تا ۱۸ و ۳۰ میں حیدر آباد دکن کے "مبلغ ختم نبوت" ولی الدین فاضل صاحب کی ایک تحریر "ختم نبوت اور قادیانی وسوسے" کے زیر عنوان شامل اشاعت ہوئی ساری تحریر "رد قادیانیت" میں تھی مگر اس کا اختتام حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے درج ذیل شعر پر ہوا۔

ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال
لا جرم شد ختم ہر پیغمبرے

(صفحہ ۳۰ کالم نمبر ۳)

یعنی آنحضرت ﷺ کے پاک نفس پر ہر کمال ختم ہو گیا اسی طرح حضور پر پیغمبروں کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ اور یہی خاتمیت محمدی کی عارفانہ تفسیر ہے جیسا کہ حضرت مولانا جلال الدین رومی ارشاد فرماتے ہیں:۔

بہر ایں خاتم شد ست او کہ بجود
مثل او نے بود ونے خواہند بود
چونکہ در صنعت برد استاد دست
نے تو گوئی ختم صنعت بر تو است

مثنوی کے مشہور فاضل مترجم جناب قاضی سجاد حسین صاحب دہلوی کے الفاظ میں ان اشعار کا ترجمہ یہ ہے کہ:۔

"اسی لئے وہ خاتم بنے کیونکہ سخاوت میں ان جیسا نہ تھا اور نہ ہوں گے۔ جب کوئی استاد کاریگری میں بازی لے جاتا ہے کیا تو نہیں کہتا کہ کاریگری اس پر ختم ہے۔"

(مثنوی مولوی معنوی دفتر ششم صفحہ ۳۰ ناشر الفیصل ناشران و تاجران کتب

اردو بازار لاہور۔ جنوری ۱۹۷۸ء)

۲۸۔ ملک غلام مصطفیٰ ظہیر صاحب جامعہ علوم اثریہ جہلم

پاکستانی ماہنامہ "حرمین" مسلک اہلحدیث کا علمبردار اور جامعہ علوم اثریہ جہلم کا ترجمان ہے جس کے مدیر جناب اکرام اللہ ساجد گیلانی ہیں اور اس کی مجلس ادارت میں "مولانا" محمد شمشاد سلفی، "مولانا" محمد حیات اور حافظ احمد حقیقی جسے اہلحدیث علماء شامل ہیں۔ ماہنامہ کے شمارہ اکتوبر ۱۹۹۶ء (صفحہ ۳۱ تا ۳۶) میں ایک مضمون ملک غلام مصطفیٰ ظہیر صاحب کے قلم سے سپرد اشاعت ہوا ہے۔ جس کا آخری صفحہ حضرت بانی جماعت احمدیہ کے حسب ذیل حقیقت افروز شعر سے مزین ہے:۔

صاف دل کو کثرت اعجاز کی حاجت نہیں
اک نشاں کافی ہے گر دل میں ہے خوف کردگار

(براہین احمدیہ جلد پنجم صفحہ ۹۹ طبع اول تالیف ۱۹۰۵ء)

باب دوم

کلام منثور سے اکتساب فیض

اس باب میں ان اہل قلم بزرگوں اور مقتدر ہستیوں کا تذکرہ مقصود ہے۔ جنہوں نے اپنی نگارشات میں جماعت احمدیہ کے بانی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تصنیفات یا ملفوظات کے بعض چیدہ چیدہ حصوں کو لفظاً لفظاً سپرد قلم فرمایا ہے مگر آپ کا ذکر تک نہیں کیا اور یوں اس چشمہ عرفان سے غیر شعوری طور پر ایک عالم کو سرسبز و شاداب کرنے کا موقع فراہم کر دیا۔

(۱) "مولانا" منشی رحیم بخش صاحب ایڈیٹر رسالہ "انوار الاسلام" سیالکوٹ

۱۸۹۸ء میں مخالفین اسلام کے حملوں کا جواب دینے کے لئے سیالکوٹ سے منشی کریم بخش صاحب نے ایک پندرہ روزہ مذہبی رسالہ "انوار الاسلام" کے نام سے جاری کیا۔ شمالی ہندوستان میں یہ رسالہ برسوں تک اسلام اور مسلمانان ہند کی گرانقدر تبلیغی و دینی خدمات بجا لاتا رہا۔ جناب سید غلام عباس صاحب جیلانی' قادری' حنفی سجادہ نشین مکڈ ضلع اٹک نے بیان دیا کہ "رسالہ انوار الاسلام" شہر سیالکوٹ موجودہ مسلمانان پنجاب کو روحانی ہر طرح سے امداد' بامداد اللہ پوری مدد دے رہا ہے"۔ (رسالہ مذکورہ جلد ۱۰ نمبر ۳)

اس طرح ۰۰۰ن احمد حسین صاحب (ریاست راجپوتانہ) نے اس رسالہ کی

نسبت اس رائے کا اظہار فرمایا کہ ”اس صدی میں رسالہ انوار الاسلام ایک مجدد کا کام دے رہا ہے بلکہ جس کام کے واسطے انبیاء علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے‘ اس کی انجام دہی میں سرگرم عمل ہے۔“

(انوار الاسلام ۱۵ مارچ ۱۹۰۱ء صفحہ ۳۱)

منشی کریم بخش صاحب کے بعد مولانا منشی رحیم بخش صاحب نے رسالہ کی ادارت سنبھالی۔ آپ نے رسالہ کی جلد ۷ نمبر ۱۱ کے صفحات ۱۱ سے ۱۶ میں ”ایک ناصح کے چند کلمات“ کے عنوان سے درج ذیل مضمون سپرد اشاعت فرمایا۔ یہ مضمون حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی ایک تقریر کی ہو بہو نقل ہے جو آپ نے ۹ اگست ۱۹۰۵ء کو ارشاد فرمائی اور ہفت روزہ الحکم قادیان مورخہ ۷ اگست ۱۹۰۵ء میں شائع ہوئی۔

ایک ناصح کے چند کلمات

”سب سے بڑی بات تو دین ہے جس کو حاصل کر کے انسان حقیقی اور روحانی راحت کو حاصل کرتا ہے۔ دنیا کی زندگی تو بہرحال گذر جاتی ہے۔

شب تنور گذشت و شب سمور گذشت

یعنی راحت اور رنج دونوں گزر جاتے ہیں۔ لیکن دین ایک ایسی چیز ہے کہ اس پر چل کر انسان خدا کو راضی کر لیتا ہے۔ یقیناً جانو کہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک راضی نہیں ہوتا اور نہ کوئی شخص اس تک پہنچ سکتا ہے جب تک صراط مستقیم پر نہ چلے۔

وہ اس وقت ہو سکتا ہے جب اللہ تعالیٰ کی ذات صفات کو شناخت کرے اور ان راہوں اور ہدایتوں پر عمل در آمد کرے جو اس کی مرضی اور منشاء کے مواقع ہیں۔ جب یہ ضروری بات ہے تو انسان کو چاہیئے کہ دین کو دنیا پر مقدم کرے اور یہ کچھ مشکل امر نہیں۔ دیکھو انسان پانچ سات روپیہ کی خاطر جو دنیا کی ادنیٰ ترین خواہش ہے۔ اپنا سر کٹا لیتا ہے پھر جب اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا خیال ہو اور اسے راضی کرنا چاہیئے تو کیا مشکل ہے۔

انسان حقیقی دین سے کیوں محروم رہ جاتا ہے۔ اس کا بڑا باعث ہے خویش و اقارب دوستوں اور قوم کے تعلقات کو ایسا مضبوط کرلیتا ہے کہ وہ ان کو چھوڑنا نہیں چاہتا تو ایسی صورت میں ناممکن ہے کہ یہ نجات کا دروازہ اس پر کھل سکے۔ ایک قسم کی نامردی اور کمزوری ہے۔ لیکن یہ شہیدوں اور مردوں کا کام ہے کہ ان تعلقات کی ذرا بھی پرواہ نہ کرے اور خدا تعالٰی کی طرف قدم اوٹھائے۔

بعض کمزور فطرت لوگوں کا خیال ہوتا ہے کہ خدا تعالٰی کی عبادت ہی کرنی ہے خواہ کسی مذہب میں ہوں۔ مگر وہ نہیں جانتے کہ آج جس قدر مذاہب موجود ہیں ان میں کوئی بھی مذہب بجز اسلام کے ایسا نہیں جو اعتقادی اور عملی غلطیوں سے مبرا ہو۔ وہ سچا اور زندہ خدا جس کی طرف رجوع کرکے انسان کو حقیقی راحت اور آرام ملتا ہے۔ جس کے ساتھ تعلق پیدا کرکے انسان اپنی گناہ آلودہ زندگی سے نجات پاتا ہے۔ وہ اسلام کے سوا مل نہیں سکتا۔ یہی پہلا زینہ ہر قسم کی روحانی ترقیوں کا ہے۔ اگر اس کی توفیق ملجاوے تو پھر خدا اوسکا اور وہ خدا کا ہو جاتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ جب ایک شخص محض اللہ تعالٰی کی رضا کے لئے کسی قسم کے نفسانی اغراض کے بغیر ایک قوم سے قطع تعلق کرتا ہے اور خدا ہی کو راضی کرنے کے لئے قوم میں داخل ہوتا ہے۔ تو ان تعلقات قومی کے توڑنے میں سخت تکلیف اور دکھ ہوتا ہے۔ مگر یہ بات خدا تعالٰی کے نزدیک بڑی قابل قدر ہے اور یہ ایک شہادت ہے۔ جس کا بہت بڑا اجر اللہ تعالٰی کے حضور ملتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالٰی تو فرماتا ہے۔ من یعمل مثقال ذرہ خیرا یرہ یعنی جو شخص ایک ذرہ برابر بھی نیکی کرتا ہے اور خدا کی رضا کے لئے ایک موت اپنے لئے روا رکھتا ہے۔ اسے اجر کیوں نہ ملے؟ جو شخص خدا تعالٰی کے لئے اپنے تعلقات کو توڑتا ہے وہ فی الحقیقت ایک موت اختیار کرتا ہے۔ کیونکہ اصل موت بھی ایک قسم کا قطع تعلق ہی ہے۔ یعنی روح کا جسم سے قطع تعلق ہونا ہے خدا تعالٰی کے لئے ان تعلقات کو توڑنا جو اپنی قوم اور خویش و اقارب سے ہوتے ہیں خدا کے نزدیک بہت بڑی بات ہے۔ بسا اوقات یہ روک بڑی زبردست روک انسان کی طرف آنے کے لئے ہو جاتی ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ دوستوں کا

ایک گروہ ہے۔ ماں' باپ' بہن بھائی اور دوسرے رشتہ دار ہیں ان کی محبت اور تعلقات نے اس کے رگ و ریشہ میں ایسی سرایت کی ہوئی ہے کہ وہ اسلام کی صداقت اور سچائی کو تسلیم کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ بجز اس کے نجات نہیں۔ لیکن ان تعلقات کی بنا پر اقرار کرتا ہے کہ یہ راہ جس میں میں چلتا ہوں' خطرناک اور گندی راہ ہے۔ مگر کیا کریں جہنم میں پڑنا منظور ان تعلقات قومی کو کیونکر چھوڑ دیں۔ ایسے لوگ نہیں جانتے کہ یہ صرف زبان سے کہنا تو آسان ہے کہ جہنم میں پڑنا منظور۔ اگر انہیں اس دکھ درد کی کیفیت معلوم ہو تو پتہ لگے۔ ایک آنکھ میں ذرا درد ہو تو معلوم ہو جاتا ہے کہ کس قدر تکلیف ہے پھر جہنم تو وہ جہنم ہے جس کی بابت قرآن شریف میں آیا ہے۔ لا یموت فیھا و لا یحی ایسے لوگ سخت غلطی پر ہیں۔ اس کا تو فیصلہ آسان ہے دنیا میں دیکھ لے کہ کیا وہ دنیا کی بلاؤں پر صبر کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں تو پھر یہ کیونکر سمجھ لیا کہ عذاب جہنم کو برداشت کر لیں گے۔ بعض لوگ تو دوسروں کو دھوکہ دیتے ہیں مگر وہ لوگ تو اپنے آپ کو دھوکہ دیتے ہیں۔ یقیناً سمجھو کہ جہنم کا عذاب بہت ہی خطرناک ہے اور یہی یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر فرما دیا ہے۔ و من یبتغ غیر الاسلام دینا الایہ۔ یعنی جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا خواستگار ہو وہ آخر کار ٹوٹے میں رہے گا۔

جس طرح پر انسان کا ایک حلیہ ہوتا ہے اور وہ اسی سے شناخت کیا جاتا ہے اسی طرح پر اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے صفات بھی ایک طرح پر واقعہ ہوئے ہیں۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ مختلف مذاہب والے خدا تعالیٰ کی جو شکل اور صفات پیش کرتے ہیں وہ سب کی سب درست ہوں۔ عیسائی' ہندو' چینی ہر ایک جدا جدا صفات پیش کرتا ہے۔ پھر کون عقل مند یہ مان لے گا کہ ہر ایک اپنے اپنے بیان میں سچا ہے۔

ماسوائے اس کے سچائی کے خود انوار اور برکات ہوتے ہیں۔ یہ بھی تو دیکھنا چاہئے کہ وہ نشانات اور انوار و برکات کس خدا کو مان کر ملتے ہیں اور کس دین میں وہ پائے جاتے ہیں۔ ایک شخص ایک نسخہ کو استعمال کرتا ہے۔ اگر اس نسخہ میں کوئی خوبی

اور اثر ہے تو صاف ظاہر ہے کہ چند روز کے استعمال کے بعد ہی اس کی مفید تاثیریں معلوم ہونے لگیں گی لیکن اگر اس میں کوئی خوبی اور تاثیر نہیں ہے تو خواہ ساری عمر اسے استعمال کرتے جاؤ کچھ فائدہ نہیں ہو گا۔ اس معیار پر اسلام اور دوسرے مذاہب کی سچائی اور حقیقت کا بہت جلد پتہ لگ جاتا ہے۔

میں سچ کہتا ہوں کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو اپنی تاثیر اور انوار و برکات کے لئے کسی گذشتہ قصہ کا حوالہ نہیں دیتا اور نہ صرف آئندہ کے وعدوں ہی پر رکھتا ہے۔ بلکہ اس کے پھل اور آثار ہر وقت اور ہر زمانے میں پائے جاتے ہیں اور اس دنیا میں ایک سچا مسلمان ان ثمرات کو کھالیتا ہے۔

بتلاؤ ایسے مذہب انسان کو کیا امید دلا سکتے ہیں جن میں توبہ تک منظور نہیں۔ ایک گناہ کر کے جب تک کروڑوں جونیں نصیب نہ ہولیں خدا سے صلح نہیں ہو سکتی۔ وہاں انسان کیا پائے گا۔ اس کی روح کو راحت اور تسلی کیونکر مل سکے گی۔ مذہب کی سچائی کی بڑی علامت یہ ہے کہ اس راہ سے دور افتادہ خدا کے نزدیک آجاتا ہے۔ جیسے جیسے وہ نیک عمل کرتا جائے اسی قدر تاریکی دور ہو کر معرفت اور روشنی آتی جاوے اور انسان خود محسوس کرے کہ وہ نجات کی ایک یقینی راہ پر جارہا ہے۔ اس کی ہدایتیں ایسی صاف اور واضح ہوں کہ انسان ان کے ماننے اور اس پر عمل کرنے میں پورے طور پر تیار ہوں۔

بھلا یہ بھی کوئی تعلیم اور اصول ہے کہ ذرہ ذرہ کو خدا اقرار دے دیا جاوے۔ خدا ازلی ابدی ہے اسی طرح پر ذات عالم اور ارواح کو ازلی ابدی تسلیم کیا جاوے۔ اگر ایسا کوئی خدا ہے کہ جس نے ایک ذرہ بھی کسی قسم کا پیدا نہیں کیا تو اس پر بھروسہ کیسا۔ اس کا ہم پر حق کیا ہے جو عبادت کریں۔ کیونکر عبادت کے لئے حق ہی تو ہونا چاہئے۔ جب کوئی حق ہی نہ ہو تو ایک ذرہ ذرہ اسے کہہ سکتا ہے۔ کہ تیرا ہم پر کیا حق ہے؟ اس عقیدہ کو رکھ کر انسان کس طرح پر خدا پرست ہو سکتا ہے۔ بلکہ میرے نزدیک خدا کی ہستی پر دلیل ہی قائم نہیں ہو سکتی۔ اگر آریوں سے کوئی دہریہ یہ پوچھے کہ پرمیشر کی

ہستی کا کیا ثبوت ہے تو اس کا جواب وہ کیا دے سکتے ہیں؟ کیونکہ صانع کو مصنوعات سے شناخت کرتے ہیں جب کہ مصنوعات ہی کا وجود نہیں تو صانع کا وجود کہاں سے آیا۔ جیو اور پر کرتی کو جو خود بخود تسلیم کرتے ہیں۔ تو پھر ان کے جوڑنے جاڑنے کے لئے کیا حاجت ہو سکتی ہے۔ اس طرح پر کوئی دلیل اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ان کے ہاتھ میں نہیں ہے اور جب تک اس کی ہستی پر کوئی دلیل نہیں کس طرح کوئی مان لے کہ وہ ہے ماسوائے اس کے ان لوگوں کا یہ بھی اصول نہیں کہ خدا رحم کرنے والا ہے۔ ہر شخص کی اس ہستی پر توجہ ہوتی ہے۔ جسے رحیم' کریم اور فیاض تسلیم کرے لیکن انہوں نے یہ مانا ہے کہ بغیر کرموں کے پھل کے اور کچھ عطا ہی نہیں کر سکتا۔ اگر کرموں پر ہی سارا مدار ہے تو اس خدا پر کیا بھروسہ اور کیا امید جس کا ذرہ بھر احسان نہیں ہے۔

یہ تمام امور ہیں۔ جب انسان ان کو بنظر غور دیکھتا ہے تو اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ سوائے اسلام کے دوسروں سے سچی ہدایتیں نہیں ملتی ہیں' ماسوائے اس کے ایک اور بڑی بات قابل غور ہے کہ اسلام میں بہت بڑی بھاری خاصیت یہ ہے کہ انسان جس مطلب کے لئے بنایا گیا ہے وہ اسلام کے سوا حاصل نہیں ہو سکتا وہ کیا ہے؟ یہ کہ خدا کی محبت بڑھے اور اس کی معرفت ترقی کرے۔ جس سے وہ ایک کامل شوق و ذوق کے ساتھ اس کی عبادت کرے لیکن یہ مطلب کبھی پورا نہیں ہو سکتا جب تک تعلیم اور ہدایت کامل نہ ہو اور پھر اس تعلیم اور ہدایت پر عمل کرنے کے جو نتائج اور ثمرات ہیں ان کا نمونہ موجود نہ ہو جس کو دیکھ کر معلوم ہو کہ خدا قادر خدا ہے۔

یہ ساری باتیں اس وقت سمجھ میں آتی ہیں جب انسان ان کا پر غور مطالعہ کرتا ہے۔ عقلمند اور سعید کے دل میں تو اللہ تعالیٰ خود ہی ایک واعظ پیدا کر دیتا ہے اور وہ اسلام اور دوسرے مذاہب میں اسی طرح امتیاز کر لیتا ہے۔ جس طرح پر تاریکی اور نور میں ہے۔ لیکن بعض شخص ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے دل پر ایک مہر ہوتی ہے۔ وہ حقیقت تک پہنچنے کی سعی نہیں کرتے بلکہ بیہودہ اعتراض کرتے ہیں۔ سعادت خدا تعالیٰ کی عطا اور بخشش ہے۔ کوئی شخص جب تک روح حق اور راستی سے مناسبت نہیں رکھتا

اس طرف آ نہیں سکتا اور یہ خدا کے فضل پر موقوف ہے۔
اگر کوئی کہے کہ اعمال سے شناخت ہو سکتا ہے کہ کونسا مذہب سچا ہے تو وہ لوگ جو راہزنی اور قزاقی کرتے ہیں ان سے پوچھا جاوے تو وہ اسے مکروہ خیال نہیں کرتے بلکہ ایک شکار سمجھتے ہیں۔ اسی طرح اور لوگ جو فسق و فجور میں مبتلا ہیں وہ برا نہیں سمجھتے۔ یہ کوئی بات نہیں ہے۔ اصل یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور فیض کے برکات اور انوار ساتھ ہوں۔

غرض اول یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق غور کرے اور سمجھے۔ سب سے اول اسی کا فرض ہے اور یہ سمجھ ملنا اس کے فضل پر موقوف ہے۔ پھر دعا کرے اور نیک صحبت میں رہے اور یہ بھی خیال کرے کہ عمر کا کوئی اعتبار نہیں۔ بعض لوگ اس انتظار میں رہتے ہیں کہ فلاں وقت اس نیکی کو کرلیں گے مگر وہ اس انتظار ہی میں رہتے ہیں اور موت آجاتی ہے۔ اس لئے نیکی کے اختیار کرنے میں دیر نہیں کرنی چاہئے۔"
(انوار الاسلام جلد ۷ نمبر ۱ا صفحہ ۱۱۔ ۱۲)

۲۔ "مولانا" عبدالحمید خاں ایڈیٹر رسالہ "مولوی" دہلی

"مولانا" عبدالحمید خاں مدیر مسئول رسالہ "مولوی" نے اس رسالہ کے شمارہ صفر ۱۳۶۵ (مطابق جنوری ۱۹۴۶ء) میں شان مصطفیٰ ﷺ پر ایک پر معارف مضمون شائع کیا جو براہین احمدیہ جلد ۴ صفحہ ۱۷۷۔ ۱۸۰ سے معمولی تصرف کے ساتھ لفظاً لفظاً نقل ہوا تھا۔ رسالہ "مولوی" میں شائع شدہ مضمون درج ذیل کیا جاتا ہے۔ عکس کتاب ہذا کے صفحات 194 تا 196 ملاحظہ کریں۔

فیضان محمدیؐ کی مثال

"اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا اس کے نور کی مثال مانند طاق کے ہے کہ اس میں چراغ ہو اور چراغ شیشے کی قندیل میں ہو۔ قندیل ایسی ہو کہ گویا ایک تارا چمکتا ہے۔ روشن کیا جاتا ہے وہ چراغ' درخت مبارک زیتون سے۔ وہ نہ مشرق کی طرف ہے اور

نہ مغرب کی طرف نزدیک ہے۔ اس کا تیل روشن ہو جائے اگرچہ اس کو آگ نہ لگے۔ روشنی کے اوپر روشنی۔ اللہ تعالیٰ اپنے نور سے جس کو چاہتا ہے راہ دکھاتا ہے اور اللہ لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔"

خدا آسمانوں اور زمین کا نور ہے

یعنی ہر ایک نور جو بلندی اور پستی ارواح و اجسام اور ظاہر و باطن میں نظر آتا ہے خواہ وہ ذاتی ہو یا عرضی اور خواہ ذہنی ہو یا خارجی خالق ارض و سماوی کا عطیہ ہے اور اسی کا فیضان ہے یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ حضرت رب العالمین کا فیضان ہر چیز پر محیط ہے کوئی جگہ اور کوئی وجود اس کے فیض سے خالی اور محروم نہیں۔ وہ تمام فیوض کا مبداء اور تمام انوار کی علت ہے۔ تمام رحمتوں کا سرچشمہ ہے۔ تمام برکات کا مخزن ہے۔ اللہ ہی ہے جس نے ہر چیز کو ظلمت عدم سے نکال کر وجود کی روشنی عطا کی۔ کائنات ارض و سماوی میں کوئی وجود ایسا نہیں جو ذات باری تعالیٰ سے مستفیض نہ ہو۔ یہی فیضان عام ہے جس کو اللہ نور السموات والارض سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اس فیض عام کو بیان فرمانے کے بعد بغرض اظہار کیفیت فیضان خاص' نور حضرت خاص حضرت خاتم الانبیا ﷺ کی مثال کو بیان فرمایا۔ نور محمدیؐ کو مثال میں اس لئے بیان فرمایا کہ اس دقیقہ نازک کو سمجھنے میں کوئی ابہام اور دقت باقی نہ رہے۔ علم و بیان و معانی کا اصول ہے کہ معانی معقولہ کو صور محسوسہ میں بیان کرنے سے ہر ایک غبی بھی دقیق امر کو بخوبی سمجھ جاتا ہے۔ فرمایا کہ نبوت محمدیؐ پر ایمان لانے والو! اگر نور محمدیؐ یعنی فیضان محمدیؐ کے شرف و کمال کو سمجھنا ہے تو اس مثال سے سمجھو تاکہ تم اپنی زندگیوں اور عقائد و اعمال کی تاریکیوں کو دور کر کے اپنے آپ کو نور ایمان سے منور کر سکو۔

ایک طاق میں چراغ

طاق سے مراد رسول اکرم ﷺ کا سینہ مبارک اور چراغ سے مراد وحی الٰہی ہے۔ پھر فرمایا کہ چراغ ایک شیشہ کی قندیل میں ہے جو نہایت مصفی ہے یعنی نہایت پاک و مقدس دل اپنی اصل فطرت میں صاف و شفاف شیشہ کی طرح ہر قسم کی کدورتوں سے اور ہر نوع کی کثافتوں سے منزہ و مطہر ہے۔ مطلب یہ کہ آپ کا سینہ صافی تعلقات ماسوی اللہ سے بکلی پاک ہے اس میں غیر اللہ کی محبت خوف و عظمت و جلال کا مطلق گذر نہیں۔ یہی وہ سینہ ہے جس سے دنیا میں علوم و سعادت کے چشمے پھوٹیں گے اور فکری و عملی گمراہیوں کے خس و خاشاک کو بہا لے جائیں گے۔ ذہنی اور دلی امراض کا آپ قلع قمع کریں گے اور انسانوں کے دلوں کو صاف کر کے ان میں الا اللہ کے نقوش ثبت کر دیں گے۔

شیشہ کی صفائی یا سینہ محمدی کی آب و تاب کو فرمایا کہ گویا آسمانی ہدایت کا ایک روشن ستارہ ہے یعنی آپ کا دل ایسا منور اور درخشندہ ہے کہ اس کی اندرونی درخشندگی بیرونی قالب پر پانی کی طرح بہتی ہوئی نظر آتی ہے۔

چراغ زیتون کے روغن سے روشن کیا گیا ہے

فرمایا۔ وہ چراغ زیتون کے شجرہ مبارکہ سے روشن کیا گیا ہے۔ شجرہ مبارکہ سے مراد وجود محمدیؐ ہے جو تناسب اعضاء جامعیتِ و کمال اور انواع و اقسام کی برکتوں اور دل کشیوں کا مجموعہ ہے۔ جس کا فیض کسی سمت، کسی زبان اور کسی کے لئے مخصوص نہیں بلکہ تمام انسانوں، تمام ملکوں اور تمام زمانوں کے لئے عام اور جاری ہے جو قیامت تک کبھی منقطع نہ ہو گا۔ آپ پر ایمان لانے والے اپنی بے بصیرتی، کورذوقی، بدقسمتی اور محرومی سے پست و ذلیل ہو جائیں تو ہو جائیں مگر آپ کا اسوہ حسنہ بدستور افق عالم پر ضیاریز رہے گا اور مسلمانوں کو ترقی و کامیابی اور فلاح و نجات کی طرف بلاتا رہے گا۔

آپ نے اپنی امت کو وہ شریعت غراء دی ہے جس کے علم و عقل کی تابناکی سے تمام شریعتیں ماند پڑ گئیں۔ آپ ہی کی شریعت کاملہ ہے جس نے زندگی کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کر دیا اور اپنوں بیگانوں کے سامنے روحانی و مادی ترقی کے سب اصول و قوانین رکھ دیئے۔ آپ کی شریعت کی بنیاد نیکی اور عدل پر ہے۔ آپ کی بعثت سے تمام روئے زمین کے لئے عام خیر و برکت کا دروازہ کھل گیا اور تورات کی پیش گوئی پوری ہوئی۔

اور یہ وہ برکت ہے جو موسیٰؑ مرد خدا نے اپنے مرنے سے پہلے اسرائیل کو بخشی اور اس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشی شریعت ان کے لئے تھی۔ (استثناء باب ۳۳)

شجرہ مبارکہ نہ شرقی ہے اور نہ غربی

یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی تعلیم میں نہ افراط ہے اور نہ تفریط۔ پہلی تعلیمات اور شریعتوں سے امم سابقہ افراط و تفریط ہی کی وجہ سے محروم ہوئیں اور میدان ضلالت میں جا نکلیں۔ نیز اس سے یہ بھی مراد ہے کہ طینت پاک محمدیؐ میں نہ افراط ہے نہ تفریط بلکہ بدرجہ کمال اعتدال و توسط پر ہے۔ یہ جو فرمایا کہ اس شجرہ کے روغن سے چراغ وحی روشن کیا گیا ہے' سو اس میں روغن سے مراد عقل لطیف ہے یعنی آنحضرت ﷺ کے جمیع اخلاق فاضلہ اور کمالات صوری و معنوی آپ کی عقل کے چشمہ صافی سے پروردہ ہیں۔ اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ فیضان وحی لطائف محمدیہ کے مطابق ہوا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضور صلعم سے پہلے جتنے بھی نبی ہوئے ان پر ان کی فطرت کے مطابق وحی کا نزول ہوتا رہا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مزاج میں جلال و غضب تھا اس لئے آپ پر شریعت بھی جلالی ہی نازل ہوئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مزاج میں حلم و بردباری کا مادہ زیادہ تھا اس لئے آپ کی شریعت کا مرکزی نقطہ بھی حلم و نرمی قرار پایا۔ اس کے مقابلہ میں ہمارے نبی ﷺ کے مزاج میں تمام

اوصاف و اخلاق کمال اعتدال و توازن کے ساتھ پائے جاتے تھے۔ آپ کا مزاج بدرجہ غائت وضع استقامت پر تھا۔ نرمی کی جگہ نرمی، سختی کی جگہ سختی، عفو کی جگہ عفو، انتقام کی جگہ انتقام، رحمت کی جگہ رحمت اور غضب کی جگہ غضب۔ غرض یہ کہ حکیمانہ طور پر آپ کی طبیعت موزوں و معتدل تھی اس لئے ارشاد فرمایا کہ چراغ وحی فرقان کو اس شجرہ مبارکہ سے روشن کیا گیا ہے کہ نہ شرقی ہے نہ غربی ہے۔ یعنی قرآن طبیعت متعدلہ محمدیہ کے موافق نازل ہوا ہے جس میں نہ مزاج موسوی کی طرح سختی ہے اور نہ درشتی ہے اور نہ مزاج عیسوی کی مانند نرمی بلکہ یہ نبی رحمت وہیبت و غضب اور لطف و قہر کا جامع ہے۔ مظہر کمال اعتدال ہے اور جلال و جمال کا منبع ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر اسی اخلاق معتدلہ فاضلہ اور جمعیت عقل و وحی کو یوں بیان فرمایا۔ انک لعلی خلق عظیم۔ اے نبی! تو ایک خلق عظیم پر مخلوق ہے یعنی تو مکارم اخلاق کا متمم و مکمل نمونہ ہے کہ اس پر زیادت متصور ہی نہیں۔ آپ کو پورا پورا نوعی کمال حاصل ہو گیا۔

ایسا تیل جو بے آگ روشن ہو

فرمایا اور تیل ایسا صاف اور لطیف کہ بے آگ دکھائے ہی روشن ہونے کی خاصیت رکھتا ہو۔ آپ کی فکری و عملی اور ظاہری و باطنی قویٰ صلاحیتیں اور اخلاق فاضلہ بغیر وحی خودبخود ہی روشن ہونے اور عالم کو بقعہ طور بنا دینے پر آمادہ تھے۔ آپ کی عقل اور جذبات و احساسات نبوت ملنے سے پہلے ہی کمال موزونیت لطافت اور نورانیت رکھتے تھے۔ یہاں ضروری اور مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی نبوت سے پہلی زندگی کے متعلق تبرکاً کچھ واقعات و اخلاق ہدیہ ناظرین کر دیئے جائیں۔

رسول اللہ ﷺ کے اخلاق و عادات لڑکپن ہی سے ایسے اعلیٰ اور بے نظیر تھے جو آپ کو دیکھتا گرویدہ ہو جاتا۔ آپؐ تمام مکہ میں ممتاز و نمایاں تھے۔ آپؐ قریش میں الامین مشہور تھے۔ قریش کی محفلوں میں زیادہ تر لہو و لعب اور فسق و فجور ہوتا تھا مگر

آپؐ کبھی کسی ایسی لغو محفل میں شریک نہیں ہوئے۔ قریش میں بڑے بڑے صاحب' تجربہ کار اور صاحب دانش و بینش لوگ موجود تھے مگر بڑے بڑے سردار اہم واقعات میں آپؐ سے مشورہ لیتے تھے اور اپنے جھگڑوں میں آپؐ کو حکم بناتے تھے۔ آپؐ جو حکم اور مشورہ دیتے بسرو چشم اس پر عمل کرتے تھے۔ جس سے آپؐ کی دانش مندی کا کمال ظاہر ہوتا ہے۔

بت پرستی سے آپؐ کو طبعاً نفرت تھی۔ آپؐ گھنٹوں اپنی قوم کی جہالت و حماقت اور گمراہی پر غور کرتے۔ افسوس کرتے۔ کبھی پہاڑوں میں جاکر مظاہر قدرت پر غور کرتے۔ توحید و بت پرستی کے مسئلہ میں غرق رہتے۔ جب تھک جاتے تو گھر آکر سو جاتے۔

حضرت زیدؓ بن حارثہ فرماتے ہیں کہ ایک روز بعثت سے قبل میں رسول کریم ﷺ کے ہمراہ حوالی مکہ میں گیا وہاں آپ کی زید بن عمر بن نفیل سے ملاقات ہوئی۔ آپ ان سے بڑے اخلاق سے ملے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اے زید! آپ کی قوم جس ضلالت و خباثت میں مبتلا ہے وہ آپ جانتے ہی ہیں آپ اس کا کچھ علاج نہیں سوچتے؟ زید نے کہا میں پہلے ہی اپنی قوم کی بت پرستی سے بیزار ہوں۔ دین حق کی تلاش میں شام اور عراق وغیرہ کا سفر کر چکا ہوں۔ وہاں مجھے ایک متدین مسیحی عالم نے کہا کہ دین کا سب سے بڑا علمبردار عنقریب مکہ سے ظاہر ہوگا۔ اس کے ظہور کا ستارہ طلوع ہو چکا ہے۔ میں اسی شوق و انتظار میں لوٹ آیا ہوں مگر یہاں حالات میں کوئی تغیر و انقلاب نہیں دیکھتا۔ حیران ہوں کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اس کے بعد گفتگو ختم ہو گئی۔

اس سے ناظرین بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ صاف و شفاف تیل بے آگ روشن ہونے کے لئے کس طرح آمادہ تھا۔

نور فائض ہوا نور پر

رسول اللہؐ کی مبارک زندگی میں نبوت ملنے سے پہلے ہی بہت سے نور جمع تھے۔

نور عقل' نور بصیرت اور نور اخلاق تمام انوار لمعانیاں دکھا رہے تھے۔ اب نور علی نور کا منظر دنیا کے سامنے آتا ہے۔ زمینی نور آسمانی نور سے مل کر آفتاب ہدایت بنتا ہے۔ عقل و بصیرت کی رہنمائی و دست گیری کے لئے آسمانی نور نمودار ہو جاتا ہے۔ یعنی آپ منصب نبوت پر فائز ہوئے۔ وحی الٰہی کا نزول شروع ہو گیا۔ گمراہیاں اور ظلمتیں دور ہونے لگیں۔ آسمانی نور نے زمینی تاریکیوں کو ڈھونڈ کر نکالنے پر کمر باندھی اور وجود باجود خاتم الانبیاء کا مجمع الانوار بن گیا۔"

(رسالہ مولوی ماہ صفر ۱۳۵۶ھ / جنوری ۱۹۴۶ء صفحہ ۱۵۔۱۶)

۳۔"عالم لدنی' واقف حقیقت' ماہر طریقت"مولانا"صوفی محمد ابراہیم صاحب قصوری نقشبندی

(مرید خاص میاں شیر محمد صاحب نقشبندی مجددی شرقپوری)

مولانا صاحب ایک مایہ ناز سوانح نگار تھے۔ آپ کی قیمتی تالیف "خزینہ معرفت" جو میاں شیر محمد صاحب شرقپوری کی سوانح اور ملفوظات پر مشتمل ہے۔ مذہبی حلقوں میں بہت مشہور اور مقبول ہے اور تصوف کا گہرا رنگ لئے ہوئے ہے۔ یہ کتاب پہلی بار متحدہ ہندوستان میں ربیع الاول ۱۳۵۰ھ مطابق جولائی ۱۹۳۱ء میں جناب مولوی غلام حسین صاحب امام مسجد رانجھے خاں قصور نے شائع کرائی تھی۔ اس کتاب کے اب تک متعدد ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ مولانا صاحب نے اس کتاب میں آنحضرت ﷺ کی اعلیٰ و ارفع شان تحریر فرماتے ہوئے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی کتب سے بھرپور استفادہ آپ کا ذکر کئے بغیر کیا اور مندرجہ ذیل تین تصانیف کے کئی صفحات (چند تصرفات کے ساتھ) لفظاً لفظاً شامل کتاب فرمائے ہیں۔

(۱) سرمہ چشم آریہ تالیف، ۱۸۸ء

(۲) آئینہ کمالات اسلام تالیف ۱۸۹۳ء

(۴) براہین احمدیہ حصہ پنجم تالیف ۱۹۰۵ء

"سرمہ چشم آریہ" کی عبارت

"خزینہ معرفت" کا حسب ذیل اقتباس کتاب سرمہ چشم آریہ کے حاشیہ صفحہ ۱۸۸ تا ۲۰۴ سے معمولی کمی بیش کے ساتھ لفظاً لفظاً اخذ کیا گیا ہے۔

"عادت اللہ۔ یا تم یونہی سمجھ لو کہ اس قانون قدرت جو اس کی صفت و حدت کے مناسب حال ہے۔ یہی ہے کہ وہ بوجہ واحد ہونے کے اپنے افعال خالقیت میں رعائت وحدت کو دوست رکھتا ہے۔ جو کچھ اس نے پیدا کیا ہے۔ اگر اس سب کی طرف نظر غور سے دیکھیں تو اس ساری مخلوقات کو جو اس دست قدرت سے صادر ہوئی ہے۔ ایک ایسا سلسلہ وحدانی اور باترتیب رشتہ میں منسلک پائیں گے کہ گویا وہ ایک خط ممتد حدود ہے۔ جس کے دونوں طرفوں میں سے ایک طرف ارتفاع و بلندی اور دوسری طرف انخفاض یعنی (پستی) اس طرح پر ہے انخفاض........ارتفاع اس قدر بیان میں تو ایک موٹی سمجھ کا آدمی بھی اس کے ساتھ اتفاق رائے کر سکتا ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور دائرہ انسانیت میں بہت سے متفاوت اور کم و بیش استعدادیں پائی جاتی ہیں کہ اگر کمی بیشی کے لحاظ سے ان کو ایک باترتیب سلسلہ میں مرتب کریں تو بلاشبہ اس سے اسی خط مستقیم ممتد محدود کی صورت نکل آئے گی۔ جو اوپر ثبت کیا گیا ہے۔ طرف ارتفاع کے اخیر کے نقطے پر استعداد کا انسان ہو گا۔ جو اپنی استعداد اسانی میں نوع انسان سے بڑھ کر ہے اور طرف انخافض میں ناقص الاستعداد روح ہو گی جو اپنے غائت درجہ کے نقصان کی وجہ سے حیوانات لا یعقل کے قریب قریب ہے اور اگر سلسلہ جمادی کی طرف نظر ڈال کر دیکھیں تو اس قاعدہ کو اور بھی تائید پہنچی ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے چھوٹے سے چھوٹے جسم سے لے کر جو ایک ذرہ ہے۔ ایک بڑے سے بڑے جسم تک جو آفتاب ہے۔ اپنی صفت خالقیت کو تمام کیا ہے اور بلاشبہ خدا تعالیٰ نے اس جمادی سلسلہ میں آفتاب کو ایک عظیم الشان اور نافع اور ذی برکت وجود پیدا کیا ہے کہ طرف

ارتقاع میں اس کے برابر کوئی ایسا وجود نہیں ہے۔ سو اس سلسلہ کے ارتفاع اور انخفاض پر نظر ڈال کر جو ہر وقت ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ روحانی سلسلہ ہے جو اسی کے ہاتھ سے نکلا ہے اور اسی عادت اللہ پر ظہور پذیر ہوا ہے۔ خود بلا تامل سمجھ میں آتا ہے کہ وہ بھی بلاتفاوت اسی طرح واقعہ ہے اور یہی ارتفاع اور انخفاض اس میں بھی موجود ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے کام یکرنگ اور یکساں ہیں۔ اس لئے کہ واحد ہے اور اپنے اصدار و افعال میں وحدت کو دوست رکھتا ہے۔ پریشانی اور اختلاف اس کے کاموں میں راہ نہیں پا سکتا اور خود یہ کیا ہی پیارا اور موزون طریق معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے کام باقاعدہ اور ایک ترتیب سے مرتب اور ایک سلک میں منسلک ہوں۔ اب جب کہ ہم نے ہر طرح سے ثبوت پا کر بلکہ بالبداہت دیکھ کر خدا تعالیٰ کے اس قانون قدرت کو مان لیا کہ اس کے تمام کام کیا روحانی اور کیا جسمانی پریشان اور مختلف طور پر نہیں ہیں۔ جن میں یونہی گڑبڑ پڑا ہوا ہو۔ بلکہ ایک حکیمانہ ترتیب سے مرتب اور ایک ایسے باقاعدہ سلسلہ میں بند ہے۔ جو ایک ادنیٰ درجہ سے شروع ہو کر انتہائی درجہ تک پہنچتا ہے اور یہی طریق وحدت اسے محبوب بھی ہے۔ تو اس قانون قدرت کے ماننے سے ہمیں یہ بھی ماننا پڑا کہ جیسے خدا تعالیٰ نے جمادی سلسلہ میں ایک ذرہ سے لے کر اس وجود اعظم تک یعنی آفتاب تک نوبت پہنچائی ہے۔ جو ظاہری کمالات کا جامع ہے۔ جس سے بڑھ کر اور کوئی جسم جمادی نہیں۔ ایسا ہی روحانی آفتاب بھی کوئی ضرور ہو گا۔ جس کا وجود خط مستقیم مثالی میں ارتقاع کے اخیر نقطہ پر واقعہ ہو۔ اب تفتیش اس بات کی ہے کہ وہ کامل انسان جس کو روحانی آفتاب سے تعبیر کیا گیا ہے۔ وہ کون ہے اور اس کا کیا نام ہے؟ جس کا تصفیہ مجرد عقل سے ہو سکے۔ کیونکہ بجز خدا تعالیٰ کے یہ امتیاز کس کو حاصل ہے اور کون مجرد عقل سے ایسا کام کر سکتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کے کروڑ ہا اور بے شمار بندوں کو نظر کے سامنے رکھ کر اور ان کی روحانی طاقتوں اور قدرتوں کا موازنہ کر کے سب سے بڑے کو الگ کر کے دکھلا دے۔ بلاشبہ عقلی طور پر کسی کو اس جگہ دم مارنے کی گنجائش نہیں ہے۔ ہاں ایسی بلند و عمیق دریافت کے لئے کتب الہامی

ذریعہ ہیں جن میں خدا تعالیٰ نے پیش از ظہور ہزار ہا سال اس انسان کامل کا پتہ نشان بیان کر دیا ہے۔ پس جس شخص کے دل کو خدا تعالیٰ اپنی توفیق خاص سے اس طرف ہدائت دے گا کہ وہ الہام اور وحی پر ایمان لاوے اور ان پیشگوئیوں پر غور کرے جو بائبل میں درج ہیں۔ وہ تو ضرور اسے ماننا پڑے گا کہ وہ انسان کامل جو آفتاب روحانی ہے جس سے نقطہ ارتفاع کا پورا ہوا ہے اور جو دیوار نبوت کی آخری اینٹ ہے۔ وہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات پاک ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ اب بھی مکرر ظاہر کرتے ہیں کہ انسان کامل بلا تشبیہ خدا تعالیٰ کی ذات کا نمونہ ہے۔ خدا تعالیٰ دوسرا خدا ہرگز پیدا نہیں کرتا۔ یہ بات اس کی صفت احدیت کے مخالف ہے۔ ہاں اپنی صفات کمالیہ کا نمونہ پیدا کرتا ہے اور جس طرح ایک مصفی اور وسیع شیشہ میں صاحب روئت کی تمام و کمال شکل منعکس ہو جاتی ہے۔ ایسا ہی انسان کامل کے نمونہ میں الٰہی صفات عکسی طور پر آجاتے ہیں۔

ہم بیان کر چکے ہیں کہ صاحب انتہائی کمال کا جس کا وجود سلسلہ خط خالقیت میں انتہائی نقطہ ارتفاع پر واقعہ ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں اور ان کے مقابل پر وہ خسیس وجود انتہائی جو نقطہ انخفاض پر واقعہ ہے۔ اسی کو ہم لوگ شیطان سے تعبیر کرتے ہیں۔ اگرچہ بظاہر شیطان کا وجود مشہود و محسوس نہیں۔ لیکن اس سلسلہ حد خالقیت پر نظر ڈال کر اس قدر تو عقلی طور پر ضرور ماننا پڑتا ہے۔ کہ جیسے سلسلہ ارتفاع کے انتہائی نقطہ میں ایک وجود غیر مجسم ہے۔ جو دنیا میں خیر کی طرف ہادی ہو کر آیا۔ اسی طرح اس کے مقابل پر ذوالعقول میں انتہائی انخفاض میں ایک وجود شر انگیز بھی جو شر کی طرف جاذب ہو ضروری چاہئے۔ اسی وجہ سے ہر ایک انسان کے دل میں باطنی طور پر دونوں وجودوں کا اثر عام طور پر پایا جاتا ہے۔ پاک وجود جو روح الحق اور نور بھی کہلاتا ہے۔ یعنی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اس کا پاک اثر بخدمات قدسی و توجہات باطنی ہر ایک دل کو خیر اور نیکی کی طرف بلاتا ہے۔ جس قدر کوئی اس سے محبت اور مناسبت پیدا کرتا ہے۔ اسی قدر وہ ایمانی قوت پاتا ہے اور نورانیت اس کے دل میں پھیلتی ہے۔ یہاں تک کہ

وہ اس کے رنگ میں آ جاتا ہے اور ظلی طور پر ان سب کمالات کو پالیتا ہے جو اس کو حاصل ہیں اور جو وجود شرانگیز ہے یعنی وجود شیطان جس کا مقام ذوالعقول کے قسم میں انتہائی نقطہ انخفاض میں واقعہ ہے۔ اس کا اثر ہر ایک دل کو جو اس سے کچھ نسبت رکھتا ہے۔ شرک کی طرف کھینچتا ہے۔ جس قدر کوئی اس سے مناسبقت پیدا کرتا ہے۔ اسی قدر بے ایمانی اور خباثت کے خیال اس کو سوجھتے ہیں۔ یہاں تک کہ جس کو مناسبت تام ہو جاتی ہے۔ وہ اس کے رنگ اور روپ میں آکر پورا پورا شیطان ہو جاتا ہے اور ظلی طور ان سب کمالات خباثت کو حاصل کر لیتا ہے۔ جو اصلی شیطان کو اصل ہیں۔ اسی طرح اولیاء الرحمٰن اور اولیاء الشیطان اپنی اپنی مناسبت کی وجہ سے الگ الگ طرف کھینچے جاتے ہیں۔ اور وجود خیر مجسم جس کا نفسی نقطہ انتہائی درجہ کمال ارتفاع پر واقعہ ہے۔ یعنی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اس کا مقام معراج خارجی جو متہائے مقام عروج (یعنی عرش رب العالمین ہے) بتلایا گیا ہے۔ یہ درحقیت اس انتہائی درجہ کمال کا ارتفاع کی طرف اشارہ (ہے) جو اس وجود باجود کو حاصل ہے۔ گویا جو کچھ اس وجود خیر مجسم کو عالم قضاء و قدر میں حاصل تھا۔ وہ عالم مثال میں مشہود و محسوس طور پر دکھایا گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ اس نبی کریم ؐ کی شان رفیع کے بارہ میں فرماتا ہے۔ ورفع بعضھم درجات۔

پس اس رفع درجات سے وہی انتہائی درجہ کا ارتفاع مراد (ہے جو) ظاہری اور باطنی طور پر آنحضرت ﷺ کو حاصل ہے اور یہ وجود باجود جو خیر مجسم ہے، مقربین کی سب قسموں سے اعلیٰ و کمال ہے۔" (خزینہ معرفت صفحہ ۲۶۴۔۲۶۷)

"آئینہ کمالات اسلام" کی عبارت

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے "آئینہ کمالات اسلام" کے صفحہ ۵۷ سے ۶۷ تک اسلام کی لغوی اور اصطلاحی معنوں پر نہایت وجد آفریں انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ "خزینہ معرفت" کا درج ذیل اقتباس اس کے ابتدائی حصے سے نقل کیا گیا ہے۔

"واضح ہو کہ اسلام عربی لفظ ہے۔ جس کے معنی ہماری اردو زبان میں بطور پیشگی ایک چیز کا مول دینا اور کسی کو اپنا کام سونپنا اور طالب صلح ہونا اور کسی امر یا خصومت کو چھوڑ دینا اور اصطلاحی معنی وہ ہیں جن کا قرآن کریم کی اس آیت ذیل میں اشارہ ہے۔

بلی من اسلم وجھہ للہ و ھو محسن فلہ اجرہ عند ربہ و لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون۔

یعنی مسلمان وہ ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے تمام وجود کو سونپ دے۔ یعنی اپنے تمام وجود کو اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس کے ارادوں کی پیروی کے لئے اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے وقف کر دے اور پھر نیک کاموں پر خدا تعالیٰ کے لئے قائم ہو جائے اور اپنے وجود کی تمام عملی طاقتیں اس کی راہ میں لگا دے۔

مطلب یہ ہے کہ اعتقادی اور عملی طور پر محض خدا تعالیٰ کا ہو جائے۔ اعتقادی طور پر اس طرح کہ اپنے تمام وجود کو درحقیقت ایک ایسی چیز سمجھ لے۔ جو خدا تعالیٰ کی شناخت اور اس کی اطاعت اور اس کے عشق اور محبت اور اس کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے بنائی گئی ہے اور عملی طور پر اس طرح کہ خالصاً حقیقی نیکیاں جو ہر ایک قوت کے متعلق اور ہر ایک خداداد توفیق سے وابستہ ہیں بجا لاوے۔ مگر ایسے ذوق و شوق و حضور سے کہ گویا وہ اپنی فرمانبرداری کے آئینہ میں اپنے معبود حقیقی کے چہرہ کو دیکھ رہا ہے۔ پھر بقیہ ترجمہ آیت مذکورہ بالا کا یہ ہے کہ جس کی اعتقادی و عملی صفائی ایسی محبت ذاتی پر مبنی ہو۔ اور ایسے طبعی جوش سے اعمال حسنہ اس سے صادر ہوں۔ وہ وہی ہے جو عنداللہ مستحق اجر ہے اور ایسے لوگوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ کچھ غم رکھتے ہیں۔ یعنی ایسے لوگوں کے لئے نجات نقد موجود ہے۔ کیونکہ جب انسان

کو اللہ کی ذات و صفات پر ایمان لا کر اس سے موافقت تامہ ہو گئی اور ارادہ اس کا خدا تعالیٰ کے ارادہ کے ہمرنگ ہو گیا اور تمام لذت اس کی تابع فرمان الٰہی میں ٹھہر گئی اور جمیع اعمال صالح نہ مشقت کی راہ سے بلکہ تلذذ اور احتظاظ کی کشش سے صادر ہونے لگیں۔ تو یہی وہ کیفیت ہے جس کی فلاح اور رستگاری سے موسوم کرنا چاہئے اور عالم آخرت میں جو کچھ نجات کے متعلق مشہود و محسوس ہو گا۔ وہ درحقیقت اسی کیفیت راسخہ کے اظلال و آثار ہیں جو اس جہان میں جسمانی طور پر ظاہر ہو جائیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ بہشتی زندگی اسی جہان سے شروع ہو جاتی ہے اور جہنمی عذاب کی جڑھ بھی اسی جہان کی کورانہ زیست اور ناپاک زندگی ہے۔ اب آیت ممدوحہ بالا پر ایک غائت نظر ڈالنے سے ہر ایک سلیم العقل سمجھ سکتا ہے کہ اسلام کی حقیقت تب کسی شخص میں متحقق ہو سکتی ہے کہ جب اس کا وجود معہ اپنی تمام باطنی و ظاہری قویٰ کے محض خدا تعالیٰ کے لئے اس کی راہ میں وقف ہو جاوے اور جو امانتیں اس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ملی ہیں پھر اس معطی حقیقی کو واپس دی جاویں اور نہ صرف اعتقادی طور پر بلکہ عمل کے آئینہ میں بھی اپنے اسلام اور اس کی حقیقت کاملہ کی ساری شکل دکھلائی جاوے۔ یعنی شخص مدعی اسلام یہ بات ثابت کر دیوے کہ اس کے ہاتھ پاؤں' دل اور دماغ اور اس کی عقل اور اس کا فہم اور اس کا غضب اور رحم اور اس کا علم و حلم اور اس کی تمام روحانی اور جسمانی قوتیں اور اس کی عزت اور اس کا مال اور اس کا آرام اور سرور جو کچھ اس کے سر کے بالوں سے پاؤں کے ناخنوں تک باعتبار ظاہر و باطن کے ہے۔ یہاں تک کہ اس کی نیات اور اس کے دل کے خطرات اور اس کے نفس کے جذبات سے خدا تعالیٰ کے ایسے تابع ہو گئے ہیں کہ جس طرح ایک شخص کے اعضاء اس کے

تابع ہوتے ہیں۔ غرض یہ ثابت ہو جائے کہ قدم صدق اس درجہ تک پہنچ گیا ہے کہ جو کچھ اس کا ہے وہ اس کا نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا ہو گیا اور تمام اعضاء اور قویٰ الٰہی خدمت میں ایسے لگ گئے ہیں گویا وہ جوارح الحق ہیں۔" (خزینہ معرفت صفحہ ۳۱۱۔ ۳۱۳)

براہین احمدیہ حصہ پنجم کی عبارت

کتاب کے درج ذیل اقتباس کے دو شعر "براہین احمدیہ" حصہ پنجم صفحہ ۱۸ سے اور اس کی نثر ضمیمہ صفحہ ۵۷ سے اخذ کئے گئے ہیں۔

اسلام چیز کیا ہے خدا کے لئے فنا
ترک رضائے خویش پئے مرضی خدا
جو مر گئے انہی کے نصیبوں میں ہے حیات
اس راہ میں زندگی نہیں ملتی بجز ممات

"اس مرتبہ پر خدا تعالیٰ اپنی ذاتی محبت کا ایک افروختہ شعلہ جس کو دوسرے لفظوں میں روح کہتے ہیں، مومن کے دل پر نازل کرتا ہے اور اس سے تمام تاریکیوں اور آلائشوں اور کمزوریوں کو دور کر دیتا ہے اور اس کی روح کے پھونکنے کے ساتھ ہی وہ حسن جو ادنیٰ مرتبہ پر تھا، کمال کو پہنچ جاتا ہے اور ایک روحانی آب و تاب پیدا ہو جاتی ہے اور کثیف زندگی کی کبودگی بکلی دور ہو جاتی ہے اور مومن اپنے اندر محسوس کر لیتا ہے کہ ایک نئی روح اس کے اندر داخل ہو گئی ہے۔ جو پہلے نہیں تھی۔ اس روح کے ملنے سے ایک عجیب سکینت اور اطمینان مومن کو حاصل ہو جاتا ہے اور محبت ذاتیہ الٰہیہ ایک فوارہ کی طرح جوش مارتی اور عبودیت کے پودہ کی آبپاشی کرتی ہے۔ اور وہ آگ جو پہلے ایک معمولی گرمی کی حد تک تھی۔ اس درجہ تک وہ تمام و کمال افروختہ ہو جاتی ہے۔ اور انسانی وجود کے تمام خس و خاشاک کو جلا کر الوہیت کا قبضہ اس پر کر دیتی ہے اور وہ آگ تمام اعضاء پر احاطہ کر لیتی ہے۔ تب اس لوہے کی مانند جو نہایت درجہ آگ

میں تپایا جائے یہاں تک کہ سرخ ہو جائے اور آگ کے رنگ پر ہو جائے۔ اس مومن سے الوہیت کے آثار اور افعال ظاہر ہوتے ہیں۔ جیسا کہ لوہا بھی اس درجہ پر آگ کے آثار اور افعال ظاہر کرتا ہے۔ مگر یہ نہیں کہ وہ مومن خدا ہو گیا ہے۔ بلکہ محبت الہیہ کا کچھ ایسا ہی خاصہ ہے جو ظاہر وجود کو اپنے رنگ میں لے آتی ہے اور باطن میں عبودیت اور اس کا ضعف موجود ہوتا ہے۔"

(خزینہ معرفت صفحہ ۳۱۲۔ ۳۱۳)

یہاں یہ بتانا خالی از دلچسپی نہ ہو گا کہ اگرچہ "خزینہ معرفت" کے بعض نسخوں میں قطع و برید ہو چکی ہے مگر متذکرۃ الصدر تینوں اقتباسات جو تصوف کی روح رواں اور کتاب کی جان ہیں اب تک من و عن موجود ہیں۔

۴۔ "سید المتکلمین جناب ابو البیان مولانا" ظہور الحسن شاہ صاحب بریلوی۔ بھوانہ ضلع جھنگ

آپ کا رسالہ "حقیقت حدیث قرطاس" مدت سے فارورڈ بلاک اثنا عشریہ ہیڈ آفس سیالکوٹ سے شائع شدہ ہے۔ یہ کتاب "پاکستان صادقیہ مشن" کی اکیسویں پیشکش کا اعزاز رکھتی ہے۔ اس رسالہ کے ابتدائی دو صفحات ہدیہ قارئین کیے جاتے ہیں۔ جناب سید المتکلمین و ابو البیان صاحب کے یہ صفحات بانی سلسلہ احمدیہ کی انہی کتابوں کے اقتباسات کا لطیف امتزاج ہیں جو مولف "خزینہ معرفت" نے انتخاب کر کے مجلس تصوف کی رونق دوبالا کرنے کے لئے منتخب کی ہیں۔ چنانچہ شروع میں "آئینہ کمالات اسلام" صفحہ ۵۹۔ ۶۰ کی عبارتیں ہیں۔ دونوں شعر "براہین احمدیہ حصہ پنجم" صفحہ ۱۸ سے ماخوذ ہیں اور اس کے بعد پوری عبارت ضمیمہ براہین احمدیہ صفحہ ۵۷ سے مستعار لی گئی ہے جو یہ ہے:۔

"سارے انبیاء علیہم السلام فنافی اللہ ہوتے ہیں۔ ان کے تمام حرکات و سکنات خدا تعالیٰ کی رضامندی کا آئینہ اور حقیقت اسلام کا

نمونہ ہوتے ہیں۔ اور وہ اسی لئے دنیا میں بھیجے جاتے ہیں کہ ان کی تعلیم سے حقیقت اسلام دنیا پر اس طرح واضح ہو جائے کہ جس سے ہر شخص اس کا مستحق ہو جائے تاکہ جس سے اس کا وجود معہ اپنے تمام باطنی و ظاہری قویٰ کے محض خدا تعالیٰ کے لئے ہی وقف ہو جائے اور جو امانتیں اس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ملی ہیں پھر اسی معطی حقیقی کو واپس کر دی جاویں اور نہ صرف اعتقادی طور پر بلکہ عمل کے آئینہ میں بھی اپنے اسلام اور اس کی حقیقت کاملہ کی ساری شکل دکھلائی جاوے۔ یعنی مدعی اسلام یہ بات ثابت کر دیوے کہ اس کے ہاتھ' پاؤں' دل و دماغ' اس کی عقل' اس کا فہم' اس کا غضب' اس کا رحم' اس کا حلم' اس کا علم' اس کی تمام روحانی اور جسمانی قوتیں' اس کی عزت' اس کا مال' اس کا آرام' اس کا سرا اور جو کچھ اس کے سر کے بالوں سے لے کر پیروں کے ناخنوں تک باعتبار ظاہر و باطن کے ہے۔ یہاں تک کہ اس کے نیات' اس کے دل کے خطرات' اس کے نفس کے جذبات' سب خدا تعالیٰ کے ایسے تابع ہو گئے ہیں کہ جیسے ایک شخص کے اعضاء اس شخص کے تابع ہوتے ہیں۔ غرض یہ ثابت ہو جاوے کہ قدم صدق اس درجہ تک پہنچ گیا ہے کہ جو کچھ اس کا ہے۔ وہ اس کا نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا ہو گیا ہے کہ تمام اعضاء قویٰ الٰہی خدمت میں ایسے لگ گئے ہیں۔ گویا وہ جوارح الحق ہیں۔" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۹-۶۰)

اسلام چیز کیا ہے خدا کے لئے فنا
ترک رضائے خویش پئے مرضی خدا
جو مر گئے انہیں کے نصیبوں میں ہے حیات
اس راہ میں زندگی نہیں ملتی بجز ممات

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۸)

"اس مرتبہ پر خدا تعالیٰ اپنی ذاتی محبت کا ایک افروختہ شعلہ جس کو دوسرے لفظوں میں روح کہتے ہیں مومن کے دل پر نازل کرتا ہے اور اس سے تمام تاریکیوں اور آلائشوں اور کمزوریوں کو دور کر دیتا ہے اور اس روح کے پھونکنے کے ساتھ ہی وہ حسن جو ادنیٰ مرتبہ پر تھا کمال کو پہنچ جاتا ہے۔ اور ایک روحانی آب و تاب پیدا ہو جاتی ہے اور گندی زندگی بالکل دور ہو جاتی ہے اور مومن اپنے اندر محسوس کر لیتا ہے کہ ایک نئی روح اس کے اندر داخل ہو گئی ہے۔ جو پہلے نہیں تھی۔ اس روح کے ملنے سے مومن کو ایک عجیب سکینت اور اطمینان پیدا ہو جاتا ہے اور محبت ذاتیہ الہیہ ایک فوارہ کی طرح جوش مارتی اور عبودیت کے پودا کی آبپاشی کرتی ہے اور وہ آگ جو پہلے ایک معمولی گرمی کی حد تک تھی۔ اس درجہ پر وہ تمام و کمال افروختہ ہو جاتی ہے۔ اور انسانی وجود کے تمام خس و خاشاک کو جلا کر الوہیت کا قبضہ اس پر کرا دیتی ہے اور وہ آگ تمام اعضاء پر احاطہ کر لیتی ہے۔ تب اس لوہے کی مانند جو نہایت درجہ آگ میں تپایا جائے یہاں تک کہ سرخ ہو جائے اور آگ کے رنگ پر ہو جائے۔ اس مومن سے الوہیت کے آثار اور افعال ظاہر کرتا ہے۔ مگر یہ نہیں کہ وہ مومن خدا ہو گیا ہے۔ بلکہ محبت الہیہ کا کچھ ایسا ہی خاصہ ہے جو اپنے رنگ میں ظاہر وجود کو لے آتی ہے اور باطن میں عبودیت اور اس کا ضعف موجود ہوتا ہے۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۲۱۵-۲۱۶)

کتاب "خزینہ معرفت" اور رسالہ "حقیقت حدیث قرطاس" کے قابل احترام اور معزز مولفین نے "ضمیمہ براہین احمدیہ" حصہ پنجم میں مذکورہ اقتباس کے بعد کے وہ فقرات جن سے نفس مضمون نقطہ معراج تک پہنچ جاتا ہے اور روح وجد کر اٹھتی ہے' عمداً ترک کر دیئے ہیں۔ لہٰذا ان کو حوالہ قرطاس کیا جاتا ہے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

تحریر فرماتے ہیں:۔

"اس درجہ پر مومن کی روٹی خدا ہوتا ہے جس کے کھانے پر اس کی زندگی موقوف ہے اور مومن کا پانی بھی خدا ہوتا ہے۔ جس کے پینے سے وہ موت سے بچ جاتا ہے اور اس کی ٹھنڈی ہوا بھی خدا ہی ہوتا ہے۔ جس سے اس کے دل کو راحت پہنچتی ہے اور مقام پر استعارہ کے رنگ میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ خدا اس مرتبہ کے مومن کے اندر داخل ہوتا اور اس کے رگ و ریشہ میں سرایت کرتا اور اس کے دل کو اپنا تخت گاہ بنالیتا ہے۔ تب وہ اپنے روح سے نہیں بلکہ خدا کی روح سے دیکھتا اور خدا کی روح سے سنتا اور خدا کی روح سے بولتا اور خدا کی روح سے چلتا اور خدا کی روح سے دشمنوں پر حملہ کرتا ہے۔ کیونکہ وہ اس مرتبہ پر نیستی اور استہلاک کے مقام میں ہوتا ہے اور خدا کی روح اس پر اپنی محبت ذاتیہ کے ساتھ تجلی فرما کر حیات ثانی اس کو بخشتی ہے۔ پس اس وقت روحانی طور پر اس پر یہ آیت صادق آتی ہے۔ ثم انشاناہ خلقا اخرفتبارک اللہ احسن الخالقین۔"

۵۔ جناب "مولانا" بدرالدین صاحب بدر جالندھری سابق عربی ٹیچر کنٹونمنٹ ہائی سکول جالندھر

مولانا صاحب جالندھر کے مشہور و معروف ماہر تعلیم تھے۔ آپ کا یہ کارنامہ ہمیشہ سنہری حروف میں لکھا جائے گا کہ آپ نے تقسیم ملک سے قبل مسلمان بچوں اور نوجوانوں کی اخلاقی و مذہبی تعلیم کے لئے سات کتابوں پر مشتمل ایک نہایت عمدہ، دلنشین اور اثر انگیز نصاب مرتب فرمایا جسے اسی دور میں مشہور عالم ادارہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور نے بہترین کتابت و طباعت کے ساتھ شائع کیا۔ اس نصاب سے ہزاروں مسلمان نونہالوں نے فائدہ اٹھایا ہے۔

نفسیاتی اعتبار سے عقائد اور اخلاقی اصولوں کو اسباق کی شکل میں پیش کرنے کا طریق مسلمہ طور پر بہت موثر و مفید ثابت ہوا ہے۔ فاضل مولف نے یہی جدید تکنیک اختیار کی ہے اور اس میں آپ کو خاصی کامیابی ہوئی ہے۔ نصاب کی تیاری میں آپ نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اور آپ کے موعود فرزند حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کی کتابوں سے خوب استفادہ کیا ہے اور ان کتابوں کے مندرجات کی روشنی میں جملہ اسباق کے ڈھالنے میں جس غیر معمولی محنت و کاوش اور عرقریزی سے کام لیا ہے اس کا تصور کر کے حیرت آتی ہے اور دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔

خصوصاً نصاب کے ساتویں حصہ "الانسان" میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے الفاظ، فقرے، بندشیں اور محاورات کا استعمال عجب بہار دکھلا رہا ہے۔ جس کی تفصیل ملک کے ایک دانشور اور ادیب جناب نذیر احمد صاحب خادم کے قلم سے ہدیہ قارئین کی جاتی ہے:۔

"تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور و کراچی کی شائع کردہ کتاب "الانسان" مولفہ "جناب مولوی بدرالدین صاحب بدر جالندھری" اس وقت راقم الحروف کے سامنے ہے۔ یہ کتاب "مسلمان بچوں کی مذہبی تعلیم کے سلسلہ اخلاق اسلام کا ساتواں حصہ" ہے۔ صفحہ ۳ پر "عرض مولف" کے زیر عنوان لکھی ہوئی عبارت کا پہلا ہی فقرہ ملاحظہ ہو۔

"تمام دینی علوم میں علم اخلاق بھی ایک ضروری علم ہے جو بے تمیز وحشیوں کو انسان، انسانوں کو بااخلاق انسان اور بااخلاق انسانوں کو باخدا انسان بنا دیتا ہے۔"

پھر صفحہ ۲ پر دیباچہ جو "چوہدری عمرالدین بی۔اے بی ٹی جالندھری" کے قلم سے مرقوم ہے اس میں وہ فرماتے ہیں۔

"فاضل مولف نے انسانی اخلاق اور روحانیت کے مختلف پہلوؤں پر جس محققانہ انداز میں روشنی ڈالی ہے وہ خاص انہی کا حصہ ہے جس کے پڑھنے سے انسان کی طبعی، اخلاقی اور روحانی حالتوں کی

اصلاح ہو کر اس کی ایجاد کا حقیقی مقصد حاصل ہو سکتا ہے۔"

ان دونوں عبارتوں اور خصوصاً دیباچہ کی محولہ بالا سطور میں "انسان کی طبعی، اخلاقی اور روحانی حالتوں" کے الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس معرکہ آرا تاریخی مضمون کی طرف صاف اشارہ کر رہے ہیں جو آج سے ۱۷ سال پہلے مورخہ ۲۶۔۲۷۔۲۸ اور ۲۹۔ دسمبر ۱۸۹۶ء کو بمقام لاہور منعقدہ جلسہ مذہب عالم میں پڑھا گیا اور جلسہ میں پڑھے جانے والے دوسرے تمام مضامین پر غالب آکر اسلام کی صداقت و حقانیت اور نمایاں فتح کا ایک روشن نشان بنا۔ حضور کا یہ مضمون سب سے پہلے جلسہ اعظم مذہب لاہور کی رپورٹ میں اسی وقت من و عن شائع ہوا اور پھر جماعت احمدیہ کی طرف سے اسے "اسلامی اصول کی فلاسفی" کے نام سے کتابی شکل میں شائع کیا گیا۔ اب تک اس تاریخی کتاب کے کئی ایڈیشن اردو، انگریزی اور دنیا کی متعدد اہم زبانوں میں لاکھوں کی تعداد میں شائع ہو کر اکناف عالم میں شہرت پا چکے ہیں اور دنیا کے بڑے بڑے فلاسفروں اور ملکی و غیر ملکی اخبارات سے شاندار الفاظ میں خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں۔

مولف "الانسان" نے یوں تو حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض دوسری کتب سے بھی عبارتیں نقل کی ہیں لیکن سب سے زیادہ عبارتیں "اسلامی اصول کی فلاسفی" سے بغیر حوالہ کے لی گئی ہیں اور انہیں اپنی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ کتاب "الانسان" سبق نمبر ۱ تا ۳۰ کل ۱۷۶ صفحات پر مشتمل ہیں۔ اس کے کل ۱۳۰ اسباق میں سے نو اسباق (یعنی۔ سبق نمبر ۵۔ ۱۱۔ ۱۴ تا ۱۹ اور سبق نمبر ۳۰) تو تقریباً پورے کے پورے "اسلامی اصول کی فلاسفی" کی عبارات پر مشتمل ہیں۔ یہ عبارتیں جو ذرا سی تبدیلی اور الفاظ کے ادنیٰ سے ہیر پھیر کے ساتھ اصل کتاب کے مختلف مقامات سے نقل کر کے یکجا کی گئی ہیں مذکورہ سبقوں میں کہیں تو مسلسل چلتی ہیں اور کہیں ایک آدھ فقرہ درمیان میں حضرت اقدس کی کسی اور کتاب سے نقل کر دیا گیا ہے اور کہیں حضور کی عبارات کا خلاصہ اپنے الفاظ میں دے دیا گیا ہے۔ اختصار کے

پیش نظر راقم ان تصرف شدہ عبارات میں سے بطور نمونہ صرف دس عبارتیں پیش خدمت کرتا ہے۔ اسلامی اصول کی فلاسفی سے اصل اقتباسات بھی درج کئے جاتے ہیں۔

نوٹ:۔ ("اسلامی اصول کی فلاسفی" کے اصل اقتباسات کے آخر میں صفحات کے جو نمبر دئے گئے ہیں وہ خاکسار نے اس کے فروری ۱۹۶۲ء کے ایڈیشن کے مطابق دئے ہیں جو الشرکتہ الاسلامیہ لمیٹڈ ربوہ نے شائع کیا ہے۔ خادم)

تصرف شدہ عبارت: (۱) "اسی طرح روح کا اثر بھی جسم پر ہوتا ہے۔ جس شخص کے دل کو کوئی رنج پہنچے وہ چشم پر آب ہو جاتا ہے جس کو کوئی خوشی ہو وہ خواہ مخواہ تبسم کرنے لگ جاتا ہے۔" (ص ۲۸)

"اسلامی اصول کی فلاسفی" (۱) "ایسا ہی کبھی روح کا اثر بھی جسم پر جا پڑتا ہے۔ جس شخص کو کوئی غم پہنچے آخر وہ چشم پر آب ہو جاتا ہے اور جس کو خوشی ہو آخر وہ تبسم کرتا ہے۔" (ص ۲۶)

تصرف شدہ عبارت: (۲) "طبعی حالتیں جب تک اخلاقی رنگ میں نہ آئیں اس وقت تک انسان قابل تعریف نہیں ہو سکتا کیونکہ طبعی حالتیں حیوانات بلکہ جمادات میں بھی پائی جاتی ہیں۔" (ص ۸۳)

"اسلامی اصول کی فلاسفی" (۲) "طبعی حالتیں جب تک اخلاقی رنگ میں نہ آئیں کسی طرح انسان کو قابل تعریف نہیں بناتیں کیونکہ وہ دوسرے حیوانات بلکہ جمادات میں بھی پائی جاتی ہیں۔" (ص ۳۴)

تصرف شدہ عبارت: (۳) "اسلام کیا ہے۔ اسلام وہ جلتی ہوئی آگ ہے جو ہماری سفلی زندگی کو بھسم کر کے اور ہمارے باطل معبدوں کو جلا کر اور سچے اور پاک معبود کے آگے ہماری جان، ہمارا مال اور ہماری آبرو کی قربانی پیش کرتی ہے۔" (ص ۱۰۳)

"اسلامی اصول کی فلاسفی" (۳) "اسلام کیا چیز ہے وہی جلتی ہوئی

آگ جو ہماری سفلی زندگی کو بھسم کر کے اور ہمارے باطل معبودوں کو جلا کر سچے اور پاک معبود کے آگے ہماری جان اور ہمارا مال اور ہماری آبرو کی قربانی پیش کرتی ہے۔" (ص ۱۲۹)

تصرف شدہ عبارت: (۴) "ہم اندھے ہیں جب تک غیر کے دیکھنے سے اندھے نہ ہو جائیں۔ ہم مردہ ہیں جب تک خدا کے ہاتھ میں مردہ کی طرح نہ ہو جائیں۔" (ص ۱)

"اسلامی اصول کی فلاسفی" (۴) "ہم اندھے ہیں جب تک غیر کے دیکھنے سے اندھے نہ ہو جائیں۔ ہم مردہ ہیں جب تک خدا کے ہاتھ میں مردہ کی طرح نہ ہو جائیں۔" (ص ۱۱۴)

تصرف شدہ عبارت: (۵) "تمام قرآن کا مقصد دراصل یہی اصلاحات ثلاثہ ہیں اور اس کی تمام تعلیم کا لب لباب دراصل یہی تین اصلاحیں ہیں اور باقی تمام احکام ان اصلاحوں کے لئے بطور وسائل ہیں۔"

(ص ۸۷)

"اسلامی اصول کی فلاسفی" (۵) "تمام قرآن کا مقصد صرف اصلاحات ثلاثہ ہیں اور اس کی تمام تعلیموں کا لب لباب یہی تین اصلاحیں ہیں اور باقی تمام احکام ان اصلاحوں کے لئے بطور وسائل کے ہیں۔" (ص ۳۸، ۳۹)

تصرف شدہ عبارت: (۶) "روحانیت ہر ایک خلق کو موقع اور محل پر استعمال کرنے کے بعد اور پھر خدا کی راہوں میں وفاداری کے ساتھ قدم مارنے سے اور اسی کا ہو جانے سے ملتی ہے۔ جو اس کا ہو جاتا ہے اس کی یہی نشانی ہے کہ وہ اس کے بغیر جی ہی نہیں سکتا۔ عارف ایک مچھلی ہے جس کا پانی خدا کی محبت ہے۔" (ص ۸۲، ۱۰۳)

"اسلامی اصول کی فلاسفی" (۶) "روحانیت ہر ایک خلق کو محل اور

موقع پر استعمال کرنے کے بعد اور پھر خدا کی راہوں میں وفاداری کے ساتھ قدم مارنے اور اسی کا ہو جانے سے ملتی ہے۔ جو اس کا ہو جاتا ہے اس کی یہی نشانی ہے کہ وہ اس کے بغیر جی ہی نہیں سکتا۔ عارف ایک مچھلی ہے جو خدا کے ہاتھ سے ذبح کی گئی اور اس کا پانی خدا کی محبت ہے۔" (ص ۳۵)

تصرف شدہ عبارت: (۷) "اخلاق کے شعبوں میں سے وہ شعبہ ہے جو ادب کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے یعنی وہ ادب جس کی پابندی وحشیوں کو ان کی طبعی حالتوں کھانے پینے اور شادی وغیرہ تمدنی امور میں مرکز اعتدال پر لاتی ہے اور اس زندگی سے نجات بخشتی ہے جو وحشیوں، چوپاؤں یا درندوں کی طرح ہو۔" (ص ۸۹، ۹۰)

"اسلامی اصول کی فلاسفی" (۷) "یہ اصلاح اخلاق کے شعبوں میں سے وہ شعبہ ہے جو ادب کے نام سے موسوم ہے یعنی طبعی حالتوں کھانے پینے اور شادی کرنے وغیرہ تمدنی امور میں مرکز اعتدال پر لاتی ہے اور اس زندگی سے نجات بخشتی ہے جو وحشیانہ اور چوپایوں یا درندوں کی طرح ہو۔" (ص ۴۴، ۴۵)

تصرف شدہ عبارت: (۸) "دوسرا طریق اصلاح کا یہ ہے کہ جب کوئی انسانیت کے ظاہری آداب سیکھ لے تو اسے انسانیت کے بڑے بڑے اخلاق سکھائے جائیں اور انسانی قویٰ میں جو کچھ بھرا پڑا ہے ان کو موقع ومحل کے مطابق استعمال کرنے کی تعلیم دی جائے۔"

"اسلامی اصول کی فلاسفی" (۸) "دوسرا طریق اصلاح کا یہ ہے کہ جب کوئی ظاہری آداب انسانیت کے حاصل کرلیوے تو اس کو بڑے بڑے اخلاق انسانیت کے سکھائے جائیں اور انسانی قویٰ میں جو کچھ بھرا پڑا ہے ان سب کو محل اور موقع پر استعمال کرنے کی تعلیم دی جائے۔"

(ص ۳۶)

تصرف شدہ عبارت: (۹) "تیسرا طریق اصلاح کا یہ ہے کہ جو لوگ اخلاق فاضلہ سے متصف ہو گئے ہوں انہیں شربت وصل کا مزا چکھایا جائے۔"

"اسلامی اصول کی فلاسفی" (۹) "تیسرا طریق اصلاح کا یہ ہے کہ جو لوگ اخلاق فاضلہ سے متصف ہو گئے ہیں' ایسے خشک زاہدوں کو شربت محبت اور وصل کا مزا چکھایا جائے۔" (ص ۳۶)

تصرف شدہ عبارت: (۱۰) "دماغ کو ایک مقام پر چوٹ لگنے سے سارا حافظہ بگڑ جاتا ہے۔ دوسرے مقام پر چوٹ لگنے سے ہوش و حواس رخصت ہو جاتے ہیں۔ وبا کی ایک زہریلی ہوا آناً فاناً میں جسم پر اثر کر کے روح کو بھی متاثر کر دیتی ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ روحانی سلسلہ جس سے اخلاق کا نظام وابستہ ہے درہم برہم ہو جاتا ہے یہاں تک کہ انسان دیوانہ سا ہو کر چند منٹ میں گزر جاتا ہے۔"

(ص ۲۸)

"اسلامی اصول کی فلاسفی" (۱۰) "دماغ کے ایک مقام پر چوٹ لگنے سے یک لخت حافظہ جاتا رہتا ہے اور دوسرے مقام پر چوٹ لگنے سے ہوش و حواس رخصت ہوتے ہیں۔ وبا کی ایک زہریلی ہوا کس قدر جلدی سے جسم میں اثر کر کے پھر دل میں اثر کرتی ہے اور دیکھتے دیکھتے وہ اندرونی سلسلہ جس کے ساتھ تمام نظام اخلاق کا ہے درہم برہم ہونے لگتا ہے یہاں تک کہ انسان دیوانہ سا ہو کر چند منٹ میں گزر جاتا ہے۔"

(ص ۲۷)

مذکورہ بالا دس عبارتیں جو کافی طویل ہیں اور جن کا صرف کچھ ابتدائی حصہ یہاں پیش کیا گیا ہے۔ ایسی ہی تصرف شدہ بہت سی عبارتیں اور بھی کتاب مذکور میں مولف

نے درج کی ہیں۔ (منقول اخبار الفضل ۵ ستمبر ۱۹۶۷ء صفحہ ۳۔۴)

۶۔ "مولانا" سید نذیر الحق صاحب قادری

مولانا کی ضخیم اور مشہور کتاب "کتاب الاسلام" کا آج تک برصغیر ہندوپاک میں بہت چرچا ہے۔ مفتی مولانا انتظام اللہ شہابی نے اس پر ان الفاظ میں تبصرہ کیا ہے۔ "اسلامی تعلیم کے ہر پہلو کو مختصر طور پر وضاحت کے ساتھ نمایاں کیا ہے۔ عقائد اخلاق اور اعمال کی کوئی اہم بات ترک نہیں ہوئی"۔

(قاموس الکتب اردو جلد اول صفحہ ۳۲۴ ناشر انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی۔ مطبوعہ جون ۱۹۶۱ء)

مولانا عبد الرحیم صاحب ناظم مکتبہ علوم مشرقیہ دار العلوم اسلامیہ پشاور "لباب المعارف العلمیہ" جلد دوم صفحہ ۴۷ (مطبوعہ فیروز پرنٹنگ ورکس لاہور جنوری ۱۹۳۹ء میں اس کتاب کو عہد حاضر کی جامع اور جلیل القدر تصنیف قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"مولف فہرست ہذا اپنے مبلغ علم کے مطابق بوثوق یہ کہہ سکتا ہے کہ اسلام کے موضوع پر اردو زبان میں ایسی جامع کتاب نہیں لکھی گئی۔ اسلامی تعلیم کے ہر ایک پہلو کو مختصر طور پر وضاحت کے ساتھ نمایاں کیا ہے اور بہیئت مجموعی مستند باتیں لکھی ہیں۔ عقائد' اخلاق اور اعمال کی کوئی اہم باب غالباً ان سے متروک نہیں ہوئی...... مسلمان طلبا اس کو ضرور پڑھیں۔ جلیل القدر تصنیف ہے"

"کتاب الاسلام" جیسی مبسوط اور جلیل القدر کتاب میں جس کثرت کے ساتھ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے بے مثال لٹریچر سے استفادہ کیا گیا ہے اس کی حیران کن تفصیلات ملک کے فاضل و محقق جناب محمد شفیع خان صاحب نجیب آبادی مرحوم کے قلم سے ہدیہ قارئین کی جاتی ہیں۔ فرماتے ہیں۔

تعارف:۔ آج کل ایک کتاب جس کا نام "کتاب الاسلام" ہے۔ میرے زیر مطالعہ ہے۔ جس کو مولانا سید نذیر الحق صاحب قادری نے تالیف فرمایا ہے۔ اس کی ضخامت

۱۱۷۶ صفحات ہے۔ سرورق پر تحریر ہے کہ "مذہبی تعلیم کا وہ نادر الوجود ذخیرہ جس کی نظیر آج تک کسی زبان میں موجود نہیں۔" چونکہ میرے پاس اس کا دوسرا ایڈیشن ہے جو ماہ جولائی ۱۹۳۳ء عبدالحمید خان کے حمیدیہ پریس دہلی میں چھپوا کر شائع کیا گیا ہے۔ اس لئے پہلی مرتبہ کا سن طبع معلوم نہیں ہو سکا۔ لیکن کتاب کے اندر مولف موصوف نے "اخبار نور قادیان" ۷ اگست ۲۵ء کا حوالہ کتاب مذکور کے صفحہ ۱۰۷ پر نقل فرمایا ہے۔ جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۹۲۵ء یا اس کے بعد طبع ہوئی ہے۔

کتاب کے مولف محترم جماعت احمدیہ کے مخالف معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً اس کتاب میں آپ تحریر فرماتے ہیں۔

.........پس ثابت ہوا کہ قادیانیوں کا عقیدہ سراسر باطل اور گمراہی ہے۔ خدا مسلمانوں کو اس عقیدہ کے اثر سے محفوظ رکھے۔"

("کتاب الاسلام" ص ۵۰۴)

اظہار حقیقت:۔ لیکن باوجود جماعت احمدیہ کی مخالفت کے مولف محترم کی نظر انتخاب اپنی کتاب کو نادر الوجود اور بینظیر بنانے کے لئے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی اس معرکہ آلاراء تصنیف پر پڑی۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے مضمون پڑھے جانے سے پہلے حضور کو اطلاع دی تھی کہ "یہ مضمون ہے جو سب پر غالب آئے گا۔" یعنی اسلامی اصول کی فلاسفی۔ یہ تصنیف مولف محترم نے اپنی کتاب میں قریب قریب سب ہی نقل فرما دی۔ اس کے علاوہ آئینہ کمالات اسلام' چشمہ معرفت' کشتی نوح سے بھی جا بجا مولف نے مضامین لئے ہیں۔

جہاں تک حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تصنیفات سے افادہ کرنے کا تعلق ہے ہمیں نہ صرف اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ بلکہ خوشی ہے کیونکہ اس سے حضور کے علم کلام کی فضلیت ثابت ہوتی ہے۔ اور یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ حضور نے اللہ تعالیٰ کی مدد اور تائید سے قرآن مجید اور اسلام کے جن علوم کا انکشاف فرمایا۔ وہ ہر لحاظ سے بے

نظیر ہیں۔ مگر یہ امر اس کتاب میں ہمیں بار بار کھٹکتا ہے جو مولف محترم نے حضور علیہ السلام کی کتب کا حوالہ کسی جگہ بھی دینا مناسب نہیں سمجھا۔ حالانکہ اس کتاب میں دوسری کتابوں سے بھی مئولف محترم نے امداد لی ہے۔ مگر ہر جگہ مصنف اور کتاب کا حوالہ بھی دیا ہے۔ مثلاً حضرت امام غزالی کی کتب کا اور دیگر بزرگان دین کی کتب کے حوالے دیئے ہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا کہیں حوالہ نہیں دیا۔ تاہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بندش الفاظ' خیالات کی بلند پروازی' معرفت حقیقی کی تڑپ خود بخود منہ سے بول اٹھتی ہے کہ یہ مضمون سوائے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے کسی دوسرے کے قلم سے نکل ہی نہیں سکتا۔ مولف محترم نے جہاں جہاں فلسفہ اسلام بیان کیا ہے۔ سب مضمون حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی کتب سے لیا ہے۔

اب میں اس کتاب سے چند حوالے پیش کرتا ہوں۔ جن کو مصنف مذکور نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے خزانہ سے لے کر پیش کیا ہے۔

کتاب الاسلام کے صفحہ ۴۹۴ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

"ان تمام دلائل مذکورہ بالا سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی اصول کی رو سے جسم کی رفاقت روح کے ساتھ دائمی ہے۔ گو موت کے بعد یہ فانی جسم روح سے الگ ہو جاتا ہے۔ مگر عالم برزخ میں مستعار طور پر ایک روح کو کسی قدر اپنے اعمال کا مزا چکھنے کے لئے جسم ملتا ہے۔ وہ جسم اس جسم کی قسم سے نہیں ہوتا۔ بلکہ ایک نور سے یا ایک تاریکی سے جیسا کہ اعمال کی صورت ہو' جسم تیار ہوتا ہے۔ گویا اس عالم میں انسان کی عملی حالتیں جسم کا کام دیتی ہیں۔ ایسا ہی خداتعالیٰ کے کلام میں بار بار آیا ہے۔ اور بعض جسم نورانی اور بعض ظلماتی قرار دیئے ہیں۔ جو اعمال کی روشنی یا اعمال کی ظلمت سے تیار ہوتے ہیں۔ اگرچہ راز ایک دقیق راز ہے۔ مگر غیر معقول نہیں ہے۔ انسان کامل اپنی زندگی میں ایک نورانی وجود اس کثیف جسم کے علاوہ پا سکتا ہے اور عالم

مکاشفات میں اس کی بہت مثالیں ہیں۔ جن کو عالم مکاشفات میں سے کچھ حصہ ملا ہے۔ وہ اس قسم کے جسم کو جو اعمال سے تیار ہوتا ہے۔ تعجب اور استبعاد کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔ غرض یہ جسم جو اعمال کی کیفیت سے بنتا ہے۔ یہی عالم برزخ میں نیک و بد کی جزا کا موجب ہو جاتا ہے۔"

"اصحاب مکاشفہ کو عین بیداری میں مردوں سے ملاقات ہوتی ہے اور وہ فاسقوں اور گمراہی اختیار کرنے والوں کا جسم ایسا سیاہ دیکھتے ہیں کہ گویا وہ دھوئیں سے بنایا گیا ہے۔ بہرحال مرنے کے بعد ہر ایک کو جسم ملتا ہے خواہ نورانی ہو یا ظلماتی۔"

یہ مضمون "اسلامی اصول کی فلاسفی" کے صفحہ نمبر ۸۲ پر تیسری سطر سے شروع ہو کر اکیسویں سطر تک لفظ بلفظ ہے۔ کہیں کہیں مولف مذکور نے ایک آدھ لفظ بدل دیا ہے۔ یا کم کر دیا ہے اور حسب ذیل فقرات میں تو عجیب انداز سے تصرف کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ۔

"میں اس میں صاحب تجربہ ہوں۔ مجھے کشفی طور پر عین بیداری میں بارہا بعض مردوں کی ملاقات کا اتفاق ہوا ہے اور میں نے بعض فاسقوں اور گمراہی اختیار کرنے والوں کا جسم ایسا سیاہ دیکھا ہے کہ گویا دھوئیں سے بنایا گیا ہے۔ غرض میں اس کوچہ سے ذاتی واقفیت رکھتا ہوں اور میں زور سے کہتا ہوں کہ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ایسا ہی ضرور مرنے کے بعد ہر ایک کو ایک جسم ملتا ہے۔ خواہ نورانی خواہ ظلماتی۔"

اب دوسرا نمونہ ملاحظہ ہو۔ یہ جواہرات "چشمہ معرفت" کے خزانہ سے حاصل کئے گئے ہیں۔ ان ربکم اللہ الذی خلق السموات و الارض فی ستہ ایام ثم استوی علی العرش۔ تمہارا پروردگار وہ خدا ہے۔ جس نے زمین و آسمان کو چھ دن میں پیدا کیا اور پھر اس نے عرش پر قرار پکڑا.........

غرض آیت مذکورہ میں استوی علی العرش کا لفظ بطور کنایہ استعمال کیا گیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے زمین و آسمان پیدا کر کے اور اپنی تشبیہی صفات کا ظہور فرما کر تنزیہی صفات اختیار کرنے کے لئے مقام بلند اختیار کر لیا۔ یعنی تنزیہی صفات بھی ثابت کر دیں۔ جو وراء الوراء مقام اور مخلوق کے قرب و جوار سے دور تر اور بلند مقام ہے۔ اسی کو عرش کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ جس کی واضح تر تشریح یہ ہے۔ کہ جب تمام مخلوق پردہ عدم میں مستور تھی اور سوائے خدا کے کچھ نہ تھا۔ تو خدا تعالیٰ وارء الوراء مقام میں جس کا نام اصطلاح قرآنی میں "عرش" ہے۔ اپنی تجلیات ظاہر کر رہا تھا۔ پھر اس نے زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے۔ پیدا کیا تو پھر اس نے اپنے تئیں مخفی کر لیا اور یہ چاہا کہ وہ ان مصنوعات کے ذریعہ پہچانا جائے۔"

("کتاب الاسلام" صفحہ ۴۲۰ '۴۲۱)

یہ مضمون چشمہ معرفت صفحہ ۲۶۲ سے لیا گیا ہے اور پورا مضمون صفحہ ۲۶۲ لغایت ص ۲۶۶ کا خلاصہ کر کے مولف محترم نے اپنی کتاب میں درج فرمایا ہے۔ جس میں عرش کو چار اور آٹھ فرشتوں کے اٹھانے کی تشریح فرمائی ہے۔

اب تیسرا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔ جو آئینہ کمالات اسلام سے لیا گیا ہے۔

"اور دو روحانی داعی مقرر کئے ہیں۔ ایک داعی خیر جس کا نام روح القدس ہے اور ایک داعی شر جس کا نام ابلیس یا شیطان ہے۔ یہ دونوں نیکی اور بدی کی طرف بلاتے ہیں۔ مگر کسی بات پر جبر نہیں کرتے اور یہ دونوں انسان میں بطور ابتلاء کے رکھے گئے ہیں۔ چونکہ خدا تعالیٰ علت العلل ہے۔ اور یہ دونوں داعی خدا تعالیٰ کی تخلیق سے ہیں اور یہ سب انتظام اسی کی طرف سے ہے۔ اسی لئے اس کو خالق خیر و شر کہا جاتا ہے۔ ورنہ شیطان کی کیا حقیقت ہے کہ وہ کسی کے دل میں برا وسوسہ ڈالے اور اس کو گمراہ کرے اور روح القدس کیا چیز ہے۔ جو کسی کو تقویٰ کی راہوں کی طرف ہدایت کرے۔" (کتاب الاسلام صفحہ ۴۸۷)

یہ مضمون "آئینہ کمالات اسلام" صفحہ ۸۰،۸۱ کے حاشیہ سے لیا گیا ہے اور ویسے تو مولف محترم نے بہ عنوان "اللہ تعالیٰ خالق خیر بھی ہے اور خالق شر بھی۔" صفحہ ۴۸۶ سے ص ۴۸۹ تک تمام کا تمام "آئینہ کمالات اسلام" سے لیا ہے۔ کہیں حاشیہ اور اصل کتاب کا مفہوم ملا کر کچھ لفظوں کے ردوبدل سے کام لیا ہے۔ اور اس کتاب کے معارف سے اپنی کتاب کو مزین بنایا ہے۔

اب چوتھا نمونہ ملاحظہ ہو۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مایہ ناز تصنیف "کشتی نوح" سے نقل کیا گیا ہے۔

"الغرض پنج گانہ نمازیں کیا ہیں۔ انسان کے مختلف حالات کا فوٹو ہیں۔ یعنی انسان کے حالات میں پانچ تغیر رونما ہوتے ہیں اور فطرت انسانی کے لئے ان کا واقعہ ہونا ضرور ہے۔...

وجہ تعین نماز ظہر۔ تم کو جس وقت اطلاع ملتی ہے کہ تم پر کوئی مصیبت یا بلا آنے والی ہے۔ مثلاً عدالت سے وارنٹ جاری ہونے والا ہے.... انسان کی یہ مصیبت کی حالت زوال کے مشابہ ہے۔ کیونکہ اس سے خوشی کے زوال پر استدلال کیا جاتا ہے.... اس لئے اس وقت ظہر کی نماز مقرر کی گئی جس کا وقت زوال آفتاب سے شروع ہوتا ہے۔"

("کتاب الاسلام" صفحہ ۶۸۶)

وجہ تعین نماز عصر:۔ دوسرا تغیر تمہاری حالت میں اس وقت ہوتا ہے۔ جب مصیبت قریب الوقوع ہوتی ہے اور تم بذریعہ گرفتاری وارنٹ گرفتار ہو کر حاکم کے سامنے پیش کر دیئے جاتے ہو۔ اس وقت خوف کی وجہ سے تمہارا خون خشک اور تسلی اطمینان کا نور تمہاری سے رخصت ہونے لگتا ہے۔ اس حالت کو اس وقت سے تشبیہہ دی جاسکتی ہے جب کہ آفتاب کا نور کم ہوتا ہے۔ اس پر نظر جم سکتی ہے اور آفتاب نظر آنے لگتا ہے اور یہ خیال ہوتا ہے کہ آفتاب اب قریب غروب

ہے.....اس روحانی اضطراب کے مقابل نماز عصر مقرر ہوئی ہے"

("کتاب الاسلام" صفحہ ۶۸،۷)

وجہ تعین نماز مغرب:۔ تیسرا تغیر تمہاری حالت میں اس وقت ہوتا ہے جب مصیبت سے رہائی پانے کی امید بالکل منقطع ہو جاتی ہے۔ فرد قرارداد جرم تمہارے نام لگ جاتی۔ ثبوت کے گواہ تمہاری سزا کے لئے سنادیئے جاتے اور جرم ثابت ہو جاتا ہے۔ اس وقت تمہاری حالت بہت بے قراری کی ہوتی ہے۔ اوسان خطا ہو جاتے ہیں۔ تم اپنے آپ کو قیدی سمجھنے لگتے ہو۔ یہ حالت ہو جاتی ہے۔ دن کی روشنی کی تمام ہوناک امیدیں ختم ہو جاتی ہیں.... اسی روحانی حالت کے مقابل نماز مغرب مقرر ہوئی....

وجہ تعین نماز عشاء:۔.....چوتھا تغیر تم پر اس وقت آتا ہے جب کہ مصیبت تم پر وارد ہی ہو جاتی ہے۔ اور بلا کی تاریکی تم پر احاطہ کر ہی لیتی ہے۔ فرد قرارداد جرم اور ثبوتی شہادتوں کے بعد سزا کا حکم تم کو سنادیا جاتا ہے اور قید کے لئے ایک پولیس مین کے تم حوالے کر دیئے جاتے ہو.....یہ حالت اس وقت سے مشابہ ہے۔ جب کہ رات کی تاریکی آجاتی ہے۔ ہر طرف اندھیرا چھا جاتا ہے.....اس روحانی حالت کے مقابلہ پر نماز عشاء مقرر ہوتی ہے۔

وجہ تعین نماز فجر:۔.....پانچواں تغیر تم پر اس وقت آتا ہے۔ جب تم ایک مدت کی قید کے بعد نیک چلنی کی رہائی حاصل کر کے جیل سے خلاص ہوتے ہو اور پھر اطمینان کے ساتھ خوشی اور مسرت سے ہمکنار ہوتے ہو۔ اس حالت کو اس وقت سے مشابہ کہا جاتا ہے۔ کہ مدت تک انسان مصیبت کی تاریکی میں بسر کر کے رات گزارتا ہے اور بالآخر خدا تعالیٰ کو اس پر رحم آجاتا ہے۔ تاریکی سے نجات ملتی ہے اور صبح نکل

آتی ہے اور پھر روشنی اپنی اصلی چمک کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے۔ اس روحانی حالت کے مقابل فجر کی نماز مقرر ہوئی۔ خدا تعالیٰ نے انسان کی فطری تغیرات کو ملحوظ رکھ کر پانچ نمازیں مقرر کی ہیں۔"

(کتاب الاسلام صفحہ ۶۸۸)

یہ مضمون "کشتی نوح" صفحہ ۶۳ و صفحہ ۶۴ پر تحریر ہے۔ بعض جگہ مولف محترم نے کوئی کوئی لفظ کم و بیش کر دیا ہے۔ جس سے مضمون کی روانی اور زور کچھ کم ہو گیا ہے۔ اور کہیں مفہوم خبط ہو گیا ہے۔ حسب ذیل مضامین اس کے علاوہ ایسے ہیں۔ جو مولف مذکور نے کتب ہائے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ سے نقل کئے ہیں:۔

نام عنوان	صفحہ کتاب الاسلام	نام کتاب حضرت مسیح موعود	نمبر صفحہ
اسلام کے اصطلاحی معنی	۳۲	آئینہ کمالات اسلام	ص ۵۸
سچا مسلمان کون ہے	۳۳	آئینہ کمالات اسلام	ص ۸۸
وحی کی ضرورت و حکمت،	۲۶۸، ۲۶۹	اسلامی اصول کی فلاسفی	ص ۱۰۸
علم کے اقسام	۲۷۶	اسلامی اصول کی فلاسفی	ص ۱۱۰
عالم برزخ کی حقیقت	۴۹۱، ۴۹۳	اسلامی اصول کی فلاسفی	ص ۸۶
عذاب قبر کا نمونہ	۴۹۳	اسلامی اصول کی فلاسفی	ص ۸۸
پانچواں باب۔			
اسلامی اخلاق و آداب	ص ۱۰۵۴ تا ۱۰۵۶	اسلامی اصول کی فلاسفی	ص ۵، ۱۵
حقیقت اخلاق	ص ۱۰۵۴، ۱۰۵۶	اسلامی اصول کی فلاسفی	ص ۱۶ تا ۲۰
اخلاق کے دو قسم ترک شر۔			
ایصال خیر	ص ۱۰۶۶ تا ۱۰۶۷	اسلامی اصول کی فلاسفی	ص ۲۶ تا ۴۹
اس دنیا میں اعلیٰ درجہ			
کی روحانی حالت	ص ۱۱۰۶	اسلامی اصول کی فلاسفی	ص ۶۳، ۶۴، ۶۵
فیوض ربانی کے حصول کا طریق			

ص۱۰۷‘۱۱۰۸   اسلامی اصول کی فلاسفی   ص۶۵‘۶۶‘۶۷

استقامت‘ ترک دنیا

قرآنی مفہوم   ص۱۰۹الغایت ۱۱۱۲   اسلامی اصول کی فلاسفی ص۶۷‘۶۸‘۹۸

پہلا وسیلہ لغایت ساتواں وسیلہ   اسلامی اصول کی فلاسفی   ص۹۹ تا ۱۰۲

جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کی گو مولف محترم نے سیدنا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی کتب کا حوالہ دینا کسی جگہ بھی مناسب نہیں خیال فرمایا۔ تاہم مولف مذکور نے حضور علیہ السلام کے پیش فرمودہ علوم کو اپنی کتاب میں جگہ دے کر ان کی اشاعت میں حصہ لیا ہے۔ اس لحاظ سے ہم ان کے ممنون ہیں۔

حضور کے پیش کردہ فرمودہ علوم ہی در حقیقت موجودہ زمانہ میں اسلام اور قرآن پاک کی حقیقی فضیلت ثابت کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مقبول ہو رہے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ابھی اس کا اعتراف کرنے سے گریز کیا جاتا ہے"   (روزنامہ المصلح کراچی ۲۳ فروری ۱۹۵۴ء صفحہ ۳)

۷۔ "مجدد الملت‘ حکیم الامت‘ جامع المجددین" "مولانا"

اشرف علی صاحب تھانوی

(ولادت ۱۲ ربیع الاول ۱۲۸۰ھ مطابق ۱۹ مارچ ۱۸۶۳ء وفات ۱۶ رجب ۱۳۶۲ھ بمطابق ۱۹ جولائی ۱۹۴۳ء)

ممتاز عالم دین‘ صوفی اور متکلم و مفسر‘ مولانا کو حکیم الامت‘ مجدد الملت‘ جامع المجددین اور علوم ظاہری و باطنی کا ماہر وغیرہ القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ شاہکار انسائیکلوپیڈیا کے مدیر شہیر جناب سید قاسم محمود رقمطراز ہیں۔

"مولانا کی تصانیف کی تعداد آٹھ سو کے قریب ہے۔ تصانیف کی تعداد کے لحاظ سے وہ امام ابن جریر طبری‘ امام فخرالدین رازی‘ حافظ ابن جوزی اور حافظ جلال الدین

سیوطی کے زمرے میں شامل کئے جاسکتے ہیں۔" (انسائیکلوپیڈیا جلد ا صفحہ ۱۷۱)

مولانا مرنجان مرنج طبیعت کے حامل بزرگ تھے۔ آپ کا شمار برصغیر کے ان مشاہیر علماء میں ہوتا ہے جنہوں نے تحریک پاکستان کے دوران سنہری خدمات انجام دیں۔ آپ نزاعی مباحث اور اختلافی مسائل کو متانت تحمل اور کھلے دل سے غور و فکر کے خوگر تھے اور اپنے عقائد میں متشدد ہونے کے باوجود اعتدال کا دامن کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔ (الاماشاء اللہ)

۲۱ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ (۲۹ جنوری ۱۹۳۲ء) کا ذکر ہے کہ آپ کی مجلس میں ایک صاحب نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے "دعوی نبوت" کا ذکر کیا "فرمایا آپ تو نبوت کے دعوی پر اس قدر تعجب کر رہے ہیں لوگوں نے خدائی کے دعوے کئے ہیں۔" (الافاضات الیومیہ حصہ اول صفحہ ۲۶۶ مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ' جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ لاہور)

علامہ عبدالماجد دریابادی فرماتے ہیں:۔

"غالباً ۱۹۳۰ء تھا۔ حکیم الامت تھانوی کی محفل خصوصی میں نماز چاشت کے وقت حاضری کی سعادت حاصل تھی۔ ذکر مرزائے قادیانی اور ان کی جماعت کا تھا اور ظاہر ہے ذکر "ذکر خیر" نہ تھا۔ حاضرین میں سے ایک صاحب بڑے جوش سے بولے۔ حضرت ان لوگوں کا دین بھی کوئی دین ہے نہ خدا کو مانیں نہ رسول کو۔ حضرت نے معا لبجہ بدل کر ارشاد فرمایا کہ "یہ زیادتی ہے توحید میں ہمارا ان کا کوئی اختلاف نہیں۔ اختلاف رسالت میں ہے اور اس کے بھی صرف ایک باب میں یعنی عقیدہ ختم رسالت میں۔ بات کو بات کی جگہ پر رکھنا چاہئے۔ جو شخص ایک جرم کا مجرم ہے یہ تو ضرور نہیں کہ دوسرے جرائم کا بھی۔" ارشاد نے آنکھیں کھول دیں اور صاف نظر آنے لگا۔

یا یھا الذین امنوا لا یجرمنکم شنان قوم علی ان

لا تعدلوا۔ اعدلوا هو اقرب للتقوی۔

اے مسلمانو کسی گروہ کی مخالفت تم کو اس بات پر نہ آمادہ کر دے کہ تم بے انصافی پر اتر آؤ۔ انصاف پر قائم رہو کہ یہی قرین تقویٰ ہے۔ کے حکم پر عمل کے کیا معنی ہیں۔ یہ موضوع اس ایک بار نہیں بار بار مختلف صحبتوں میں چھڑا۔ مولانا نے جب جب تنقید فرمائی۔ علمی اور بلند ہی رنگ میں فرمائی.... ذاتی طنز و تشنیع کے فقرے ایک بار کے بھی یاد نہیں پڑتے۔"

("سچی باتیں" صفحہ ۲۱۳ از علامہ عبدالماجد دریا بادی مرحوم۔ ناشر۔ نفیس اکیڈمی اسٹریچن روڈ کراچی نمبرا طبع دوم اگست ۱۹۸۲ء)

مولانا تھانوی کے اسی مسلک کے پیش نظر علامہ دریا آبادی نے ایک سنی المشرب عالم دین کا فاضلانہ مقالہ شائع کیا جس میں انہوں نے واضح کیا تھا کہ عقیدہ ختم رسالت میں ہمارا احمدیوں سے اختلاف صرف شخصیت میں ہے۔ "دونوں ہی مسیح موعود کی نبوت کے قائل ہیں۔ دونوں ہی کا عقیدہ ہے کہ خاتم المرسلین ؐ کے بعد مسیح موعود نبی ہو کر آئیں گے۔ اب یا تو دونوں ہی ختم نبوت کے منکر ہیں یا دونوں ہی اس الزام سے بری ہیں۔ مرکزی نقطہ مسیح موعود کی نبوت ہے اور اس پر دونوں ہی کا اتفاق ہے۔"

(صدق جدید لکھنؤ ۵ نومبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۷)

ان چند تعارفی الفاظ کے بعد ہم بتاتے ہیں کہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کی ایک مشہور کتاب ہے "احکام اسلام۔ عقل کی نظر میں۔" (عکسی صفحات 216 تا 220 کتاب ھذا پر)

یہ کتاب پہلی بار تقسیم ہند سے قبل دارالاشاعت دیو بند (یوپی) کے ذیلی ادارہ اشرف العلوم نے شائع کی تھی اور بہت مقبول ہوئی۔

پاکستان میں اس کی اشاعت مئی ۱۹۷۸ء میں ہوئی۔ جناب مولانا محمد عثمانی صاحب نے جن کے زیر اہتمام پاکستانی ایڈیشن زیور طبع سے آراستہ ہوا، ناشر کی حیثیت سے اس کے صفحہ ۴ پر حسب ذیل نوٹ لکھا۔

"حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کو اللہ تعالیٰ نے حقیقت میں امت کا نبض شناس اور ان کی اصلاح و علاج کے لئے حکیم بنایا تھا۔ آپ حقیقت میں شبلی وقت اور اس دور کے غزالی اور رازی تھے۔ گزشتہ نصف صدی سے زیادہ عرصہ میں آپ کی مفید و مقبول تصانیف سے ملت اسلامیہ کو جو فوائد حاصل ہوئے وہ ہر دیندار مسلمان پر اظہر من الشمس ہیں.... تصانیف کی طویل فہرست میں ایک بہت اہم اور مفید تصنیف المصالح العقلیہ لاحکام العقلیہ ہے۔ جس میں تمام شرعی احکام کی عقلی حکمتیں و مصلحتیں اور احکام الہیہ کے اسرار و رموز اور فلاسفی ظاہر کی گئی ہے اور عام فہم انداز میں ثابت کیا ہے کہ تمام احکام شریعت عین عقل کے مطابق ہیں۔ کتاب کے تینوں حصوں کی ترتیب فقہی ابواب پر رکھی گئی ہے۔ یہ کتاب تقسیم ہند سے قبل ۱۳۶۸ھ میں ادارہ اشرف العلوم (جو دار الاشاعت دیوبند یوپی انڈیا کا ذیلی ادارہ تھا) سے شائع ہو کر قبولیت عام حاصل کر چکی ہے۔ لیکن افسوس کہ پاکستان میں اس کی طباعت کا موقع نہ مل سکا۔ اب خدا کا شکر ہے کہ یہ کتاب "احکام اسلام عقل کی نظر میں" کے عام فہم نام کے ساتھ دار الاشاعت کراچی نمبرا سے پھر شائع کی جا رہی ہے۔"

اس "مقبول عام" تصنیف کے اہم ماخذ میں سرفہرست بانی سلسلہ احمدیہ کا لٹریچر ہے جس کے بکثرت فقرے ہی نہیں صفحوں کے صفحے خفیف سے تصرف کے ساتھ لفظاً لفظاً زینت کتاب ہوئے ہیں اور اپنی قوت و شوکت کے انوار کی بدولت ستاروں کی طرح چمک رہے ہیں۔ جیسا کہ آئندہ تفصیل سے عیاں ہو گا۔

پنجوقتہ نمازوں کا فلسفہ

(ا) حضرت اقدس نے کشتی نوح (ص ۶۳۔۶۵) میں پنجوقتہ نمازوں کا حسب ذیل

الفاظ میں نہایت لطیف فلسفہ بیان فرمایا ہے۔ حضرت اقدس فرماتے ہیں:۔

"پنج گانہ نمازیں کیا چیز ہیں۔ وہ تمہارے مختلف حالات کا فوٹو ہے۔ تمہاری زندگی کے لازم حال پانچ تغیر ہیں۔ جو بلا کے وقت تم پر وارد ہوتے ہیں اور تمہاری فطرت کے لئے ان کا وارد ہونا ضروری ہے۔

(۱) پہلے جب کہ تم مطلع کئے جاتے ہو کہ تم پر ایک بلا آنے والی ہے۔ مثلاً جیسے تمہارے نام عدالت سے ایک وارنٹ جاری ہوا۔ یہ پہلی حالت ہے جس نے تمہاری تسلی اور خوش حالی میں خلل ڈالا۔ سو یہ حالات زوال کے وقت سے مشابہ ہے۔ کیونکہ اس سے تمہاری خوش حالی میں زوال آنا شروع ہوا۔ اس کے مقابل پر نماز ظہر متعین ہوئی جس کا وقت زوال آفتاب سے شروع ہوتا ہے۔

(۲) دوسرا تغیر اس وقت تم پر آتا ہے جب کہ تم بلا کے عمل سے بہت نزدیک کئے جاتے ہو۔ مثلاً جب کہ تم بذریعہ وارنٹ گرفتار ہو کر حاکم کے سامنے پیش ہوتے ہو۔ یہ وہ وقت ہے کہ جب تمہارا خوف سے خون خشک ہو جاتا ہے اور تسلی کا نور تم سے رخصت ہو جاتا ہے اور نظر اس پر جم سکتی ہے اور صریح نظر آتا ہے کہ اب اس کا غروب نزدیک ہے۔ اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز عصر مقصود ہوئی۔

(۳) تیسرا تغیر تم پر اس وقت آتا ہے جو اس بلا سے رہائی پانے کی کلی امید منقطع ہو جاتی ہے۔ مثلاً جیسے تمہارے نام فرد قرارداد جرم لکھی جاتی ہے اور مخالفانہ گواہ تمہاری ہلاکت کے لئے گزر جاتے ہیں۔ یہ وہ وقت ہے کہ جب تمہارے حواس خطا ہو جاتے ہیں اور تم اپنے آپ کو ایک قیدی سمجھنے لگتے ہو۔ یہ حالت اس وقت سے مشابہ ہے جب کہ آفتاب غروب ہو جاتا ہے اور تمام امیدیں دن کی روشنی کی ختم ہو

جاتی ہیں۔ اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز مغرب مقرر ہے۔

(۴) چوتھا تغیر اس وقت تم پر آتا ہے جب بلا تم پر وارد ہو ہی جاتی ہے اور اس کی سخت تاریکی تم پر احاطہ کرلیتی ہے۔ مثلاً جب کہ فرد قرارداد جرم اور شہادتوں کے بعد حکم سزا تم کو سنا دیا جاتا ہے اور قید کے لئے ایک پولیس مین کے تم حوالے کئے جاتے ہو سو یہ حالت اس وقت سے مشابہ ہے جب کہ رات پڑ جاتی ہے اور ایک سخت اندھیرا پڑ جاتا ہے۔ اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز عشاء مقرر ہے۔

(۵) پھر جب کہ تم ایک مدت تک اس مصیبت کی تاریکی میں بسر کرتے ہو تو پھر آخر خدا کا رحم تم پر جوش مارتا ہے اور تمہیں اس تاریکی سے نجات دیتا ہے۔ مثلاً جیسے تاریکی کے بعد پھر آخر کار صبح نکلتی ہے اور پھر وہی روشنی دن کی اپنی چمک کے ساتھ ظاہر ہو جاتی ہے۔ سو اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز فجر مقرر ہے اور خدا نے تمہارے فطری تغیرات میں پانچ حالتیں دیکھ کر پانچ نمازیں تمہارے لئے مقرر کیں۔ اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ یہ نمازیں خاص تمہارے نفس کے فائدہ کے لئے ہیں۔ پس اگر تم چاہتے ہو کہ ان بلاؤں سے بچے رہو تو پنج گانہ نمازوں کو ترک نہ کرو کہ وہ تمہارے اندرونی اور تغیرات کا ظل ہیں۔ نماز میں آنے والی بلاؤں کا علاج ہے۔ تم نہیں جانتے کہ نیا دن چڑھنے والا کس قسم کے قضاء و قدر تمہارے لئے لائے گا۔ پس قبل اس کے جو دن چڑھے تم اپنے مولیٰ کی جناب میں تضرع کرو کہ تمہارے لئے خیر و برکت کا دن چڑھے۔"

(کشتی نوح ص ۶۳۔ ۶۵ طبع اول ۱۹۰۲ء)

یہ سارا اقتباس کتاب "احکام اسلام" صفحہ ۴۹ سے ۵۱ تک درج ہے۔

اسلام کا فلسفہ اخلاق

۲۔ حضرت اقدس اپنی مشہور کتاب "نسیم دعوت" میں اسلام کے فلسفہ اخلاق پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"انسان کی فطرت پر نظر کر کے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو مختلف قویٰ اس غرض سے دیئے گئے ہیں کہ تا وہ مختلف وقتوں میں حسب تقاضا محل اور موقعہ کے ان قویٰ کو استعمال کرے۔ مثلاً انسان منجملہ اور خلقوں کے ایک خلق بکری کی فطرت سے مشابہ ہے اور دوسرا خلق شیر کی صفت سے مشابہت رکھتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ انسان سے یہ چاہتا ہے کہ وہ بکری بننے کے محل میں بکری بن جائے اور شیر بننے کے محل میں شیر ہی بن جائے اور جیسا کہ وہ نہیں چاہتا کہ ہر وقت انسان سوتا ہی رہے یا ہر وقت جاگتا ہی رہے یا ہر دم کھاتا ہی رہے یا ہمیشہ کھانے سے منہ بند رکھے۔ اسی طرح وہ یہ بھی نہیں چاہتا کہ انسان اپنی اندرونی قوتوں سے صرف ایک قوت پر زور ڈال دے اور دوسری قوتیں جو خدا کی طرف سے اس کو ملی ہیں ان کو لغو سمجھے۔ اگر انسان میں خدا نے ایک قوت حلم اور نرمی اور درگزر اور صبر کی رکھی ہے تو اسی خدا نے اس میں ایک قوت غضب اور خواہش انتقام کی بھی رکھی ہے۔ پس کیا مناسب ہے کہ ایک خداداد قوت کو تو حد سے زیادہ استعمال کیا جائے اور دوسری قوت کو اپنی فطرت میں سے بکلی کاٹ کر پھینک دیا جائے۔ اس سے خدا پر اعتراض آتا ہے کہ گویا اس نے بعض قوتیں انسان کو ایسی دی ہیں جو استعمال کے لائق نہیں۔ کیونکہ یہ مختلف قوتیں اسی نے تو انسان میں پیدا کی ہیں۔ پس یاد رہے کہ انسان میں کوئی بھی قوت بری نہیں ہے بلکہ ان کی بداستعمالی بری ہے۔ سو انجیل کی تعلیم نہایت ناقص ہے جس میں ایک

ہی پہلو پر زور دیا گیا ہے۔ علاوہ اس کے دعوئی تو ایسی تعلیم کا ہے کہ ایک طرف طمانچہ کھا کر دوسری بھی پھیر دیں مگر اس دعوئی کے موافق عمل نہیں ہے۔ مثلاً ایک پادری صاحب کو کوئی طمانچہ مار کر دیکھے کہ پھر عدالت کے ذریعہ سے وہ کیا کارروائی کراتے ہیں۔ پس یہ تعلیم کس کام کی ہے جس پر نہ عدالتیں چل سکتی ہیں۔ نہ پادری چل سکتے ہیں۔ اصل تعلیم قرآن شریف کی ہے جو حکمت اور موقعہ شناسی پر مبنی ہے۔ مثلاً انجیل نے تو یہ کہا کہ ہر وقت تم لوگوں کے طمانچے کھاؤ اور کسی حالت میں شر کا مقابلہ نہ کرو مگر قرآن شریف اس کے مقابل پر یہ کہتا ہے۔ جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا فمن عفا و اصلح فاجرہ علی اللہ۔

یعنی اگر کوئی تمہیں دکھ پہنچاوے۔ مثلاً دانت توڑ دے یا آنکھ پھوڑ دے تو اس کی سزا اسی قدر بدی ہے جو اس نے کی لیکن اگر تم ایسی صورت میں گناہ معاف کر دو کہ اس معافی کا کوئی نیک نتیجہ پیدا ہو اور اس سے کوئی اصلاح ہو سکے۔ یعنی مثلاً مجرم آئندہ اس عادت سے باز آ جائے تو اس صورت میں معاف کرنا بھی بہتر ہے اور اس معاف کرنے کا خدا سے اجر ملے گا۔

اب دیکھو اس آیت میں دونوں پہلو کی رعایت رکھی گئی ہے اور عفو اور انتقام کو مصلحت وقت سے وابستہ کر دیا گیا۔ سو یہی حکیمانہ مسلک ہے جس پر نظام عالم کا چل رہا ہے۔ رعایت محل اور وقت سے گرم اور سرد دونوں کا استعمال کرنا یہی عقلمندی ہے جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ ہم ایک ہی قسم کی غذا پر ہمیشہ زور نہیں ڈال سکتے بلکہ حسب موقع گرم اور سرد غذائیں بدلتے رہتے اور جاڑے اور گرمی کے وقتوں میں کپڑے بھی مناسب حال بدلتے رہتے ہیں۔

پس اسی طرح ہماری اخلاقی حالت بھی حسب موقع تبدیلی کو چاہتی ہے ایک وقت رعب دکھلانے کا مقام ہوتا ہے وہاں نرمی اور درگزر سے کام بگڑتا ہے اور دوسرے وقت نرمی اور تواضع کا موقع ہوتا ہے اور وہاں رعب دکھلانا سفلہ پن سمجھا جاتا ہے۔ غرض ہر ایک وقت اور ہر مقام ایک بات کو چاہتا ہے۔ پس جو شخص رعایت مصالح اوقات نہیں کرتا۔ وہ حیوان ہے نہ انسان اور وہ وحشی ہے نہ مہذب۔"

(نسیم دعوت صفحہ ۷۱۔۷۲ طبع اول ۱۹۰۳ء)

یہ روح پرور مضمون مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کی کتاب "احکام اسلام۔ عقل کی نظر میں" کے صفحہ ۲۲۳ اور ۲۲۴ میں اول سے آخر تک بعینہٖ نقل شدہ موجود ہے۔

حرمت خنزیر کا فلسفہ

۳۔ کتاب "احکام اسلام" (صفحہ ۲۰۴) میں "وجوہ حرمت خنزیر" کے زیر عنوان حسب ذیل عبارت مندرج ہے جو حضرت اقدس کی معرکہ آراء کتاب "اسلامی اصول کی فلاسفی" کے صفحہ ۲۴ (طبع اول) سے مستعار لی گئی ہے:۔

"اس بات کا کس کو علم نہیں کہ یہ جانور اول درجہ کا نجاست خور اور نیز بے غیرت اور دیوث ہے۔ اب اس کے حرام ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ قانون قدرت یہی چاہتا ہے کہ ایسے پلید اور بد جانور کے گوشت کا اثر بھی بدن اور روح پر بھی پلید ہی ہو کیونکہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ غذاؤں کا بھی انسان کی روح پر ضرور اثر ہوتا ہے۔ پس اس میں کیا شک ہے کہ ایسے بد کا اثر بھی بد ہی پڑے گا۔ جیسا کہ یونانی طبیبوں نے اسلام سے پہلے ہی یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اس جانور کا گوشت

بالخاصیت حیا کی قوت کو کم کرتا ہے اور دیوثی کا بڑھاتا ہے۔"

("اسلامی اصول کی فلاسفی" صفحہ ۲۴ طبع اول ۱۸۹۷ء)

عفت کے اسلامی خلق کا فلسفہ

۴۔ "اسلامی اصول کے فلاسفی" میں حضرت اقدس نے عفت کے اسلامی خلق اور اسلامی پردہ کی حقیقت و حکمت بھی نہایت وضاحت سے بیان فرمائی ہے۔ جو مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے حضور کا حوالہ دیئے بغیر حضور ہی کے الفاظ میں شامل کتاب فرمائی ہے جو یہ ہے:۔

"قل للمومنین یغضوا من ابصارھم و یحفظوا فروجھم ذالک ازکی لھم۔ وقل للمومنت یغضضن من ابصارھن و یحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن الا ماظھر منھا ولیضربن نخمرھن علی جیوبھن..... ولا یضربن بارجلھن لیعلم مایخفین من زینتھن وتوبوالی اللہ جمیعا ایھا المومنون لعلکم تفلحون۔ ولا تقربوا الزنی انہ کان فاحشہ وساء سبیلا۔ ولیستعفف الذین لا یجدون نکاحا۔ ورھبانیہ ن ابتدعوھا ماکتبنا علیھم الا ابتغاء رضوان اللہ فمارعوھا حق رعایتھا۔

یعنی ایمانداروں کو جو مرد ہیں کہہ دے کہ آنکھ کو نامحرم عورتوں کے دیکھنے سے بچائے رکھیں اور ایسی عورتوں کو کھلے طور پر نہ دیکھیں جو شہوت کا محل ہو سکتی ہوں اور ایسے موقعوں پر خوابیدہ نگاہ کی عادت پکڑیں اور اپنے ستر کی جگہ کو جس طرح ممکن ہو بچاویں۔ ایسا ہی کانوں کو نامحرموں سے بچاویں یعنی بے گانہ عورتوں کے گانے بجانے اور خوش الحانی کی آوازیں نہ سنے۔ ان کے حسن کے قصے نہ سنے۔ یہ طریق پاک نظر اور پاک دل رہنے کے لئے عمدہ طریق ہے۔ ایسا ہی ایماندار عورتوں کو کہہ دے کہ وہ بھی اپنی آنکھوں کو نامحرم مردوں کے دیکھنے سے بچائیں اور اپنے کانوں کو بھی نامحرموں

سے بچائیں۔ یعنی ان کی پر شہوات آوازیں نہ سنیں اور اپنے ستر کی جگہ کو پردہ میں رکھیں اور اپنی زینت کے اعضاء کو کسی غیر محرم پر نہ کھولیں اور اپنی اوڑھنی کو اس طرح سر پر لیں کہ گریبان سے ہو کر سر پر آ جائے۔ یعنی گریبان اور دونوں کان اور سر اور کنپٹیاں سب چادر کے پردہ میں رہیں اور اپنے پیروں کو زمین ناچنے والوں کی طرح نہ ماریں۔ یہ وہ تدبیر ہے کہ جس کی پابندی ٹھوکر سے بچا سکتی ہے۔

اور دوسرا طریق بچنے کے لئے یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور اس سے دعا کریں تا ٹھوکر سے بچاوے اور لغزشوں سے نجات دے۔ زنا کے قریب مت جاؤ۔ یعنی ایسی تقریبوں سے دور رہو جن سے یہ خیال بھی دل میں پیدا ہو سکتا ہو اور ان راہوں کو اختیار نہ کرو جن سے اس گناہ کے وقوع کا اندیشہ ہو۔ جو زنا کرتا ہے وہ بدی کو انتہا تک پہنچا دیتا ہے۔ زنا کی راہ بہت بری ہے۔ یعنی منزل مقصود سے روکتی ہے اور تمہاری آخری منزل کیلئے سخت خطرناک ہے اور جس کو نکاح میسر نہ آوے چاہئے کہ وہ اپنی عفت کو دوسرے طریقوں سے بچاوے۔ مثلاً روزہ رکھے یا کم کھاوے یا اپنی طاقتوں سے تن آزار کام لے اور لوگوں نے یہ بھی طریق نکالے ہیں کہ وہ ہمیشہ عملاً نکاح سے دست بردار ہیں یا خوجے بنیں اور کسی طریق سے رہبانیت اختیار کریں مگر ہم نے انسان پر یہ حکم فرض نہیں کئے اسی لئے وہ ان بدعتوں کو پورے طور پر نبھا نہ سکے۔ خدا کا یہ فرمانا کہ ہمارا یہ حکم نہیں کہ لوگ خوجے بنیں۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر خدا کا حکم ہوتا تو سب لوگ اس حکم پر عمل کرنے کا مجاز بنتے تو اس صورت میں بنی آدم کی قطع نسل ہو کر کبھی کا دنیا کا خاتمہ ہو جاتا اور نیز اگر اس طرح پر عفت حاصل کرنی ہو کہ عضو مردی کاٹ دیں تو یہ درپردہ اس صانع پر اعتراض ہے۔ جس نے یہ عضو بنایا اور نیز جب کہ ثواب کا تمام مدار اس بات میں ہے کہ ایک قوت موجود ہو اور پھر انسان خدائے تعالیٰ کا خوف کر کے اس قوت کے خراب جذبات کا مقابلہ کرتا رہے اور اس کے منافع سے فائدہ اٹھا کر دو طور کا ثواب حاصل کرے۔ پس ظاہر ہے کہ ایسے عضو کو ضائع کر دینے میں دونوں ثوابوں سے محروم رہا۔ ثواب تو جذبہ مخالفانہ کے وجود اور

پھراس کے مقابلہ سے ملتا ہے۔ یعنی جس میں بچہ کی طرح وہ قوت ہی نہیں رہی۔ اس کا کیا ثواب ملے گا۔ کیا بچہ کو اپنی عفت کا ثواب مل سکتا ہے۔

ان آیات میں خدا تعالیٰ نے خلق احصان یعنی عفت کے حاصل کرنے کے لئے صرف اعلیٰ تعلیم ہی نہیں فرمائی بلکہ انسان کو پاک دامن رہنے کے لئے پانچ علاج بھی بتلا دیئے ہیں۔ یعنی یہ کہ اپنی آنکھوں کو نامحرم پر نظر ڈالنے سے بچانا۔ کانوں کو نامحرموں کی آواز سننے سے بچانا۔ نامحرموں کے قصے نہ سننا اور ایسی تمام تقریبوں سے جن میں اس بدفعل کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہو اپنے تئیں بچانا۔ اگر نکاح نہ ہو تو روزہ رکھنا وغیرہ۔

اس جگہ ہم بڑے دعویٰ کے ساتھ کہتے ہیں کہ یہ اعلیٰ تعلیم ان سب تدبیروں کے ساتھ جو قرآن شریف نے بیان فرمائی ہیں صرف اسلام ہی سے خاص ہے اور اس جگہ ایک نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے اور وہ یہ ہے کہ چونکہ انسان کی وہ طبعی حالت جو شہوات کا منبع ہے جس سے انسان بغیر کسی کامل تغیر کے الگ نہیں ہو سکتا یہی ہے کہ اس کے جذبات شہوت محل اور موقع پا کر جوش مارنے سے رہ نہیں سکتے۔ یا یوں کہو کہ سخت خطرہ میں پڑ جاتے ہیں۔ اس لئے خدائے تعالیٰ نے ہمیں یہ تعلیم نہیں دی کہ ہم نامحرم عورتوں کو بلا تکلف دیکھ تو لیا کریں اور ان کی تمام زینتوں پر نظر ڈال لیں اور ان کے تمام انداز ناچنا وغیرہ مشاہدہ کر لیں لیکن پاک نظر سے دیکھیں اور نہ یہ تعلیم ہمیں دی ہے کہ ہم ان بیگانہ جوان عورتوں کا گانا بجانا سن لیں۔ اور ان کے حسن کے قصے بھی سنا کریں لیکن پاک خیال سے سنیں۔ بلکہ ہمیں تاکید ہے کہ ہم نامحرم عورتوں کو ان کی زینت کی جگہ کو ہرگز نہ دیکھیں نہ پاک نظر سے اور نہ ناپاک نظر سے اور ان کی خوش الحانی کی آوازیں اور ان کے حسن کے قصے ہرگز نہ سنیں نہ پاک خیال سے اور نہ ناپاک خیال سے بلکہ ہمیں چاہئے کہ ان کے سننے اور دیکھنے سے نفرت رکھیں جیسا کہ مردار سے تا ٹھوکر نہ کھاویں کیونکہ ضرور ہے کہ بے قیدی کی نظروں سے کسی وقت ٹھوکریں پیش آویں۔ سو چونکہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہماری آنکھیں اور دل ہمارے خطرات سب پاک رہیں اس لئے اس نے یہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم فرمائی۔ اس میں کیا شک ہے کہ

بے قیدی ٹھوکر کا موجب ہو جاتی ہے۔ اگر ہم بھوکے کتے کے آگے نرم نرم روٹیاں رکھ دیں اور پھر ہم امید رکھیں کہ اس کتے کے دل میں خیال تک ان روٹیوں کا نہ آوے تو ہم اپنے اس خیال میں غلطی پر ہیں۔ سو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ نفسانی قویٰ کو پوشیدہ کارروائیوں کا موقع بھی نہ ملے۔ اور ایسی کوئی بھی تقریب پیش نہ آئے جس سے بد خطرات جنبش کر سکیں۔

اسلامی پردہ کی یہی فلاسفی اور یہی ہدایت شرعی ہے۔ خدا تعالیٰ کی کتاب میں پردہ سے یہ مراد نہیں کہ فقط عورتوں کو قیدیوں کی طرح حراست میں رکھا جائے۔ یہ ان نادانوں کا خیال ہے جن کو اسلامی طریقوں کی خبر نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ عورت مرد دونوں کو آزاد نظراندازی اور اپنی زینتوں کے دکھانے سے روکا جائے کیونکہ اس میں دونوں مرد اور عورت کی بھلائی ہے۔ بالآخر یہ بھی یاد رہے کہ خوابیدہ نگاہ سے غیر محل پر نظر ڈالنے سے اپنے تئیں بچالینا اور دوسری جائز النظر چیزوں کو دیکھنا۔ اس طریق کو عربی میں غض بصر کہتے ہیں اور ہر ایک پرہیز گار جو اپنے دل کو پاک رکھنا چاہتا ہے' اس کو نہیں چاہئے کہ حیوانوں کی طرح جس طرف چاہے بے محابا نظر اٹھا کر دیکھ لیا کرے بلکہ اس تمدنی زندگی میں غض بصر کی عادت ڈالنا ضروری ہے اور یہ وہ مبارک عادت ہے جس سے اس کی یہ طبعی حالت ایک بھاری خلق کے رنگ میں آ جائے گی اور اس کی تمدنی ضرورت میں بھی فرق نہیں پڑے گا۔ یہی وہ خلق ہے جس کو احصان اور عفت کہتے ہیں۔" (اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۲۷' ۳۰ (طبع اول ۱۸۹۷ء)

اسلامی نکاح کا فلسفہ

۵۔ حضرت اقدس کی کتاب "آریہ دھرم" کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس میں حضور نے متعدد مقامات پر اسلامی نکاح کی حقیقی فلاسفی پر سیر حاصل بحث کی ہے جس سے اسلام کے ازدواجی نظام کی برتری روز روشن کی طرح نمایاں ہو جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں "آریہ دھرم" کے تین اقتباسات ہدیہ قارئین کرتا ہوں۔ ان میں اول الذکر

دو اقتباس کتاب "احکام اسلام" کے صفحہ نمبر ۱۲۶' ۱۲۷ پر اور تیسرا اقتباس صفحہ ۱۵۷۔۱۵۸ پر موجود ہے۔

پہلا اقتباس "قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ شادی کے تین فائدے ہیں۔ ایک عفت اور پرہیزگاری۔ دوسری حفظ صحت۔ تیسری اولاد اور پھر ایک اور جگہ فرماتا ہے۔ ولیستعفف الذین لا یجدون نکاحا حتی یغنیھم اللہ من فضلہ (الجزو نمبر۱۸ سورۃ النور) یعنی جو لوگ نکاح کی طاقت نہ رکھیں جو پرہیزگار رہنے کا اصل ذریعہ ہے تو ان کو چاہئے کہ اور تدبیروں سے طلب عفت کریں۔ چنانچہ بخاری اور مسلم کی حدیث میں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ جو نکاح کرنے پر قادر نہ ہو اس کے لئے پرہیزگار رہنے کے لئے یہ تدبیر ہے کہ وہ روزے رکھا کرے اور حدیث یہ ہے۔ یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءہ فلیتزوج فانہ اغض للبصر و احصن للفرج و من یستطع فعلیہ بالصوم فانہ وجاء (صحیح مسلم و بخاری) یعنی اے جوانوں کے گروہ جو کوئی تم میں سے نکاح کی قدرت رکھتا ہو تو چاہئے کہ وہ نکاح کرے کیونکہ نکاح آنکھوں کو خوب نیچا کر دیتا ہے اور شرم کے اعضاء کو زنا وغیرہ سے بچاتا ہے ورنہ روزہ رکھو کہ وہ خصی کر دیتا ہے۔"

(آریہ دھرم صفحہ ۱۹ طبع اول ۱۸۹۵ء)

دوسرا اقتباس "محصنین غیر مسافحین الجزو نمبر۵۔ یعنی چاہئے کہ تمہارا نکاح اس نیت سے ہو کہ تا تم تقویٰ اور پرہیزگاری کے قلعہ میں داخل ہو جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ حیوانات کی طرح محض نطفہ نکالنا ہی تمہارا مطلب ہو۔" (آریہ دھرم صفحہ ۱۹ طبع اول ۱۸۹۵ء)

تیسرا اقتباس "مسلمانوں میں نکاح ایک معاہدہ ہے جس میں مرد کی طرف سے مہر اور تعہد نان و نفقہ اور اسلام اور حسن معاشرت شرط ہے اور

عورت کی طرف سے عفت اور پاک دامنی اور نیک چلنی اور فرمانبرداری شرائط ضروریہ میں سے ہے اور جیسا کہ دوسرے تمام معاہدے شرائط کے ٹوٹ جانے سے قابل فسخ ہو جاتے ہیں۔ ایسا ہی یہ معاہدہ بھی شرطوں کے ٹوٹنے کے بعد قابل فسخ ہو جاتا ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ اگر مرد کی طرف سے شرائط ٹوٹ جائیں تو عورت خود بخود نکاح کے توڑنے کی مجاز نہیں ہے۔ جیسا کہ وہ خود بخود نکاح کی مجاز نہیں بلکہ حاکم وقت کے ذریعہ سے نکاح کو توڑا سکتی ہے۔ جیسا کہ ولی کے ذریعہ سے نکاح کو کرا سکتی ہے اور یہ کمی اختیار اس کی فطرتی شتاب کاری اور نقصان عقل کی وجہ سے ہے۔ لیکن مرد جیسا کہ اپنے اختیار سے معاہدہ نکاح کا باندھ سکتا ہے ایسا ہی عورت کی طرف سے شرائط ٹوٹنے کے وقت طلاق دینے میں بھی خود مختار ہے۔ سو یہ قانون فطرتی قانون سے ایسی مناسبت اور مطابقت رکھتا ہے گویا کہ اس کی عکسی تصویر ہے۔ کیونکہ فطرتی قانون نے اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ ہر ایک معاہدہ شرائط قرار دادہ کے فوت ہونے سے قابل فسخ ہو جاتا ہے اور اگر فریق ثانی فسخ سے مانع ہو تو وہ اس فریق پر ظلم کر رہا ہے جو فقدان شرائط کی وجہ سے فسخ عہد کا حق رکھتا ہے۔ جب ہم سوچیں کہ نکاح کیا چیز ہے تو بجز اس کے اور کوئی حقیقت معلوم نہیں ہوتی کہ ایک پاک معاہدہ کی شرائط کے نیچے دو انسانوں کی زندگی بسر کرتا ہے اور جو شخص شرائط شکنی کا مرتکب ہو' وہ عدالت کی رو سے معاہدہ کے حقوق سے محروم رہنے کے لائق ہو جاتا ہے اور اسی محرومی کا نام دوسرے لفظوں میں طلاق ہے۔ لہٰذا طلاق ایک پوری پوری جدائی ہے جس سے مطلقہ کی حرکات سے شخص طلاق دہندہ پر کوئی بد اثر نہیں پہنچتا یا دوسرے لفظوں میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایک عورت کسی کی منکوحہ ہو کر نکاح کے معاہدہ کو کسی اپنی بد چلنی سے توڑ دے تو وہ اس عضو کی طرح ہے جو گندہ ہو گیا اور سڑ گیا یا اس دانت کی طرح ہے جس کو کیڑے نے کھا لیا اور وہ اپنے شدید درد سے ہر وقت تمام بدن کو ستاتا اور دکھ دیتا ہے تو اب حقیقت میں وہ دانت نہیں ہے اور نہ متعفن عضو حقیقت میں عضو ہے اور سلامتی اسی میں ہے کہ اس کو اکھیڑ دیا

جائے اور کاٹ دیا جائے اور پھینک دیا جائے۔ یہ سب کارروائی قانون قدرت کے موافق ہے۔ عورت کا مرد سے ایسا تعلق نہیں جیسے اپنے ہاتھ اور اپنے پیر کا لیکن تاہم اگر کسی کا ہاتھ یا پیر کسی ایسی آفت میں مبتلا ہو جائے کہ اطباء اور ڈاکٹروں کی رائے اسی پر اتفاق کرے کہ زندگی اس کی کاٹ دینے میں ہے تو بھلا تم میں سے کون ہے کہ ایک جان بچانے کے لئے کاٹ دینے پر راضی نہ ہو پس ایسا ہی اگر تیری منکوحہ اپنی بد چلنی اور کسی مہاں پاپ سے تیرے پر وبال لائے تو وہ ایسا عضو ہے کہ بگڑ گیا اور سڑ گیا اور اب وہ تیرا عضو نہیں ہے اس کو جلد کاٹ دے اور گھر سے باہر پھینک دے۔ ایسا نہ ہو کہ اس کی زہر تیرے سارے بدن میں پہنچ جائے اور تجھے ہلاک کرے پھر اگر اس کاٹے ہوئے اور زہریلے جسم کو کوئی پرند کھالے تو تجھے اس سے کیا کام کیونکہ وہ جسم تو اسی وقت سے تیرا جسم نہیں رہا جب کہ تو نے اس کو کاٹ کر پھینک دیا۔"

(آریہ دھرم صفحہ ۳۲۔ ۳۳ طبع اول ۱۸۹۵ء)

قبولیت دعا کا فلسفہ

۶۔ سر سید احمد خان بانی علی گڑھ کالج دعاؤں کی قبولیت اور تاثیر کے قائل نہیں تھے۔ جیسا کہ ان کی تفسیروں اور لیکچروں اور مضامین سے ماہر ہے۔ حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ عہد حاضر کی وہ منفرد شخصیت ہیں جنہوں نے عقل و نقل اور اپنے روحانی مشاہدات کی روشنی میں "برکات الدعا" جیسی لاجواب کتاب سپرد قلم فرمائی۔ پوری کتاب مطالعہ کرنے کے لائق ہے بطور نمونہ اس کے دو اقتباس ملاحظہ ہوں۔

اول "اگرچہ دنیا کی کوئی خیر و شر مقدر سے خالی نہیں تاہم قدرت نے اس کے حصول کے لئے ایسے اسباب مقرر رکھے ہیں جن کے صحیح اور سچے اثر میں کسی عقلمند کو کلام نہیں مثلاً اگرچہ مقدر پر لحاظ کر کے دوا کا کرنا نہ کرنا در حقیقت ایسا ہی ہے جیسا کہ دعا یا ترک دعا۔ مگر کیا سید صاحب یہ رائے ظاہر کر سکتے ہیں کہ مثلاً علم طب سراسر باطل ہے اور حکیم حقیقی نے دعاؤں میں کچھ بھی اثر نہیں رکھا۔ پھر اگر سید صاحب

باوجود ایمان بالتقدیر کے اس بات کے بھی قائل ہیں کہ دوائیں بھی اثر سے خالی نہیں تو پھر کیوں خدا تعالیٰ کے یکساں اور متشابہ قانون میں فتنہ اور تفریق ڈالتے ہیں؟ کیا سید صاحب کا یہ مذہب ہے کہ خدا تعالیٰ اس بات پر تو قادر تھا کہ تربد اور سقمونیا اور سناء اور حب الملوک میں تو ایسا قوی اثر رکھ دے کہ ان کی پوری خوراک کھانے کے ساتھ ہی دست چھوٹ جائیں یا مثلاً سم الفار اور بیش اور دوسری ہلاہل زہروں میں وہ غضب کی تاثیر ڈال دی کہ ان کا کامل قدر شربت چند منٹوں میں ہی اس جہاں سے رخصت کردے۔ لیکن اپنے برگزیدوں کی توجہ اور عقد ہمت اور تضرع کی بھری ہوئی دعاؤں کو فقط مردہ کی طرح رہنے دے جن میں ایک ذرہ بھی اثر ہوا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ نظام الٰہی میں اختلاف ہو اور وہ ارادہ جو خدا تعالیٰ نے دعاؤں میں اپنے بندوں کی بھلائی کے لئے کیا تھا وہ دعاؤں میں مرعی نہ ہو؟ نہیں نہیں! ہرگز نہیں!! بلکہ خود سید صاحب دعاؤں کی حقیقی فلاسفی سے بے خبر ہیں اور ان کی اعلیٰ تاثیروں پر ذاتی تجربہ نہیں رکھتے اور ان کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی ایک مدت تک ایک پرانی اور سال خوردہ اور مسلوب القویٰ دوا کو استعمال کرے اور پھر اس کو بے اثر پاکر اس دوا پر عام حکم لگادے کہ اس میں کچھ بھی تاثیر نہیں۔" ("برکات الدعا" صفحہ ۷۔۸)

دوم "میں کہتا ہوں کہ یہی حال دواؤں کا بھی ہے۔ کیا دواؤں نے موت کا دروازہ بند کردیا ہے یا ان کا خطا جانا غیر ممکن ہے؟ مگر کیا باوجود اس بات کے کوئی ان کی تاثیر سے انکار کرسکتا ہے؟ یہ سچ ہے کہ ہر ایک امر پر تقدیر محیط ہو رہی ہے مگر تقدیر نے علوم کو ضائع اور بے حرمت نہیں کیا اور نہ اسباب کو بے اعتبار کرکے دکھلایا بلکہ اگر غور کرکے دیکھو تو یہ جسمانی اور روحانی اسباب بھی تقدیر سے باہر نہیں ہیں مثلاً اگر ایک

بیمار کی تقدیر نیک ہو' اسباب تقدیر علاج پورے طور پر میسر آجاتے ہیں اور جسم کی حالت بھی ایسے درجہ پر ہوتی ہے کہ ہو ان سے نفع اٹھانے کے لئے مستعد ہوتا ہے۔ تب دوا نشانہ کی طرح جاکر اثر کرتی ہے۔ یہی قاعدہ دعا کا بھی ہے۔ یعنی دعا کے لئے بھی تمام اسباب و شرائط قبولیت اسی جگہ جمع ہوتے ہیں۔ جہاں ارادہ الٰہی اس کے قبول کرنے کا ہے۔"

("برکات الدعا" صفحہ ۱۱۔ ۱۲)

جناب "حکیم الامت مجدد الملت" مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے "برکات الدعا" کے مندرجہ بالا دونوں اقتباسات اگرچہ نہایت اہتمام کے ساتھ اپنی "مقبول عام" کتاب کے صفحہ ۸۴۔ ۸۵ پر "حقیقت دعاء وقضا" کے عنوان سے قلم بند فرمادئے ہیں۔ مگر جس جس فقرے میں سر سید کا نام تھا اس کو "کمال فطانت و ذہانت" سے دوسرے الفاظ میں بدل ڈالا ہے۔

قبور سے تعلق ارواح

۷۔ مندرجہ بالا عنوان سے "احکام اسلام" کے صفحہ ۲۶۲ سے صفحہ ۲۶۵ تک ایک نہایت لطیف مضمون بیان ہوا ہے جو اول سے آخر تک براہ راست حضرت اقدس کے ان ملفوظات سے ماخوذ ہے جو آج سے قریباً اسی سال قبل اخبار الحکم میں شائع ہوئے تھے حضور نے فرمایا:۔

"اصل بات یہ ہے کہ جو کچھ ارواح کے تعلق قبور کے متعلق احادیث رسول اللہ ﷺ میں آیا ہے۔ وہ بالکل سچ اور درست ہے۔ ہاں یہ دوسرا امر ہے کہ اس تعلق کی کیفیت اور کنہ کیا ہے؟ جس کے معلوم کرنے کی ہم کو ضرورت نہیں۔ البتہ یہ ہمارا فرض ہو سکتا ہے کہ ہم یہ ثابت کردیں کہ اس قسم کا تعلق قبور کے ساتھ ارواح کا ہوتا ہے اور اس میں کوئی محال عقلی لازم نہیں آتا اور اس کے لئے ہم اللہ تعالیٰ کے قانون قدرت میں ایک نظیر پاتے ہیں۔ درحقیقت یہ امر اس قسم کا

ہے جیسے ہم دیکھتے ہیں کہ بعض امور کی سچائی اور حقیقت صرف زبان ہی سے معلوم ہوتی ہے اور اس کو ذرا وسیع کر کے ہم یوں کہتے ہیں کہ حقائق الاشیاء کے معلوم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مختلف طریقے رکھے ہیں۔ بعض خواص آنکھ کے ذریعے معلوم ہوتے ہیں اور بعض صداقتوں کا پتہ صرف کان لگاتا ہے اور بعض ایسی ہیں کہ حس مشترک سے ان کا سراغ ملتا ہے اور کتنی ہی سچائیاں ہیں کہ وہ مرکز قویٰ یعنی دل سے معلوم ہوتی ہیں۔ غرض اللہ تعالیٰ نے صداقت کے معلوم کرنے کے لئے مختلف طریق اور ذریعے رکھے ہیں۔ مثلاً مصری کی ایک ڈلی کو کان پر رکھیں تو وہ اس کا مزہ معلوم نہ کر سکیں گے اور نہ اس کے رنگ کو بتا سکیں گے۔ ایسا ہی اگر آنکھ کے سامنے کریں گے تو وہ اس کے ذائقہ کے متعلق کچھ نہ کہہ سکے گی۔ اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حقائق الاشیاء کے معلوم کرنے کے لئے مختلف قویٰ اور طاقتیں ہیں۔ اب آنکھ کے متعلق اگر کسی چیز کا ذائقہ معلوم کرنا ہو اور وہ آنکھ کے سامنے پیش ہو تو کیا ہم یہ کہیں گے کہ اس چیز میں کوئی ذائقہ ہی نہیں۔ یا آواز نکلتی ہو اور کان بند کر کے زبان سے وہ کام لینا چاہیں تو کب ممکن ہے۔ آج کل کے فلسفی مزاج لوگوں کو یہ بڑا دھوکا لگا ہوا ہے کہ وہ اپنے عدم علم کی وجہ سے کسی صداقت کا انکار کر بیٹھتے ہیں۔ روزمرہ کے کاموں میں دیکھا جاتا ہے کہ سب کام ایک شخص نہیں کرتا بلکہ جداگانہ خدمتیں مقرر ہیں۔ سقہ پانی پلاتا ہے۔ دھوبی کپڑے صاف کرتا ہے۔ باورچی کھانا پکاتا ہے۔ غرضیکہ تقسیم محنت کا سلسلہ ہم انسان کے خود ساختہ نظام میں بھی پاتے ہیں۔ پس اس اصل کو یاد رکھو کہ مختلف قوتوں کے مختلف کام ہیں۔

انسان بڑے قویٰ لے کر آیا ہے اور طرح طرح کی خدمتیں اس کی تکمیل کے لئے ہر ایک قوت کے سپرد ہیں۔ نادان فلسفی ہر بات کا فیصلہ

اپنی عقل خام سے چاہتا ہے۔ حالانکہ یہ بات غلط محض ہے۔ تاریخی امور تو تاریخ ہی سے ثابت ہوں گے۔ اور خواص الاشیاء کا تجربہ بدوں تجربہ صحیحہ کے کیونکر لگ سکے گا۔ امور قیاسیہ کا پتہ عقل دے گی۔ اسی طرح پر متفرق طور پر الگ الگ ذرائع ہیں۔ انسان دھوکہ میں مبتلا ہو کر حقائق الاشیاء کے معلوم کرنے سے تب ہی محروم ہو جاتا ہے جب کہ وہ ایک ہی چیز کو مختلف امور کی تکمیل کا ذریعہ قرار دے لیتا ہے۔ میں اس اصول کی صداقت پر زیادہ کہنا ضروری نہیں سمجھتا کیونکہ ذرا سے فکر سے یہ بات خوب سمجھ میں آجاتی ہے اور روزمرہ ہم ان باتوں کی سچائی دیکھتے ہیں۔ پس جب روح جسم سے مفارقت کرتی ہے یا تعلق پکڑتی ہے تو ان باتوں کا فیصلہ عقل سے نہیں ہو سکتا۔ اگر ایسا ہوتا تو فلسفی اور حکماء ضلالت میں مبتلا نہ ہوتے۔ اسی طرح قبور کے ساتھ جو تعلق ارواح کا ہوتا ہے۔ یہ ایک صداقت تو ہے مگر اس کا پتہ دینا اس کی آنکھ کا کام نہیں۔ یہ کشفی آنکھ کا کام ہے کہ وہ دکھلاتی ہے۔ اگر محض عقل سے اس کا پتہ لگانا چاہو تو کوئی عقل کا پتلا اتنا ہی بتلائے کہ روح کا وجود بھی ہے یا نہیں؟ ہزار اختلاف اس مسئلہ پر موجود ہیں اور ہزارہا فلاسفر دہریہ مزاج موجود ہیں جو منکر ہیں۔ اگر نری عقل کا یہ کام تھا تو پھر اختلاف کا کیا کام؟ کیونکہ جب آنکھ کا کام دیکھنا ہے تو میں نہیں کہہ سکتا کہ زید کی آنکھ تو سفید چیز کو دیکھے اور بکر کی ویسی ہی آنکھ اس سفید چیز کا ذائقہ بتلائے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ نری عقل روح کا وجود بھی یقینی طور پر نہیں بتلا سکتی۔ چہ جائیکہ اس کی کیفیت اور تعلقات کا علم پیدا کر سکے۔ فلاسفر تو روح کو ایک سبز لکڑی کی طرح مانتے ہیں اور روح فی الخارج ان کے نزدیک کوئی چیز ہی نہیں۔ یہ تفاسیر روح کے وجود اور اس کے تعلق وغیرہ کی چشمہ نبوت سے ملی ہیں اور نرے عقل والے تو دعویٰ ہی نہیں

کر سکتے۔ اگر کہو کہ بعض فلاسفروں نے کچھ لکھا ہے تو یاد رکھو کہ انہوں نے منقولی طور پر چشمہ نبوت سے کچھ لے کر کہا ہے۔ پس جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ روح کے متعلق علوم چشمہ نبوت سے ملتے ہیں تو یہ امر کہ ارواح کا قبور کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اسی چشم سے دیکھنا چاہئے اور کشفی آنکھ نے بتلایا ہے کہ اس تودہ خاک سے روح کا ایک تعلق ہوتا ہے اور السلام علیکم یا اہل القبور کہنے سے جواب ملتا ہے۔ پس جو آدمی ان قویٰ سے کام لے جن سے کشف قبور ہو سکتا ہے وہ ان تعلقات کو دیکھ سکتا ہے۔

ہم ایک بات مثال کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ ایک نمک کی ڈلی اور ایک مصری کی ڈلی رکھی ہو۔ اب عقل محض ان پر کیا فتویٰ دے سکے گی۔ ہاں اگر ان کو چکھیں گے تو جداگانہ مزوں سے معلوم ہو جاوے گا کہ یہ نمک ہے اور وہ مصری ہے لیکن اگر حس انسان ہی نہیں تو نمکین اور شیریں کا فیصلہ کوئی کیا کرے گا؟ پس ہمارا کام صرف دلائل سے سمجھا دینا ہے۔ آفتاب کے چڑھنے میں جیسے ایک اندھے کے انکار سے فرق نہیں آ سکتا اور ایک مسلوب القوۃ کے طریق استدلال سے فائدہ نہ اٹھانے سے ان کا ابطال نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح پر اگر کوئی شخص کشفی آنکھ نہیں رکھتا تو وہ اس تعلق ارواح کو کیونکر دیکھ سکتا ہے؟ پس محض اس لئے کہ وہ دیکھ نہیں سکتا اس کا انکار جائز نہیں ہے۔ ایسی باتوں کی پتہ نری عقل اور قیاس سے کچھ نہیں لگتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس لئے انسان کو مختلف قویٰ دئے ہیں۔ اگر ایک ہی سب کام دیتا تو پھر اس قدر قویٰ کے عطا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ بعض کا تعلق آنکھ سے اور بعض کا کان سے، بعض زبان سے متعلق ہیں اور بعض ناک سے۔ مختلف قسم کی حسیں انسان رکھتا ہے۔ قبور کے ساتھ تعلق ارواح دیکھنے کے لئے کشفی

قوت اور حس کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی کہے کہ یہ ٹھیک نہیں ہے تو وہ غلط کہتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی ایک کثیر تعداد کروڑہا اولیاء صلحاء کا سلسلہ دنیا میں گزرا ہے اور مجاہدات کرنے والے بے شمار لوگ ہو گزرے ہیں اور وہ سب اس امر کی زندہ شہادت ہیں گو اس کی اصلیت اور تعلقات کی وجہ عقلی طور پر ہم معلوم کر سکیں یا نہ مگر نفس تعلق سے انکار نہیں ہو سکتا۔ غرض کشفی دلائل ان ساری باتوں کا فیصلہ کئے دیتے ہیں۔ کان اگر نہ دیکھ سکیں تو ان کا کیا قصور؟ وہ اور قوت کا کام ہے۔ ہم اپنے ذاتی تجربہ سے گواہ ہیں کہ روح کا تعلق قبر کے ساتھ ضرور ہوتا ہے۔ انسان میت سے کلام کر سکتا ہے۔ روح کا تعلق آسمان سے بھی ہوتا ہے جہاں اس کے لئے ایک مقام ملتا ہے۔ میں پھر کہتا ہوں کہ یہ ایک ثابت شدہ صداقت ہے۔ ہندوؤں کی کتابوں میں بھی اس کی گواہی موجود ہے۔ یہ مسئلہ عام طور پر مسلمہ مسئلہ ہے بجز اس فرقہ کے جو نفی بقائے روح کرتا ہے اور یہ امر کہ کسی جگہ تعلق ہے کشفی قوت خود ہی بتلا دے گی۔ جیالوجسٹ (عالم علم طبقات الارض) بتلا دیتے ہیں کہ یہاں فلاں دھات ہے اور وہاں فلاں کان ہے..... پس یہ بات ایک سچی بات ہے کہ ارواح کا تعلق قبور سے ضرور ہوتا ہے۔"

(الحکم" جلد نمبر۳ صفحہ ۲۔۳ پرچہ ۲۳ جنوری ۱۸۹۹ء)

یہاں اس امر کا تذکرہ ضروری ہے کہ حضرت اقدس کو چونکہ جناب الٰہی نے آنحضرت ﷺ کی متابعت کی برکت سے کشفی آنکھیں بخشیں اور آسمانی نور سے بہرہ مند فرمایا تھا۔ اس لئے آپ نے ارواح کے تعلق قبور کا ذکر کرتے ہوئے ببانگ دہل اعلان فرمایا کہ "ہم اپنے ذاتی تجربہ سے گواہ ہیں" مگر کتاب احکام اسلام کے مصنف کو ایسا کوئی دعویٰ نہیں تھا نہ ہو سکتا تھا اس لئے انہوں نے اپنی کتاب میں حضرت اقدس کے ملفوظات کا طویل اقتباس نقل کرتے ہوئے اس سے متعلق الفاظ بالکل قلم زن فرما

دیئے۔

تجلی اعلیٰ کا دن

کتاب کے صفحہ ۲۶۱ پر مولانا صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

"ایک اور تجلی اعلیٰ کا دن ہے کہ خدا تعالیٰ کی بڑی حکمت نے اس دن کے ظاہر کرنے کا تقاضا کیا ہے کیونکہ اس نے انسان کو پیدا کیا تاکہ وہ اپنی خالقیت کے ساتھ شناخت کیا جائے اور پھر وہ سب کو ہلاک کرے گا تاکہ وہ اپنی قہاریت کے ساتھ شناخت کیا جائے اور پھر ایک دن سب کو کامل زندگی بخش کر ایک میدان میں جمع کرے گا تاکہ وہ اپنی قادریت کے ساتھ پہچانا جائے۔"

یہ لطیف عبارت بجنسہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی معرکہ آرا تالیف "اسلامی اصول کی فلاسفی" کے صفحہ ۹۴ پر موجود ہے۔

مندرجہ بالا تفصیلات منظر عام پر لانے کے بعد ہم آخر میں جناب مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے ملفوظات میں سے ایک نہایت دلچسپ اور پرلطف واقعہ ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔ لکھا ہے۔

"ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ان قادیانیوں کی کوئی کتاب وغیرہ چرا لے جائز ہے یا نہیں اس لئے کہ مرتد ہیں۔ جواب میں فرمایا کہ مسئلہ تو کتاب میں دیکھا جائے مجھ کو اس وقت یاد نہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ایسی چوری کرنے کی میری تو نیت نہیں۔"

("الافاضات الیومیہ" حصہ اول صفحہ ۱۳۱)

اس حیرت انگیز انکشاف کا ردعمل

یوں تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے قلم سے نکلا ہوا پورا لٹریچر ہی شہنشاہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی ابدی تاثیرات کا آئینہ دار ہے مگر حضور کا لیکچر "اسلامی اصول کی فلاسفی" تو فیضان نبوی کا زندہ اور تابندہ اعجازی نشان بھی ہے جس کی سطر سطر پر حضور

نے دعا کی اور جس کے لفظ لفظ سے علم و معرفت کے سمندر موجیں مار رہے ہیں۔ یہی وہ پر معارف کتاب ہے جس کے انوار و برکات کی چمکار کو دیکھ کر مخالفین احمدیت کی نگاہیں بھی حیرت زدہ ہو گئی ہیں اور جناب مولانا اشرف علی صاحب تھانوی جیسے دیو بندی عالم اور نام نہاد "مجلس تحفظ ختم نبوت" کے "حکیم الامت" اور "مجدد ملت" نے تو اس سے بھرپور استفادہ کر کے اس کے اقتباسات اپنے نام پر شائع فرمائے ہیں۔ جیسا کہ گذشتہ سطور کی تفصیلات سے پوری طرح عیاں ہے۔ یہ حیرت انگیز انکشاف راقم الحروف نے آج سے تیرہ سال قبل اخبار "الفضل" ربوہ مورخہ ۵، ۷ مئی ۱۹۸۳ء کے ذریعہ کیا جس پر پاکستان کے ایک نامور اور صاحب طرز ادیب جناب جمیل احمد عدیل نے اپنے مراسلہ ۲۳ جولائی ۱۹۸۳ء میں اس رائے کا اظہار کیا کہ:۔

> "۵ اور ۷ مئی ۱۹۸۳ء کے "الفضل" میں آپ کی تحقیق بے نظیر دیکھنے کا موقع ملا جو یقیناً چونکا دینے والی بات تھی اور ایک بہت فاضل آدمی کی علمیت کا پول کھولنے کے لئے کافی تھی...... آپ کی اس مایہ ناز تحریر سے...... دیو بندی مکتبہ فکر میں زلزلہ آگیا ہے۔"

ازاں بعد پاکستان کے ایک ممتاز بریلوی عالم دین جناب محمد افضل شاہد صاحب نے ایک تنقیدی مقالہ "تھانوی قادیانی کی دہلیز پر" کے زیر عنوان سپرد قلم کیا جو ماہنامہ "القول السدید" لاہور کی متعدد اقساط میں شائع ہوا۔ فاضل مقالہ نگار نے حضرت مسیح موعود کی عبارات اور تھانوی صاحب کی تحریرات کا نہایت شرح و بسط سے تقابلی جائزہ لیا۔ ذیل میں بطور نمونہ اس کا صرف وہ حصہ ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے جس کا تعلق لیکچر "اسلامی اصول کی فلاسفی" کے ساتھ ہے۔

جناب محمد افضل شاہد صاحب رقمطراز ہیں:۔

> "اسلام میں تو مجدد اسے کہا جاتا ہے جو تجدید احیائے دین کا کام کرے اور دیگر شرائط کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ممکنہ حد تک وہ صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے اپنے آپ کو بچا کر رکھے۔ چونکہ امام

اہل سنت میں یہ شرائط بطریق احسن موجود ہیں اس لئے مجدد مان لئے گئے۔ لیکن شاید گستاخان رسول کے نزدیک مجدد اس کو کہتے ہوں جو اہانت رسول کی چلائی جانے والی تحریک کی تجدید کرے اور چوری جیسے بدترین فعل میں مہارت رکھتا ہو۔ تو یہ کام تو تھانوی صاحب نے "حفظ الایمان" لکھ کر اور قادیانی کی کتب سے صفحے کے صفحے نقل کر کے انتہائی خوبی سے سرانجام دیا ہے۔ اس لئے ان کا دعویٰ بجا ہے۔ باقی رہا ہزار سے زیادہ تصانیف والا مسئلہ تو جھوٹ ان کو گھٹی میں پڑا ہے اور یہ لوگ اس مقولے پر سختی سے کاربند ہیں کہ "جھوٹ اتنی کثرت سے بولو کہ سچ کا گمان ہونے لگے۔" اول تو یہ متضاد دعوے کر رہے ہیں۔ ابتداء تو ہزار کتب کا دعویٰ تھا اور اب "اکابر علمائے دیوبند" میں ڈیڑھ ہزار سے زائد کا دعوی کیا گیا ہے۔ یہاں مجھے ایک لطیفہ یاد آ رہا ہے کہ چند دوست ہر روز اکٹھے بیٹھ کر زبانی زبانی حلوہ پکاتے۔ کوئی کہتا پاؤ پاؤ جنس ہو کوئی کہتا آدھا آدھا کلو۔ آخر ایک خاموش دوست نے ایک دن تنگ آ کر کہا نہیں من من جنس ہونی چاہئے۔ جب زبانی زبانی ہی پکانا ہے تو تھوڑا کیوں پکاتے ہو۔ تھانوی کے چیلوں نے بھی سوچا کہ جب زبانی کلامی ہی دعویٰ کرنا ہے تو بلند و بانگ دعویٰ کیوں نہ کیا جائے۔ بہرحال اگرچہ تھانویت اور نجدیت پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے مگر یہاں صرف تھانوی صاحب کی ان عبارتوں کو سامنے لانا مقصود ہے جو انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب سے چوری کر کے اپنی کتاب میں نقل کیا۔

۱۸۹۶ء میں ایک ہندو سوامی شوگنا چندر نے "جلسہ اعظم مذاہب" کے نام سے لاہور ٹاؤن ہال میں کانفرنس کا اہتمام کیا جس میں تمام مذاہب کے رہنماؤں کو دعوت دی گئی۔ ہر ایک کو پانچ پانچ سوالات

جن کا جواب انہیں اپنے مذاہب کی تعلیمات کی روشنی میں دینے کو کہا گیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے ان سوالات کے جواب پر مشتمل ایک مضمون لکھا جس کو مرزا صاحب کے ایک معتقد مولوی عبدالکریم نے جلسہ میں پڑھ کر سنایا۔ جس کو بعد میں "اسلامی اصول کی فلاسفی" کے نام سے کتابی شکل میں ربوہ سے جو کہ اس وقت میرے سامنے ہے اس کے شروع میں "سچائی کے طالبوں کے لئے ایک عظیم الشان خوشی" کے عنوان سے جو دعوے کئے گئے مرزا صاحب کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں۔

"یہ وہ مضمون ہے جو انسانی طاقتوں سے برتر اور خدا کے نشانوں میں سے ایک نشان اور خاص اس کی تائید سے لکھا گیا ہے..... جو شخص اس مضمون کو اول سے آخر تک پانچوں سوالوں کے جواب میں سنے گا، میں یقین کرتا ہوں کہ ایک نیا ایمان اس میں پیدا ہو گا اور ایک نیا نور اس میں چمک اٹھے گا اور خدا تعالیٰ کے پاک کلام کی ایک جامع تفسیر اس کے ہاتھ آجائے گی۔ یہ میری تقریر انسانی فضولیوں سے پاک اور لاف وگزاف کے داغ سے منزہ ہے..... مجھے خدائے علیم نے الہام سے مطلع فرمایا ہے کہ یہ مضمون ہے جو سب پر غالب آئے گا اور اس میں سچائی اور حکمت اور معرفت کا وہ نور ہے جو دوسری قومیں بشرطیکہ حاضر ہوں اور اس کو اول سے آخر تک سنیں شرمندہ ہو جائیں گی..... خدا تعالیٰ نے یہ ارادہ فرمایا ہے کہ اس روز اس پاک کتاب کا جلوہ ظاہر ہو۔ میں نے عالم کشف میں اس کے متعلق دیکھا کہ میرے محل پر غیب سے ایک ہاتھ مارا گیا اور اس کے چھونے سے اس محل میں ایک نور ساطع نکلا جو اردگرد پھیل گیا اور میرے ہاتھوں پر بھی اس کی روشنی ہوئی۔ تب ایک شخص جو میرے پاس کھڑا تھا وہ بلند آواز سے بولا اللہ اکبر۔

خربت خیبر اس کی یہ تعبیر ہے کہ اس محل سے میرا دل مراد ہے جو جائے نزول و حلول انوار ہے اور وہ نور قرآنی معارف ہیں اور خیبر سے مراد تمام خراب مذہب ہیں..... سو مجھے جتلایا گیا کہ اس مضمون کے خوب پھیلنے کے بعد جھوٹے مذہبوں کا جھوٹ کھل جائے گا اور قرآنی سچائی دن بدن زمین پر پھیلتی جائے گی جب تک کہ اپنا دائرہ پورا کرے۔ پھر اس کشفی حالت سے الہام کی طرف منتقل کیا گیا اور مجھے الہام ہوا ان اللہ معک ان اللہ یقوم اینما قمت۔ یعنی خدا تیرے ساتھ ہے اور خدا وہیں کھڑا ہوتا ہے جہاں تو کھڑا ہو۔ یہ حمایت الٰہی کے لئے ایک استعارہ ہے۔ [1]

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ قادیانی کو اس مضمون پر کس قدر فخر اور اعتماد ہے یقیناً قادیانی امت کے بھی یہی تاثرات ہوں گے۔ اس مضمون کے تقریباً ۲۰ سال بعد ۱۳۳۵ھ میں تھانوی صاحب نے "المصالح للاحکام النقلیہ" کے نام سے ایک کتاب لکھی..... اس کتاب کو پہلی بار ۱۳۶۸ھ میں ادارہ اشرف العلوم دیوبند نے شائع کیا گیا بعد میں اس کو "احکام اسلام عقل کی نظر میں" کے نام سے محمد رضی عثمانی نے اپنے دیباچہ کے ساتھ دارالاشاعت کراچی سے ۱۹۷۷ء میں شائع کیا۔ میرے پیش نظر اس وقت یہی ایڈیشن ہے۔ تھانوی صاحب نے قادیانی کی مذکورہ بالا کتاب سے پیراگراف اور صفحے در صفحے اپنی کتاب میں نقل کر ڈالے لیکن کتاب و مصنف کا حوالہ تک نہ دیا۔ شاید تھانوی صاحب کو یہ خطرہ تھا کہ اگر حوالہ دیا تو کہیں پیروکار اور مرید نہ بھاگ جائیں۔ حالانکہ پیروکار لکیر کے فقیر ہیں جنہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کی شان

---

[1] مجموعہ اشتہارات حضرت مسیح موعودؑ جلد سوم صفحہ ۲۹۳۔ ۲۲۴ ناشر الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ ربوہ

اقدس میں تھانوی کی عبارتیں نہ صرف قبول کرلیں بلکہ ان کا پوری قوت سے دفاع کرنے کی کوشش ناکام کی اور کر رہے ہیں۔ اس واردات میں بھی تھانوی صاحب کا پورا پورا ساتھ دیتے۔

اگر تھانوی صاحب کے اس طرز عمل پر غور کیا جائے تو تھانوی صاحب قادیانی کے مذکورہ بالا دعوؤں کے کہ یہ الہامی مضمون ہے اور سب پر غالب آئے گا وغیرہ کی اپنے عمل سے تصدیق کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہ بات قابل غور ہے کہ تھانوی صاحب کا اصل مقصد قادیانی کی تعبیر و تشریح کو چوری کرنا تھا۔ الفاظ کی چوری تو اس لئے کی گئی ہے کہ ان سے بہتر الفاظ کا انتخاب ممکن نہ تھا....."

اس تمہید کے بعد انہوں نے "ترجمہ و تفسیر کی چوری" کے زیر عنوان متعدد واضح مثالیں دینے کے بعد تحریر فرمایا۔

مذکورہ بالا تھانوی اور قادیانی کی ساری عبارتوں کا بار بار تقابلی مطالعہ کیجئے اور تھانوی صاحب کو داد دیجئے۔ تھانوی صاحب کے اس کارنامے کو ذہن میں رکھتے ہوئے "اکابر علمائے دیوبند" کے مؤلف حافظ محمد اکبر شاہ بخاری کے یہ الفاظ پڑھیئے کہ۔

"بلا شبہ آپ حکیم الامت اور مجدد ملت تھے اور پورے عالم اسلام کے عظیم مذہبی و روحانی پیشوا تھے۔"

(اکابر علمائے دیوبند صفحہ ۴۵)

اندھے کو اندھیرے میں بڑے دور کی سوجھی

اگر غیر مسلموں کو بقول محمد اکبر شاہ صاحب یہ بتایا جائے کہ چودھویں صدی میں مسلمانوں کے سب سے بڑے مذہبی و روحانی پیشوا

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب تھے اور وہ تھانوی صاحب کی اس بددیانتی سے واقف ہوں تو ان کے ذہن میں اسلام کا کیا نقشہ آئے گا؟

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

.....عبارتوں کی چوری میں ملوث فن کار کو مسند مجددیت پر بٹھانا ایسے ہی ہے جیسے بلی کو دودھ کی رکھوالی کے لئے بٹھا دیا جائے۔ جس طرح بلی سے دودھ محفوظ نہیں رہ سکتا اسی طرح ایسے مجدد سے ایمان کو بچانا بھی مشکل ہے۔.....

مجھے دیوبندی مکتب کی فکر کی تنظیم "عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت" کے طرز عمل پر بھی حیرت ہے کہ ایک طرف تو وہ قادیانیوں سے مکمل بائیکاٹ کا نعرہ بلند کر رہے ہیں اور "قادیانیوں کا ایک ہی علاج الجہاد الجہاد" کے اسٹکر چھاپ کر جگہ جگہ چسپاں کر رہے ہیں جس سے ہمیں کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن دوسری طرف تھانوی صاحب کی کتاب "احکام اسلام عقل کی نظر میں" دیوبندی ہی شائع کر کے عوام تک پہنچا رہے ہیں جس میں مرزا غلام احمد کی کتاب سے عبارتیں چوری کر کے نقل کی گئی ہیں۔ دیوبندی تنظیم خاموش ہے۔ کہیں "چور مچائے شور" والا معاملہ تو نہیں ہے۔ بظاہر "الجہاد اور اندر سے اتحاد اتحاد" تو نہیں ہے۔ بصورت دیگر تھانوی کی کتاب سے قادیانی کی عبارتوں کو کیوں نہیں نکالتے یا اس کا بائیکاٹ کیوں نہیں کرتے۔

اس وقت میرے نگاہوں کے سامنے بار بار "عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت" کا وہ اسٹکر بھی آ رہا ہے جو جگہ جگہ چسپاں کیا گیا ہے۔ اس پر یہ الفاظ درج ہیں۔

"اے مسلمان جب تو کسی مرزائی سے ملتا ہے تو گنبد خضرا میں دل مصطفیٰ ﷺ دکھتا ہے۔"

میں یہ پوچھنے کی جسارت کروں گا کہ جب تمہارا حکیم و مجدد تھانوی قادیانی کی کتاب کے صفحے در صفحے چوری کر رہا ہو گا تو اس وقت پیارے مصطفیٰ ﷺ کے دل پر کیا گزر رہی ہو گی۔ کیا وہ خوش ہو رہے ہوں گے۔ اگر نہیں تو اس پر تمہاری زبانیں کیوں گنگ ہیں؟ لیکن یہ توقع دیوبندی مکتب فکر سے کرنا بہرحال فضول ہے اس لئے کہ یہ لوگ اسلام کو شخصیات کے پیمانے کے ساتھ ماپتے ہیں۔ جو بات اس پیمانہ پر پوری اترے اس کو حق جانتے ہیں اور جو بات اس پیمانے سے ہٹ کر ہو اس کو مسترد کر دیتے ہیں وہ بات چاہے کتنے ہی دلائل و براہین سے کیوں نہ ہو۔ پھر اپنے نام نہاد اکابرین کو ناپنے کے لئے ان کے پیمانے بہت بڑے ہیں اور حضور نبی اکرم ﷺ اور آپ کے غلاموں کی عظمت کو ناپنے کے لئے چھوٹے پیمانے استعمال کرتے ہیں۔

خرد کا نام جنوں اور جنوں کا نام خرد رکھ دیا
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے!

اگر تھانوی صاحب کے عقیدت مندوں نے ضد اور ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر بنظر انصاف اس تحریر کا مطالعہ کیا تو وہ بے ساختہ پکار اٹھیں گے کہ۔ ع

رہبر جنہیں سمجھتے تھے رہزن نکلے

لیکن انہوں نے تو بہرحال ہٹ دھرمی سے کام لینا ہے اور یقیناً باطل تاویلات کے بل بوتے پر قسم قسم کی بولیاں بولیں گے کیونکہ ان کا وطیرہ یہ ہے کہ۔

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

چونکہ میں ان کے اس طرز عمل سے بخوبی آگاہ ہوں اس لئے میں نے اتمام حجت کے لئے علمائے دیوبند سے فتویٰ حاصل کئے ہیں تاکہ تھانوی صاحب کے حواریوں کے لئے فرار ہونے کے لئے تمام راستے مسدود ہو جائیں۔

میں نے سوال یہ کیا تھا کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کا مضمون اپنے نام سے شائع کرا دے یا کسی دوسرے شخص کے مضمون سے جملے اور پیراگراف اپنے مضمون میں بلا حوالہ نقل کرے تو شرعی لحاظ سے یہ عمل کیا ہے اور ایسے شخص کو کیا سزا دی جا سکتی ہے۔

دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی کے مفتی قاضی حبیب الرحمٰن لکھتے ہیں۔

"جھوٹ کئی قسم کا ہوتا ہے۔ یہ بھی جھوٹ ہے کہ مضمون کسی کا ہو اور اپنے نام سے شائع کرے۔ اس کے لئے یہ سزا ہی کافی ہے کہ لعنت اللہ علی الکذبین باقی ایک جملے یا پیراگراف کا لے لینا اس زمرے میں نہیں آتا۔ مضامین میں عموماً ایسا ہوتا ہی رہتا ہے۔"

جامعہ اشرفیہ لاہور کے مفتی صاحب لکھتے ہیں۔

"دھوکہ دہی کا گناہ ہوگا اور سزا دینا تو حکومت کا کام ہے نہ کہ عوام کا۔" (ماہنامہ "القول السدید" لاہور مئی ۱۹۹۳ء صفحہ ۸۸ تا ۱۰۸)

۸۔ جناب جی ایم مفتی صاحب مدیر ہفت روزہ قائد مظفر آباد (آزاد کشمیر)

جناب جی ایم مفتی صاحب مدیر "قائد" نے "عذاب الٰہی" کے زیر عنوان ۲۳ اگست ۱۹۷۳ء کو ایک اداریہ سپرد قلم فرمایا۔ (عکس ملاحظہ ہو صفحات 221 تا 222 کتاب ہذا)

یہ اداراتی نوٹ دراصل حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی مشہور و معروف تصنیف کشتی نوح (مطبوعہ ۱۹۰۲ء) کی بعض پر شوکت عبارتوں کا مرقع تھا جسے نہایت عمدگی اور نفاست کے ساتھ ایک حسین گلدستہ کی صورت دے دی گئی۔ اس حقیقت کے ثبوت کے لئے ہم ذیل میں اصل کتاب کے متعلقہ اقتباسات ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

پہلا اقتباس

"دنیا کی لعنتوں سے مت ڈرو کہ وہ دھوئیں کی طرح دیکھتے دیکھتے غائب ہو جاتی ہیں اور وہ دن کو رات نہیں کر سکتیں۔ بلکہ تم خدا کی لعنت سے ڈرو جو آسمان سے نازل ہوتی اور جس پر پڑتی ہے اس کی دونوں جہانوں میں بیخ کنی کر جاتی ہے۔ تم ریاکاری کے ساتھ اپنے تئیں بچا نہیں سکتے۔ کیونکہ وہ خدا جو تمہارا خدا ہے، اس کی انسان کے پاتال تک نظر ہے۔ کیا تم اس کو دھوکا دے سکتے ہو؟ پس تم سیدھے ہو جاؤ اور صاف ہو جاؤ اور پاک ہو جاؤ اور کھرے ہو جاؤ۔ اگر ایک ذرہ تیرگی تم میں باقی ہے تو وہ تمہاری ساری روشنی کو دور کر دے گی اور اگر تمہارے کسی پہلو میں تکبر یا ریا ہے۔ یا خود پسندی ہے۔ یا کسل ہے۔ تو تم ایسی چیز نہیں ہو کہ جو قبول کے لائق ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تم صرف چند باتوں کو لے کر اپنے تئیں دھوکا دو کہ جو کچھ ہم نے کرنا تھا کر لیا ہے۔ کیونکہ خدا چاہتا ہے کہ تمہاری ہستی پر پورا پورا انقلاب آوے۔ اور وہ تم سے ایک موت مانگتا ہے جس کے بعد وہ تمہیں زندہ کرے گا۔ (صفحہ ۱۱۔۱۲)

دوسرا اقتباس

"کیا بدبخت وہ انسان ہے جس کو اب تک یہ پتہ نہیں کہ اس کا ایک خدا ہے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں۔ کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! **اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔** یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوش خبری کو دلوں میں بٹھادوں؟ کس دف سے میں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سن لیں؟ اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں؟" (صفحہ ۱۹۔۲۰)

تیسرا اقتباس

"اے نادانو! وہ جو خود اندھا ہے وہ تمہیں کیا راہ دکھائے گا؟ بلکہ سچا فلسفہ روح القدس سے حاصل ہوتا ہے جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے۔ تم روح کے وسیلہ سے ان پاک علوم تک پہنچائے جاؤ گے جن تک غیروں کی رسائی نہیں۔ اگر صدق سے مانگو تو آخر تم اسے پاؤ گے۔ تب سمجھو گے کہ یہی علم ہے جو دل کو تازگی اور زندگی بخشتا ہے اور یقین کے مینار تک پہنچا دیتا ہے۔ وہ جو خود مردار خور ہے وہ کہاں سے تمہارے لئے پاک خدا لائے گا؟ وہ جو خود اندھا ہے وہ کیونکر تمہیں راہ دکھلاوے گا؟ ہر ایک پاک حکمت آسمان سے آتی ہے۔ پس تم زمینی لوگوں سے کیا ڈھونڈتے ہو؟ جن کی روحیں آسمان کی طرف جاتی ہیں وہی حکمت کے وارث ہیں جن کو خود تسلی نہیں وہ کیونکر تمہیں تسلی دے سکتے ہیں؟ مگر پہلے دلی پاکیزگی ضروری ہے پہلے صدق و صفا ضروری ہے۔ بعد اس کے یہ سب کچھ تمہیں ملے گا۔" (صفحہ ۲۲)

چوتھا اقتباس

"کیا تم ایسے سوراخ میں ہاتھ ڈال سکتے ہو جس میں تم ایک سخت زہریلے سانپ کو دیکھ رہے ہو؟ کیا تم ایسی جگہ کھڑے رہ سکتے ہو

جس جگہ کسی کوہ آتش فشاں سے پتھر برستے ہیں یا بجلی پڑتی ہے۔ یا ایک خونخوار شیر کے حملہ کرنے کی جگہ ہے؟ یا ایک ایسی جگہ ہے جہاں ایک مہلک طاعون نسل انسان کو معدوم کر رہی ہے؟ پھر اگر تمہیں خدا پر ایسا ہی یقین ہے۔ جیسا کہ سانپ پر یا بجلی پر یا شیر پر یا طاعون پر تو ممکن نہیں کہ اس کے مقابل پر تم نافرمانی کر کے سزا کی راہ اختیار کر سکو یا صدق و وفا کا اس سے تعلق توڑ سکو۔" (صفحہ ۶۱)

پانچواں اقتباس

"اے عزیزو! تم تھوڑے دنوں کے لئے دنیا میں آئے ہو اور وہ بھی بہت کچھ گذر چکے۔ سو اپنے مولا کو ناراض مت کرو۔ ایک انسانی گورنمنٹ جو تم سے زبردست ہو۔ اگر تم سے ناراض ہو تو وہ تمہیں تباہ کر سکتی ہے۔ پس تم سوچ لو کہ خدا تعالیٰ کی ناراضگی سے کیونکر تم بچ سکتے ہو؟ اگر تم خدا کی آنکھوں کے آگے متقی ٹھہر جاؤ تو تمہیں کوئی بھی تباہ نہیں کر سکتا اور وہ خود تمہاری حفاظت کرے گا اور جو دشمن تمہاری جان کے درپے ہے تم پر قابو نہیں پائے گا۔ ورنہ تمہاری جان کا کوئی حافظ نہیں اور تم دشمن سے ڈر کر یا اور آفات میں مبتلا ہو کر بے قراری سے زندگی بسر کرو گے اور تمہاری عمر کے آخری دن بڑے غم و غصہ کے ساتھ گذریں گے۔ خدا ان لوگوں کی پناہ ہو جاتا ہے جو اس کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ سو خدا کی طرف آجاؤ اور ہر ایک مخالفت اس کی چھوڑ دو اور اس کے فرائض میں سستی نہ کرو اور اس کے بندوں پر زبان سے یا ہاتھ سے ظلم مت کرو اور آسمانی قہر اور غضب سے ڈرتے رہو کہ یہی راہ نجات کی ہے۔"

(صفحہ ۶۶)

اخبار "انصاف" کا تبصرہ

بزرگ کشمیری صحافی جناب میر عبدالعزیز صاحب ایڈیٹر ہفت روزہ انصاف (راولپنڈی) نے (جنہوں نے مارچ ۱۹۷۶ء میں یہ اہم انکشاف کیا کہ "قائد" کے اداریہ میں "کشتی نوح" کے الفاظ نقل کئے گئے ہیں) "انصاف" مورخہ ۲۲ اپریل ۱۹۷۶ء میں

اداریہ اور کشتی نوح کا عکس شائع کرتے ہوئے لکھا۔

"حوالہ دے کر مرزا صاحب کی عبارت نقل کرنا نہ جرم ہے اور نہ گناہ لیکن جرم یہ ہے کہ مفتی نے اسے اپنا اداریہ قرار دیا۔ ایک تو ادبی سرقہ کیا دوسرے احمدیت کی تبلیغ کا وہ نرالا طریقہ ایجاد کیا جو کسی احمدی نے بھی آج تک اختیار نہ کیا۔ اس کو چار سو بیس یا IMPERSONATION بھی کہا جاتا ہے۔ اسی قسم کے جرم کا مرتکب ہونے کے باوجود مفتی دوسروں کو منافق اور قادیانی قرار دے رہا ہے۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

(صفحہ ۶ کالم ۲)

۹۔ "مولانا" محمد رحمت اللہ صاحب ناظم عمومی جامعہ محمدی شریف ضلع جھنگ۔ صدر "موتمر عالم اسلامی" جھنگ و سرپرست و نگران ایڈیٹر ماہنامہ "الجامعہ" جھنگ

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی شہرہ آفاق کتاب "براہین احمدیہ" کو انیسویں صدی عیسوی کے علماء نے اسلام کے دفاع کا شاہکار قرار دیا ہے۔ اس کتاب میں جس کے چار حصے ۱۸۸۰ء سے ۱۸۸۴ء تک کے عرصہ میں منظر عام پر آئے حضرت اقدس نے متعدد الہامات شائع فرمائے۔ مثلاً:۔

"کل برکه من محمد صلی الله علیه و سلم فتبارک من علم و تعلم (براہین احمدیہ حصہ دوم صفحہ ۲۴۹ طبع اول مطبوعہ سفیر ہند پریس امرتسر ۱۸۸۰ء) یعنی ہر ایک برکت محمد صلی اللہ علیہ

وسلم کی طرف سے ہے پس بڑا مبارک ہے جس نے تعلیم دی اور جس نے تعلیم پائی۔"

جناب مولوی محمد رحمت اللہ صاحب کے زیر نگرانی رسالہ "الجامعہ" جنوری فروری ۱۹۹۰ء کے شمارہ میں فیضان ختم نبوت سے متعلق ایک نہایت عمدہ اور حقیقت افروز شائع ہوا جس میں حضرت اقدس کا ذکر کئے بغیر آپ کا مذکورہ بالا الہام خاص اہتمام سے مع ترجمہ درج کیا گیا (ملاحظہ ہو صفحہ ۴۶) علاوہ ازیں مقام خاتمیت محمدیہ کی وضاحت کے لئے حضور کی متعدد پر معارف کتب سے خوشہ چینی کی گئی۔

یہاں یہ عرض کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اسی کتاب "براہین احمدیہ" میں آپ نے ۱۸۸۳ء کا یہ الہام بھی درج فرمایا ہے جو جماعت احمدیہ کے دین و عقیدہ کا جزو اعظم اور اس کے علم کلام کی بنیاد ہے۔

صل علی محمد و آل محمد سید ولد آدم و خاتم النبیین

(جلد چہارم صفحہ ۵۰۲)

(ترجمہ) اور درود بھیج محمدؐ اور آل محمدؐ پر جو سردار ہے آدم کے بیٹے کا اور خاتم الانبیاء ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۰۔ جناب اسرار الرحمٰن صاحب بخاری

پاکستان کے معروف اہل قلم جن کی ضخیم تالیف "اسلام اور مذاہب عالم" جس میں مذاہب عالم کا نہایت خوبی سے تقابل و موازنہ کیا گیا ہے پاکستان کی تمام یونیورسٹیوں کے طلبہ میں دلچسپی سے مطالعہ کی جاتی ہے۔ یہ کتاب نیو بک پیلس اردو بازار لاہور نے شائع کی ہے مولف کتاب صفحہ ۳۳۳ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

"رسول اکرم اتم الوہیت ہیں۔ ان کا کلام خدا کا کلام ان کا ظہور خدا کا ظہور ہے۔"

یہ پر معرفت فقرہ جس میں شان مصطفیٰ ﷺ کا ایک جامع اور وجد آفریں

تخیل پیش کیا گیا ہے دراصل حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی معرکہ آلاراء کتاب "سرمہ چشم آریہ" صفحہ ۲۲۹۔۲۳۳ کے حاشیہ سے ماخوذ ہے۔ حضرت اقدس کے اصل الفاظ یہ ہیں۔

> "کئی مقام قرآن شریف میں اشارات و تصریحات سے بیان ہوا ہے کہ آنحضرت (صلعم) مظہر اتم الوہیت ہیں اور ان کا کلام خدا کا کلام اور ان کا ظہور خدا کا ظہور اور ان کا آنا خدا کا آنا ہے۔"

۱۱۔ "مولانا" محمد مکی صاحب (جنوبی افریقہ)

رسالہ "دی مسلم ڈائجسٹ (The Muslim Digest) ڈربن جنوبی افریقہ کے سنی مسلمانوں کا مشہور انگریزی رسالہ ہے جسے مولانا شاہ احمد نورانی صدر جمعیت علمائے پاکستان کے والد ماجد جناب مولانا شاہ عبدالعلیم صاحب صدیقی میرٹھی نے جاری کیا تھا۔ مولانا محمد مکی صاحب عرصہ سے اس کی ادارت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ مولانا صاحب نے جولائی اگست ۱۹۸۰ء کے شمارہ میں حسب ذیل خصوصی اداریہ زیب قرطاس کیا۔ (ملاحظہ ہو عکس صفحہ 224 اور 225 کتاب ھذا)

Who is not a Muslim According to Quran?

By the Editor of the Muslim Digest, Durban, South Africa.

An OUTWARD ACT is nothing if unattended with a transformation of the heart. Almighty God sees one's heart and shall deal with him according to his state. Sin is a poison and therefore a Muslim should shun it. Disobedience to God is an abominable death and a Muslim should eschew it. He who when he prays is faint-hearted and does not consider God powerful over everything, except where He Himself has promised to the contrary, is not a true Muslim.

He Who forsakes not lying and deceit is not a true Muslim. He who is involved in the greedy love of this world and does not even raise his eye to look to the next is not a true Muslim. He who does not in practice give a preference to matters of religion over his worldly affairs is not a true Muslim. He who does not repent of every evil and wickedness, such as drinking wine, gambling, looking with lust, dishonesty, bribery and every other iniquity, is not a true Muslim.

He who is not regular about his five daily prayers, is not a true Muslim. He who is not constantly supplicating before God and praying to Him with humbleness of heart is not a true Muslim. He who forsake not the compang of the wicked who cast their evil influence over him, is not a true Muslim.

HE WHO DOES NOT revere his parents. or does not obey them in the at which is fair and not against the Holy Qur'an or does not care to serve them towards to his utmost, is not a true Muslim. He who is not kind and gentle his wife and her relatives is not a true Muslim. He who refuses his neighbour the least Good in his power is not a true muslim.

He who forgive not the trespasses of others and harbours revenge is not a true Muslim. The husband who is false to his wife and the wife who is false to her husband are not Muslims. Every fornicator, transgressor, drunkard, are not Muslims. worng-doer, lair, forger, every dishonest person, elery one given to murderer, thie', gambler, usurper, bribery, Every

accuser of his brother or sister is not a true Muslim. Every one who does not repent of his wicked deeds, and hates not the congregation of evil doers, is not a true Muslim.

(THE MUSLIM DIGEST July 1980, page 10)

"مولانا" مکی صاحب کے اس خصوصی اداریہ کا اصل سرچشمہ اور ماخذ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی کتاب کشتی نوح کا انگریزی ترجمہ "Our Teaching" ہے۔ جو ستمبر ۱۹۵۸ء سے وکالت تبشیر ربوہ کی طرف سے شائع شدہ ہے اور دنیا بھر کے تمام احمدی مشنوں میں دستیاب ہے۔

"Our Teaching" کا متعلقہ اقتباس ملاحظہ ہو۔

Who belongs to my community and who does not:
Having Explained all these things, I repeat once more that you must not rest satisfied merely because in outward form you have taken baiat at my hand.
The outward form means nothing: God sees what lies inside your hearts, and He would deal with you on the basis of what he sees there, Lo and behold! I herein discharge my duty unto you, by making it plain that sin is a poison. Which you should avoid' Tuern to prayer' that. Do not take it Disobedience to God is a dirty death which you should avoid. Turn to prayer that you should get the strength. At time of prayer, if a man does not firmly believe that Allah has power over everything, except what may be contained in a previous promise, such a one is not of my community. He who is caught in a tangle of worldly greed, and never even raises his eyes to things which pertain to the next life, is not of my community. Whosoever does not Wholly and completely

keep away from every sin and every evil action, like wine, gambling, looking justfully at women, dishonesty, bribes, and from every kind of illegal gratification, he is not of my community. Whosoever is not constantly turning to prayer, and does not remembers Him in absolute humility of spirit, he is not of my community.

Whosoever does not give up association with a bad companion, who excereises an unhealthy influence over him, he is not of my community. Whosoever does not render obedience to them in things which do not run counter to the Holy Quran and whosoever is neglectful in rendering to them the service to which they are undoubtedly entitled, he is not of my community. Whosoever does not live with his wife and her relations whith gentleness, goodness, and magnanimity, he is not of my community. Whosoever deprives his neighbour of the very least good in his power, he is not of my community. Whosoever has no wish to forgive the faults of those who may have transgressed against him and desires to nurse malice, he is not of my community. Every man or woman who is dishonest towards his or her spouse is not of my community. Every adulterer, debauch, drunkard, murderer, theif, gambler, dishonest person, bribe taker, usurper, oppressor, tyrant, liar, forger, and the associate of these; and whosoever brings false accusations and scandal against his brothers an sisters, he is not of my community, unless he fully repent misdeeds and totally break away from bad

associates, turning a new leaf.

(page 12-14)

۱۲۔ جناب محمد عبد المجید صاحب صدیقی ایڈووکیٹ ہائی کورٹ لاہور

جناب صدیقی صاحب سیرت النبی ﷺ کے ایک خاص اور ایمان افروز پہلو کے ریسرچ سکالر ہیں۔ آپ کی پہلی مایہ ناز اور محققانہ تصنیف "سیرت النبی بعد از وصال النبی" ہے جس سے ملک بھر میں آپ کی دھوم مچ گئی اور پاکستان کے پریس نے اس پر شاندار تبصرے لکھے۔ یہ کتاب جون ۱۹۷۹ء میں شائع ہوئی۔ چار سال بعد اگست ۱۹۸۳ء میں اسی سلسلہ کی دوسری اہم کتاب "زیارت نبی ﷺ بحالت بیداری" آپ کے قلم سے منظر عام پر آئی (عکس ملاحظہ ہو صفحات 226، 227 کتاب ھذا)

اس کتاب میں آپ نے بیداری میں زیارت رسول عربی ﷺ کا شرف حاصل کرنے والے خوش نصیبوں کے ۱۱۴ واقعات بیان کئے ہیں۔ اس تعلق میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ۔

> "۹۵" خاتم الاولیا شیخ الکل محی الدین ابن عربی ۱۷ رمضان المبارک ۵۶۰ھ بروز پیر اندلس (اسپین) کے مشہور شہر "مرسیہ" میں پیدا ہوئے۔ آپ حاتم طائی کی نسل سے ہیں جو عرب ہی میں نہیں پوری دنیا میں اپنی سخاوت کے لئے مشہور ہے۔ ۵۹۸ھ م ۱۲۰۲ء میں اندلس سے ترک وطن کیا۔ شب جمعہ بعمر ۷۸ سال ربیع الاخر ۶۳۸ھ م ۱۲۴۰ء کو دمشق میں وصال فرمایا۔ اپنی مشہور تصنیف "فتوحات مکیہ" میں لکھتے ہیں کہ ایک بار ایام جوانی میں ایسا اتفاق ہوا کہ ایک معمر بزرگ فرشتہ صورت مجھ کو خواب میں دکھائی دیئے اور یہ بات کر کے کہ کتنے روزے انوار سماوی کی پیشوائی کے لئے رکھنا سنت خاندان نبوت ہے۔ اس بات کی طرف اشارہ کیا میں اس سنت اہل بیت کو بجا لاؤں۔ میں نے اس ہدایت کے مطابق چھ ماہ تک برابر مخفی طور پر

روزوں کا اہتمام کیا۔ اس اثناء میں عجیب عجیب مکاشفات مجھ پر کھلے۔ بعض گذشتہ نبیوں سے ملاقاتیں ہوئیں۔ ایک مرتبہ عالم بیداری میں حضرت بانی اسلام علیہ الوف الصلوۃ والسلام کو مع حضرت علی و حضرت حسین و حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دیکھا۔ غرض بزرگوں سے ملاقاتوں کا یہ سلسلہ بہت طویل ہے۔"

(کتاب "زیارت نبی ﷺ بحالت بیداری" صفحہ ۱۲۷ ناشر مرحبا پبلی کیشنز امرت دھارا بلڈنگ لاہور)

ایک محقق و فاضل کی روح یقیناً یہ تصور کر کے تڑپ اٹھے گی کہ زیارت نبی ﷺ کا یہ روح پرور واقعہ جو خاتم الاولیاء حضرت ابن عربیؒ کی طرف منسوب کیا گیا ہے وہ دراصل حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا ہے۔ چنانچہ آپ اپنی لاجواب تصنیف "کتاب البریہ" کے حاشیہ صفحہ ۱۹۷۔۱۹۸ میں لکھتے ہیں۔

"ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک بزرگ معمر پاک صورت مجھ کو خواب میں دکھائی دیا اور اس نے یہ ذکر کر کے کہ کسی قدر روزے انوار سماوی کی پیشوائی کے لئے رکھنا سنت خاندان نبوت ہے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ میں اس سنت اہل بیت رسالت کو بجالاؤں۔ سو میں نے کچھ مدت تک التزام صوم کو مناسب سمجھا مگر ساتھ ہی یہ خیال آیا کہ اس امر کو مخفی طور پر بجالانا بہتر ہے۔

.....اس قسم کے روزہ کے عجائبات میں سے جو میرے تجربہ میں آئے وہ لطیف مکاشفات ہیں جو اس زمانہ میں میرے پر کھلے۔ چنانچہ بعض گذشتہ نبیوں کی ملاقاتیں ہوئیں اور جو اعلیٰ طبقہ کے اولیا اس امت میں گذر چکے ہیں ان سے ملاقات ہوئی۔ ایک دفعہ عین بیداری کی حالت میں جناب رسول اللہ ﷺ کو معہ حسنین و علیؓ و فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دیکھا اور یہ خواب نہ تھی بلکہ ایک بیداری کی قسم تھی۔

غرض اسی طرح پر کئی مقدس لوگوں کی ملاقاتیں ہوئیں جن کا ذکر کرنا موجب تطویل ہے"

مغالطہ انگیزی کی حد یہ ہے کہ اس عبارت کا ماخذ حضرت ابن عربی کی کتاب فتوحات مکیہ بتلایا گیا ہے۔ حالانکہ حضرت ابن عربی کی کسی کتاب میں اس واقعہ کا کوئی نام و نشان تک نہیں مل سکتا۔ کیا یہ بیسویں صدی کا عبرتناک المیہ نہیں کہ (کچھ تصرف کے ساتھ) الفاظ تو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے نقل کئے جاتے ہیں مگر انہیں نہایت دیدہ دلیری کے ساتھ شیخ الاکبر حضرت ابن عربیؒ کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔

اس "انداز تحقیق" کی ہمیں فاضل مولف سے ہرگز توقع نہ تھی کیونکہ وہ سیرت النبی ﷺ کے نہایت مبارک اور مقدس علمی جہاد میں مصروف عمل تھے اور انہیں ذاتی طور پر یہ تجربہ بھی حاصل ہو چکا تھا کہ اہل قلم کی تحقیقی کاوشیں جب دوسروں کی چیرہ دستیوں کا شکار ہوتی ہیں تو ان پر کیا قیامت گزرتی اور کیا حشر برپا ہوتا ہے؟ چنانچہ فاضل مولف اپنی اسی کتاب کے آخر میں ادبی سرقہ (PLAGIRISM) کے خلاف زبردست احتجاج کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:۔

"اندھیر"

صدر پاکستان نے سیرت النبیؐ کے کتابی مقابلہ میں گجراتی زبانی کی ایک کتاب "حیات النبی" کے مولف کو جنوری ۱۹۸۲ء میں نقد انعام اور ایوارڈ دیا ہے۔ حالانکہ اس کے مولف ادبی سرقہ کے مرتکب ہوئے ہیں۔ انہوں نے کتاب "حیات النبیؐ" کے لئے تمام مواد اور دلائل میری کتاب "سیرت النبیؐ بعد از وصال" سے حاصل کئے ہیں۔ ستم بالائے ستم یہ کہ ان کو ٹی وی کے ذریعے شہرت دے کر قومی ہیرو بنانے کی بھی کوشش کی گئی ہے۔

گذشتہ ۲۳ برس سے میں سیرت النبیؐ کے اس خاص پہلو پر تحقیقی کام کر رہا ہوں۔ ۲ نومبر ۱۹۷۶ء کو میں نے سیرت النبیؐ کے عالمی مقابلے کے لئے اپنی مذکورہ بالا

کتاب کا مسودہ سیکرٹری جنرل رابطہ عالم اسلامی، مکہ مکرمہ کو روانہ کیا تھا۔ میں نے حکومت کو متعدد خطوط لکھے تاکہ اس "اندھیر" کی تحقیق کرائی جائے مگر کچھ نہ ہوا۔ اس آزاد اسلامی مملکت میں نہ معلوم کب تک یوں انصاف کا خون ہوتا رہے گا۔ "قوم کب تک بندر بانٹ کا شکار رہے گی۔ کب تک حامد کی ٹوپی محمود کے سر کی زینت بنائی جاتی رہے گی اور کب تک اندھا اپنوں کو ریوڑیاں بانٹتا رہے گا!"

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے علم کلام کی برتری کا پر اسرار طریق پر اعتراف

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر" (وفات ۶۶۴ھ) صاحب کرامات بزرگ تھے۔ آپ کا مزار پاکپتن شریف میں ہے۔ جہاں ہر سال ۵ محرم کو بڑی دھوم دھام اور تزک و احتشام سے آپ کا عرس منایا جاتا ہے۔ جولائی ۱۹۸۷ء میں پاکپتن شریف کے مشہور فریدی کتب خانہ نے حضرت گنج شکر کی ایک سوانح عمری "مقام فرید" شائع کی جو "قلم حقیقت رقم صاحبزادہ حضرت علامہ محمد اقبال صدیقی کھرل" کا نتیجہ ہے۔ کتاب کا آغاز انتساب سے کیا گیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:۔

انتساب

سب میں کچھ کمی سی لگتی ہے
جو بھی ذہن میں آتے ہیں القاب

"پیر طریقت' رہبر شریعت' شہباز طریقت' امیر شریعت' تاجدار تصوف' تاج الاولیاء' شہنشاہ ولایت' جگر گوشہ محدث اعظم پاکستان حضور خواجہ خاجگان حضرت صاحبزادہ غازی فضل احمد رضا صدر جامعہ رضویہ فیصل آباد جن کی نظر کرم نے خاک کو ثریا بنا دیا۔ خاکپائے اولیاء اقبال صدیقی۔" (عکس ملاحظہ ہوں کتاب ہذا کے صفحات 228 تا 232 پر)

کتاب کے عالی مقام مصنف نے مقدمہ کتاب میں یہ دعویٰ فرمایا ہے کہ جہاں بابا جی کی سوانح پر شائع شدہ دیگر کتابوں میں "ضعیف روایات پر مبنی غیر ثقہ باتیں" شامل کر دی گئی ہیں وہاں ان کی تالیف مضطرب دعاؤں کے "**پر مشقت مراقبہ**" کے بعد حضرت باباجی کی زیارت اور رہنمائی میں لکھی ہے۔

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

"مزار پر حاضری کے ساتھ ہی مضطرب دعاؤں اور التجاؤں کا سلسلہ شروع ہوا۔ ایک انتہائی پر مشقت مراقبہ کے دوران خود حضرت باباجی نے شفقت فرمائی اور جلوہ افروز ہو کر میرے نہاں خانہ ' قلب و روح کے ہر ذرہ کو منور و روشن کر دیا جس کے ساتھ ہی مجھے مخاطب کر کے فرمایا:۔

تمہیں میرے ذکر پر مشتمل کتابوں کی غلط باتیں دیکھ کر جو دکھ ہوتا ہے تم خود سچی باتیں جمع کر کے میری سیرت کیوں نہیں لکھتے۔ جاؤ میری سیرت پر کتاب لکھو۔

عالم لاہوت کے شہباز کی یہ خواہش میری کاوشوں کا نقطہ آغاز بن گئی۔ بعد میں کئی دفعہ کی زیارت ' مسلسل راہنمائی نے مقام فرید کی ترتیب میرے لئے آسان کر دی اور یہ فقیر حق فرید یا فرید کے نعرے الاپتا ہوا اس مشن کی تکمیل میں لگ گیا۔ خدا شاہد ہے کہ میں جو بات بھی لکھتا ساتھ کبھی ایسا معلوم ہوتا کہ دنیا میں رہتے ہوئے بھی اس سے کٹا ہوا ہوں اور قدم قدم پر یہی لگتا کہ کوئی طاقت اپنے تصرف میں لے کر مجھ سے ہر بات لکھوا رہی ہے۔ میری اس کیفیت کو سالکان طریقت ہی جان سکتے ہیں" (صفحہ ۱۲ ' ۱۳)

سوانح حیات کا خاتمہ حضرت باباجی کے اظہار خوشنودی کی بشارت کے انکشاف پر ہوتا ہے۔ چنانچہ مؤلف محترم تحریر فرماتے ہیں:۔

"الحمد للہ تذکار فریدیہ کے سلسلہ میں کچھ کہنے اور لکھنے کی سعادت ملی۔ دراصل یہ سب کچھ کسی انسان کے ارادہ سے ممکن نہیں۔ نہ ہی میرے لئے اس کا کوئی امکان تھا۔ یہ فقط نظر فرید ہے جس کی شفقت نے زبان و قلم کو برکت دی اور حکم باطن سے ارشاد فرمایا جس کی تعمیل میں آغاز کر دیا اور آج یہ تذکار جمیل جاری ہے کہ حضرت باباجی نے اپنے حضور طلب فرما کر اظہار خوشنودی کے ساتھ ساتھ فی الحال مزید لکھنے اور بیان کرنے سے روک دیا کہ جتنا کام کیا ہے اسے محرم الحرام تک شائع کر دو۔ ارشاد باطن کی تعمیل میں چند الفاظ کا گلدستہ قدر دان احباب فرید کی خدمت میں پیش ہے۔" (صفحہ ۱۷۲)

اس روحانی پس منظر میں جب "مقام فرید" کا سرسری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو یہ راز کھلتا ہے کہ کتاب کے اکثر مباحث و واقعات گزشتہ مصنفین کے افکار و تذکار کا اعادہ یا خلاصہ ہیں اور حضرت باباجی کی سیرت کی وہ "سچی باتیں" جو اس ولی کامل کے فیض زیارت' رہنمائی اور پراسرار غیبی طاقت کی بدولت پاکپتن شریف کے ارباب طریقت کے سامنے پہلی بار آئی ہیں وہ صرف حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے پر معارف اشعار اور روحانیت اور تصوف سے لبریز تحریرات ہیں جو عرصہ سے شائع شدہ ہیں۔ لہٰذا یہ تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ اس تالیف کا یہی قیمتی سرمایہ ہے جسے حضرت باباجی کی خوشنودی کا شرف حاصل ہے۔

اپنی کتاب میں فاضل مؤلف نے "کشف قبور" کے نتیجہ میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے مندرجہ ذیل اشعار درج کئے ہیں۔

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت
اس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے

(صفحہ ۸۷)

جو خدا کا ہے اسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبہ زار و نزار

(صفحہ ۹۶)

قرآن مجید کی منقبت میں بانی سلسلہ احمدیہ کا مشہور شعر ہے:۔
قرآں خدا نما ہے خدا کا کلام ہے
بے اس کے معرفت کا چمن ناتمام ہے
(براہین احمدیہ حصہ پنجم طبع اول تصنیف ۱۹۰۵ء)

"حضرت علامہ اقبال صدیقی" صاحب نے حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے فرمودات میں اس شعر کا مصرعہ ثانی اس شان سے پیوست کیا ہے کہ راہ طریقت کے ہر سالک کی روح وجد میں آجاتی ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

"حضرت باباجی کے فرمودات فضائل تلاوت کے سلسلہ میں بے شمار ہیں جن کا حاصل یہی ہے کہ اصل زندگی سارے حواس اور ساری توجہ اور ساری توانائیاں قرآن کریم کی طرف مبذول کرنے میں مضمر ہے اس کے بغیر کسی طرح کی کامرانی فلاح یا قرب الٰہی کا تصور موہوم محض ہے۔ بے اس کے معرفت کا چمن ناتمام ہے۔"

(صفحہ ۱۵۱، ۱۵۲)

اس کتاب کی روح رواں یا نقطہ عروج "فضائل ادعیہ" کا نہایت اہم مضمون جو ۱۵۹ تا ۱۶۲ صفحات کی زینت ہے اور جس میں دعا کی کیفیت و قبولیت پر بصیرت افروز رنگ میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ قبولیت دعا کا چلتا پھرتا نشان بارگاہ الٰہی کے مقبول اور عارف بندے ہی ہو سکتے ہیں کیونکہ انہی کو رب العرش سے ذاتی تعلق ہوتا ہے۔ وہی اپنے رب سے ہمکلام ہوتے ہیں اور انہی کو دعاؤں کی حیرت انگیز تاثیرات پر زندہ ایمان و عرفان حاصل ہوتا ہے۔ عہد حاضر میں اس تجربہ و مشاہدہ کی منادی جس قوت اور شوکت کے ساتھ جماعت احمدیہ کے بانی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنی کتابوں اور ملفوظات میں کی ہے اس کی کوئی نظیر پیش نہیں کی جا سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ

کتاب "مقام فرید" کے بریلوی مسلک کے مؤلف "حضرت علامہ محمد اقبال صدیقی" کے قلم پر حضرت باباجی کی "روح مقدس" یا اپنے پیرو مرشد "حضرت صاحبزادہ غازی فضل احمد رضا" کی "نظر کرم" سے دعا کی نسبت جو کچھ جاری ہوا وہ اکثر و بیشتر حضرت بانی سلسلہ احمدیہ ہی کے مبارک الفاظ میں تھا۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"حضرت باباجی پوری معرفت کے ساتھ جانتے تھے کہ دعا کیا ہے' دعا زندہ اور قادر مطلق خدا کے ساتھ سچے عاشق و سالک کا زندہ تعلق و رابطہ ہے۔ دعا ہی کے ذریعہ سالک کو مقام محبوبی ملتا ہے اور ایسی شان مظہریت کہ جس میں پوری صفات الہیہ کا ظہور ہونے لگتا ہے' عاشق کے لب ملتے ہیں تو کائنات میں تغیرات ہونے لگتے ہیں۔"

"دعا کی ماہیت یہ ہے کہ ایک سعید بندہ اور اس کے رب کے درمیان تعلق مجاذبہ ہے یعنی پہلے خدا تعالیٰ کی رحمانیت بندہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے پھر بندہ کے صدق کے کششوں سے خدا تعالیٰ اس کے نزدیک ہو جاتا ہے اور دعا کی حالت میں وہ تعلق ایک خاص مقام پر پہنچ کر اپنے خواص طبعیہ پیدا کرتا ہے' سو جس وقت بندہ کسی سخت مشکل میں مبتلا ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف کامل یقین اور کامل امید اور کامل محبت اور کامل وفاداری اور کامل ہمت کے ساتھ جھکتا ہے اور نہایت درجہ کا بیدار ہو کر غفلت کے پردوں کو چیرتا ہوا فنا کے میدانوں میں آگے سے آگے نکل جاتا ہے' پھر آگے کیا دیکھتا ہے کہ بارگاہ الوہیت ہے اور اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں' تب اس کی روح اس کے آستانہ پر سر رکھ دیتی ہے اور قوت جذب جو اس کے اندر رکھی گئی ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کی عنایات کو اپنی طرف کھینچتی ہے' تب اللہ جل شانہ اس کام کے پورا کرنے کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس دعا کا اثر ان تمام مبادی اثرات پر ڈالتا ہے جس سے ایسے اسباب پیدا ہوتے ہیں جو اس مطلب کے حاصل کرنے کے لئے ضروری ہیں مثلاً اگر بارش کے لئے دعا ہے تو بعد استجابت دعا کے وہ اسباب طبعیہ جو بارش کے لئے ضروری ہوتے ہیں اس دعا کے اثر سے پیدا کئے جاتے ہیں اور قحط کے لئے بددعا ہے تو قادر مطلق

مخالفانہ اسباب کو پیدا کر دیتا ہے۔ اسی لئے یہ بات ارباب کشف و کمال کے نزدیک بڑے بڑے تجارب سے ثابت ہو چکی ہے کہ کامل دعا میں ایک قوت تکوین پیدا ہو جاتی ہے یعنی باذنہ تعالیٰ وہ دعا عالم سفلی اور عالم علوی میں تصرف کرتی ہے اور عناصر اور اجرام فلکی اور انسانوں کے دلوں کو اس طرف لے آتی ہے جو طرف مئوید مطلوب ہے۔ خدا تعالیٰ کی پاک کتابوں میں اس کی نظریں کچھ کم نہیں ہیں بلکہ اعجاز کی بعض اقسام کی حقیقت بھی دار اصل استجابت دعا ہی ہے اور جس قدر ہزاروں معجزات انبیاء سے ظہور میں آئے یا جو کہ اولیاء ان دنوں تک عجائب کرامات دکھلاتے رہے ان کا اصل اور منبع یہی دعا ہے اور اکثر دعاؤں کے اثر سے ہی طرح طرح کے خوارق قدرت قادر کا تماشہ دکھلا رہے ہیں۔" (صفحہ ۱۶۰، ۱۶۱)

مندرجہ بالا حوالہ میں جو عبارت "دعا کی ماہیت" سے شروع ہو کر "تماشا دکھلا رہے ہیں" کے الفاظ تک جا پہنچی ہے لفظاً لفظاً حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی، مسیح موعود علیہ السلام کی شہرہ آفاق تصنیف "برکات الدعا" کے صفحہ ۹، ۱۰ سے ماخوذ ہے۔ یہ کتاب حضور انور نے مؤلف کتاب کے "مراقبہ" سے ۹۴ سال قبل شائع فرمائی تھی اس کے طبع اول کے سرورق پر تاریخ طباعت رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ لکھی ہے جو شمسی کیلنڈر کی رو سے مارچ، اپریل ۱۸۹۳ء بنتی ہے۔

آگے لکھا ہے کہ:۔

"حضرت باباجی نے جس انداز میں لمبی لمبی عبادات کے ساتھ دعائیں کی ہیں اس سے روشنی ملتی ہے کہ محض رسمی طور پر دعا کر لینا کوئی چیز نہیں جب تک قلب و روح پگھل کر دعا کو ایک خاص چمک نہ دے رہے ہوں۔ اس لئے یہ مت خیال کرو کہ ہم ہر روز دعا کرتے ہیں اور تمام نماز دعا ہی ہے جو ہم پڑھتے ہیں کیونکہ وہ دعا جو معرفت کے بعد اور افضل کے ذریعہ سے پیدا ہوتی ہے اور رنگ اور کیفیت رکھتی ہے وہ فنا کرنے والی چیز ہے۔ وہ گداز کرنے والی آگ ہے۔ وہ رحمت کو کھینچنے والی ایک مقناطیسی کشش ہے۔ وہ ایک

تن سیل ہے پر آخر کو کشتی بن جاتی ہے۔ ہر ایک بگڑی ہوئی بات اس سے بن جاتی ہے اور ہر ایک زہر اس سے آخر تریاق ہو جاتا ہے۔ (صفحہ ۱۶۱'۱۶۲)

معزز قارئین! مذکورہ عبارت میں جلی الفاظ بھی بجنسہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے "لیکچر سیالکوٹ" (۱۹۰۴ء) کے صفحہ ۲۶ سے نقل ہوئے ہیں۔

آخر میں مئولف کتاب اپنے "پر مشقت مراقبہ" کے نتیجہ میں ایک داعی حق اور روحانی رہبر کا روپ دھار لیتے ہیں اور مسند ارشاد پر رونق افروز ہو کر ناصحانہ شان میں رقم فرماتے ہیں:۔

"حضرت بابا جی رحمتہ اللہ علیہ نے جو عملی زندگی دنیا میں اپنائی اور جس کا مخلوق خدا سے تعارف کروایا اس کی رحمتوں اور برکتوں کا کوئی انتہاء نہیں۔ آپ نے اپنے عقیدت مندوں کو خوب بتایا اور سمجھایا کہ خدا تعالیٰ بڑا کریم ہے' اس کی کریمی کا بڑا گہرا سمندر ہے جو کبھی ختم نہیں ہو سکتا اور جس کو تلاش کرنے والا کبھی محروم نہیں رہا۔ اس لئے چاہئے کہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر دعائیں مانگو اور اس کے فضل کو طلب کرو کیونکہ دعا مانگنا اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عین مطابق ہے مثلاً عام طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ جب بچہ روتا دھوتا ہے' اضطراب ظاہر کرتا ہے تو ماں کس قدر بے قرار ہو کر اس کو دودھ دیتی ہے۔ الوہیت اور عبودیت میں اسی قسم کا تعلق ہے جس کو ہر شخص سمجھ نہیں سکتا۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کے دروازے پر گر پڑتا ہے اور نہایت عاجزی اور خشوع و خضوع کے ساتھ اس کے حضور اپنے حالات کو پیش کرتا ہے اور اس سے اپنی حاجات کو مانگتا ہے تو الوہیت کا کرم جوش میں آتا ہے اور ایسے شخص پر رحم کیا جاتا ہے' اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا دودھ بھی ایک گریہ چاہتا ہے اس لئے اس کے حضور رونے والی آنکھ پیش کرنی

چاہئے۔ یہی کیفیت و حالت ہے جب قلب و روح پر پوری طرح حاوی اور متولی ہو جائے تب ایک عاشق و سالک حضرت باباجی کے تبرکات فریدیہ دربارہ دعا اور اس کی تاثیرات کا عرفان حاصل کر سکتا ہے۔"

(صفحہ ۱۶۲)

آستانہ فریدیہ کے وابستگان یہ معلوم کر کے یقیناً ورطہ حیرت میں ڈوب جائیں گے کہ ان چند فقرات کے سوا جن میں براہ راست حضرت باباجی کے روحانی کمالات کا تذکرہ کیا گیا ہے باقی پوری عبارت حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی ایک معرکہ آراء تقریر کی حرف بحرف نقل ہے۔ یہ تقریر پہلی بار اخبار الحکم ۳۱ مارچ ۱۹۰۵ء کے صفحہ ۵ پر شائع ہوئی تھی اور ادارۃ المصنفین ربوہ نے اس کا یہ قیمتی اقتباس دسمبر ۱۹۷۰ء میں "تفسیر صغیر" کے صفحہ ۴۸٬۴۷ پر بھی ریکارڈ کر دیا ہے اور آسمان روحانیت پر چاند ستاروں کی طرح جگمگا رہا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ گرانقدر تالیف یقیناً کمال درجہ محنت و کاوش سے مرتب ہوئی ہے جس میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے شاندار علم کلام کی برتری اور عظمت کا پراسرار طریق پر اعتراف کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اس کے مطالعہ سے یہ معرفت بھی ملتی ہے کہ دور حاضر میں طریق محمدی کا خضر کون ہے؟ کون عالم لاہوت٬ ناسوت اور جبروت کی رفعتوں میں محو پرواز ہے اور کس کے زندگی بخش کلمات٬ ارباب طریقت و حقیقت کے لئے حقیقی طور پر مرکز انوار ہیں؟

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

علمی شاہکار کی چند دستاویزی شہادتیں

(متعلقہ لٹریچر کے عکس کی صورت میں)

اِعجازِ قرآن

اس رسالہ میں بحمدہٖ تعالیٰ دہریت۔ آریت۔ عیسائیت بہائیت اور قادیانیت کے خیالی قلعوں کو اعجاز قرآن کی تین اقسام سے بم باری کرکے بکلی مسمار کر دیا گیا ہے

مصنّفہ

مولوی حافظ عطاء اللہ بریلوی خادم قرآن

متعلم دار العلوم دیوبند و سہارنپور

ملنے کا پتہ

ہندوستانی کتب خانہ اردو بازار جامع مسجد دہلی

سنہ ۱۹۴۷ء

در مدح قرآن کریم

جمال و حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

نظیر اسکی نہیں ملتی بہت کچھ غور کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلامِ پاکِ رحماں ہے

بہارِ جاوداں پیدا ہے اسکی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اُس سا کوئی بستاں ہے

کلامِ پاکِ یزداں کا نہیں ثانی کوئی ہرگز
اگر لولوئے عماں ہے دگر لعلِ بدخشاں ہے

خدا کے قول سے قولِ بشر کیونکر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے

ملائک جسکی حضرت میں کریں اقرار لاعلمی
سخن میں اسکے ہمتائی کہاں مقدورِ انساں ہے

بنا سکتا نہیں ہرگز بشر اک پاؤں کیڑے کا
تو پھر کیونکر بنانا نورِ حق کا اُسپہ آساں ہے

ارے لوگو! کرو کچھ پاسِ شانِ کبریائی کا
زباں کو تھام لو اب بھی اگر کچھ بوئے ایماں ہے

خدا کا غیر کو ہمسر بنانا سخت کفراں ہے
خدا سے کچھ ڈرو یارو! یہ کیسا کذب و بہتاں ہے

اگر اقرار ہے تمکو خدا کی ذاتِ واحد کا
تو پھر کیوں اسقدر دلمیں تمہارے شرک پنہاں ہے

یہ کیسے پڑ گئے دل پر تمہارے جہل کے پردے
خطا کرتے ہو باز آؤ اگر کچھ خوف یزداں ہے

فتاویٰ ثنائیہ

جس میں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری رح کے
۴۴ سالہ فتاویٰ کو فقہی ترتیب کے ساتھ اس طرح مرتب کر دیا گیا ہے
کہ عبادات و معاملات کا کوئی مسئلہ باقی نہیں رہا

محشی البحواشی شیخ الحدیث حضرت مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی رح

جلد اوّل

مرتّبہ

حضرت مولانا محمد داؤد صاحب راز

ناشر

ادارہ ترجمان السنۃ ۷ ایبک روڈ لاہور

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا مِنْ فَضْلِکَ :- چونکہ میں قرآن مجید کو اپنا بلکہ جملہ انسانوں کا کامل ہدایت نامہ جانتا ہوں۔ اس لئے اپنا اعتقاد دو شعروں میں ظاہر کر کے بعد سلام رخصت ہوتا ہوں

جمال حسن قرآں نور جان ہر مسلماں ہے — قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا — بھلا کیوں کر نہ ہو یکتا کلام پاک رحماں ہے

۴ جنوری ۱۹۲۲ء — خادم اسلام محمدان

ابو الوفا ثناء اللہ اڈیٹر "اہلحدیث" امرتسر

عقائد صحیحہ

جو کچھ ہمارے عقائد ہیں ہم انہیں علی الاعلان بیان کرتے ہیں وَاللّٰہُ عَلٰی مَا نَقُوْلُ وَکِیْلٌ۔

جب تک انسان پورا کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ نہ کہے وہ مسلمان نہیں ہوگا

اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں یکتا اور بے نظیر ہے۔ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

وہی سب کا خالق و مالک اور روزیاں پہنچانے والا ہے وہ ساتوں آسمانوں کے اوپر عرش عظیم پر ہے

جو جو صفات اللہ تعالیٰ کی قرآن شریف اور صحیح حدیثوں میں وارد ہوئی ہیں ہمارا اُن سب پر بغیر انکار اور تاویل باطل اور تحریف اور بغیر دریافت کیفیت ایمان ہے۔

عبادتوں کے قابل صرف اُسی کی ذات ہے۔ عبادت مالی ہو یا بدنی یا زبانی سب اُسی وحدہ لاشریک لہ کی ذات کے لئے ہونی چاہیئے جو شخص اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کرے۔ یا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور میں خدا تعالیٰ کی کوئی صفت مانے وہ کھلا گمراہ اور مشرک ہے۔ مشرک ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ قرآن شریف اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ جسے اُس نے جبرئیل امین علیہ السلام کی معرفت اپنے نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے سچے رسول ہیں۔ آپ کل انس و جن کی طرف پیغمبر بن کر آئے ہیں۔

نبوۃ حضرت آدمؑ سے شروع ہوئی اور آپ کی ذات والا صفات پر ختم ہوئی۔ آپ کے بعد قیامت تک کوئی اور نبی نہ ہوگا جو شخص آپ کے بعد کسی کو نبی مانے اور آپ کو خاتم النبیین نہ جانے وہ کافر ہے

آپ تمام نبیوں سے افضل اور کل اولاد آدم کے سردار ہیں

آپ کی شفاعت حق ہے۔ قیامت کے میدان میں سب سے پہلے اور سب سے بڑی

نہ کا اسٹامپ روانہ کرنے پر رسالہ ہذا مفت ارسال خدمت ہوگا

وننزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمؤمنين

تعلیم ترجمۃ القرآن

مؤلفہ

خاکسار گنڈور زین العابدین ساکن امباڑی

علاقہ مدراس

مطبوعہ مطبع کریمیہ ترپلکین مدراس

بات کا بھی اہتمام رکھیں کہ جو بچہ حرف شناس ہو کر اردو زبان پڑھنے سمجھنے لگے اسکو اول ترجمہ قرآن کا سبق دیں تاکہ وہ قرآن شریف کے لفظی معنے سمجھہ لے۔

ان علماء کے تمام اقوال سے یہہ بات صاف ظاہر ہے انکا مقصود سب عوام مسلمانوں کو ترجمہ قرآن مجید مدرسوں میں پڑہانا صاف لفظوں میں واضح ہے۔ محتاج بیان نہیں۔

یہ اکثر تجربہ ہوا ہے کہ تاجروں کے لڑکے عربی علوم حاصل کرنیکے لئے صرف ونحو شروع کرتے ہیں اسکے قوانین یاد کرنے کی مشکلات سے گھبرا کر تعلیم کو چھوڑ کر اصلی مقصد سے دور ہو جاتے ہیں لہذا ہم چاہتے ہیں کہ بغیر صرف ونحو کے ترجمے کے ساتھ قرآن مجید کی تعلیم دینی ضروری ہے۔ کیونکہ اردو ترجمہ خواں کے لئے صرف ونحو کی مطلق ضرورت نہیں ہے البتہ صرف ونحو وغیرہ علوم الٰہ کی شرط اون طلباء کے لئے مخصوص ہے جو عربی علوم سے فارغ ہو کر زمرۂ علماء میں شامل ہونا چاہتے ہیں تعلیم قرآن مجید اردو ترجمہ خواں کے لئے صرف ونحو کے خیال کو ضرور دل سے الگ کر دینا چاہئے کیونکہ اسی خیال نے مسلمانوں کو تعلیم قرآن سے محروم کر رکھا ہے۔ فقط والسلام مع الاکرام۔

وصف قرآن مجید

دیکھو شب قدر میں قرآن چمکتا نکلا، حق کے اس نور کا کوئی بھی نہ ہمتا نکلا

کیا ہی اسلام کا خورشید دل آرا نکلا، نور فرقاں ہے سب نوروں سے اجلا نکلا

پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا

شرک اور کفر کی ظلمت سے تھا اندھیر مچا، بحر و بر بگڑے تھے اور ساری زمیں تھی مردہ

ظلم و عصیاں وخباثت میں پھنسی تھی دنیا، حق کی توحید کا مرجھا ہی چلا تھا پودا

ناگہاں غیب سے یہ چشمۂ اصفا نکلا

دین و دنیا میں جو مطلوب بنی آدم ہے، معرفت اور حقائق کا یم اعظم ہے

سارے اسرار و دقائق کا یہ بس خاتم ہے، یا الٰہی تیرا قرآن ہے کہ اک عالم ہے

جو ضروری تھا وہ سب اسمیں مہیا نکلا

طبیبوں سے ملے سب دوائیں پوچھیں، پھر لئے امریکہ و افریقہ تا چیں

ایسا عرفان کا نسخہ نہ ملا اور کہیں، سب جہان چھان چکے رہے ...

سے عرفاں کا بس ایک ہی شیشہ نکلا

نہیں قرآن کی اس کون و مکاں میں تشبیہ — نظم فطرت وہ اعجازی نشاں میں تشبیہ
ہے نہیں اسکی کی عظمت و شاں میں تشبیہ — کس سے اس نور کی ممکن ہے جہاں میں تشبیہ

وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا

اسکے ہر نکتہ میں ہے نور الہٰی کا ظہور — اسکے انوار سے مومن کا ہے سینہ معمور
اسکے جلوہ سے ہیں تاریکیاں سار کا فور — ہے قصور اپنا ہی اندھونکا دگرنہ وہ نور

ایسا چمکا ہے کہ صد نیر بیضا نکلا

ایسے خورشید پرانوار سے جو دور رہیں — وہ تو اندھوں سے بھی بدتر ہیں جو بے نور رہیں
روح مردہ ہوئی انکی تو یہ ہم صاف کہیں — زندگی ایسوں کی بس خاک ہے اس دنیا میں

جن کا اس نور کے ہوتے بھی دل اعمیٰ نکلا

جسکو اللہ کا ملنا ہو جہاں میں مطلوب — وہی قرآن کو رکھتا ہے ہمیشہ محبوب
سب غذاؤں سے یہی دل کی غذا ہے مرغوب — اللہ اللہ ہے یہ عرفاں کا نسخہ کیا خوب

آجتک ایسا نہ شافی کوئی نسخہ نکلا

کون کہتا ہے کہ قرآن ہے مجمل صامت — اس کا ہر قول مفصل ہے وہ تبیان نکلا
اور کہتے ہیں کہ قرآں کی سمجھ ہے مشکل — اس کا ہر لفظ مفسر ہے وہ آسان نکلا

پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا

دیگر

قرآن ہے وہ دین کہ جس سے خدا ملے — اس پر چلے جو شخص وہ اللہ سے ملے
رستہ اسی سے سیدنا اللہ کا ملے — ہے یہ طریق جس سے رہ کیمیا ملے
مثل اسکی کوئی اسکے امکان ہی نہیں — جز اتباع قرآن کے ایمان ہی نہیں
قرآن ہے وہ نور کہ جسکا نہیں جواب — دنیا میں اسکی مثل ہی کوئی نہیں کتاب
حاصل انھیں اس سے نعمتیں نجات و ثواب — اعمال بہت سے ہوگئیں لیکن وہ سب خراب
افسوس کس کو کھو دیا ہیہات کیا کیا — ایمان کی تو بہت ہی برا کیا
سکا اتحا ہم سبکو اتفاق — افسوس تم نے کر لیا آپس میں ہی نفاق

خطبات الحنفیہ

مصنفہ

مولوی صالح محمد مرحوم

شیخ سراج الدین اینڈ سنز پبلشرز لاہور

تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝

بئیسواں وعظ دربیان فضائل ماہ رمضان

اے عزیزو سنو کہ بے قرآں | حق کو پاتا نہیں کبھی انساں
جن کو اس نور کی خبر ہی نہیں | ان پہ نیکی کا کچھ اثر ہی نہیں
ہے یہ فرقاں میں اک عجیب اثر | اس سے ملتا ہے خالق اکبر
کوئے حق میں یہ کھینچ لاتا ہے | پھر تو کیا کیا نشاں دکھاتا ہے
دل میں وقت نور بھرتا ہے | سینے کو خوب صاف کرتا ہے
راہ نیکی کی یہ دکھاتا ہے | کجروی سے یہی بچاتا ہے
شرک کو دل سے دور کرتا ہے | کبر و نخوت کو چور کرتا ہے
سینے میں نقش حق جماتا ہے | دل سے غیر خدا اٹھاتا ہے
بحر حکمت سے یہ کلام تمام | عشق حق کا پلاتا ہے یہ جام
دل کے اندھوں کی ہے دوا یہ ہی | سرمہ ہے بس خدا نما یہ ہی
اس کے منکر جو بات کہتے ہیں | سربسر واہیات کہتے ہیں
دل سے حق کو بھلا دیا ہیہات | دل کو پتھر بنا لیا ہیہات

مفسرین نے لکھا ہے کہ قرآن مجید لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پہلے رمضان میں پورا نازل ہوگیا تھا اور وہاں سے وقتاً فوقتاً بحسب ضرورت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوتا رہا غرض یہ وہ مہینہ مبارک ہے کہ جس میں تمہارے مذہب کی بنیاد قائم ہوئی۔ کیونکہ قرآن مجید وفرقان حمید جو دین اسلام کی بناء ہے اسی مہینے میں نازل ہوا اس سے زیادہ با عظمت زمانہ اور کون ہوگا۔ اس لئے تمہیں چاہیئے کہ ہر سال اس مہینے میں خدا کی عظیم الشان نعمت کو یاد کرکے اس کی شکر گذاری کیا کرو۔ اور جو طریقہ عزسبحانہ نے اپنی شکر گذاری کا بنایا ہے اس پر دل و جان سے عامل رہو چنانچہ اس نے اپنی شکر گذاری کا طریقہ اس مہینے میں یہ قرار دیا ہے۔

رجسٹرڈ نمبر ۳۶۹ — جماعت اہلِ حدیث کا خصوصی ترجمان

ہفت روزہ **تنظیم اہلحدیث** لاہور (پاکستان)

فی پرچہ ۱۳ پیسے

نگران: عبداللہ صاحب روپڑی

مدیر: حافظ عبدالرحمٰن امرتسری

★ ۱۶ محرم الحرام ۱۳۸۱ھ — جمعۃ المبارک — ۳۰ جون ۱۹۶۱ء ★ شمارہ ۴۰

کر بیاں سب حاجتیں، حاجت روا کے سامنے!

اک نہ اک دِن پیش ہوگا تُو قضا کے سامنے
چل نہیں سکتی کسی کی کچھ فنا کے سامنے

چھوڑنی ہوگی تجھے دنیائے فانی ایک دِن
ہر کوئی مجبور ہے حکمِ خدا کے سامنے

مستقل رہنا ہے لازم اے بشر تجھ کو سدا
رنج و غم، سوزِ الم، فکر و بلا کے سامنے

حاجتیں پوری کریں گے کیا تری عاجز بشر؟
کر بیاں سب حاجتیں حاجت روا کے سامنے

چاہیئے تجھ کو مٹانا قلب سے نقشِ دوئی
سر جھکا لے مالکِ ارض و سما کے سامنے

چاہیئے نفرت بدی سے اور نیکی سے پیار
اِک نہ اِک دن پیش ہوگا تُو خدا کے سامنے

راستی کے سامنے کب جھوٹ پھلتا ہے ندیمؔ
قدر کیا پتھر کی لعلِ بے بہا کے سامنے

سفرِ حجاز کے حالات

...محمد احمد صاحب، ناسازیٔ طبع
...باعث سفرِ حجاز کے حالات تحریر نہیں فرما سکے،
...اللہ آئندہ اشاعت میں شائع کئے جائیں گے!

(ادارہ)

ماہنامہ

ضیائے حرم

لاہور

جلد ۲	اپریل سنہ ۱۹۷۲ء صفر ۱۳۹۲	شمارہ ۷

مدیر اعلیٰ:

پیر محمد کرم شاہ

ایم ۔ اے آنرز (الازہر)

سجادہ نشین بھیرہ

(ضلع سرگودھا)

مدیر معاون:

ابو زاہد نظامی

غیر ممالک سے بذریعہ ہوائی ڈاک

دوبئی سعودی عرب فی پرچہ	۱½ ریال	دوبئی سعودی عرب سالانہ	۱۰ ریال
قطر "	۱½ "	قطر "	۱۴ "
کویت "	۱۰۰ فلس	کویت "	۱۰۰۰ فلس
انگلستان "	۴ شلنگ	انگلستان "	۴۰ شلنگ

قیمت مغربی پاکستان ....

فی پرچہ: ایک روپیہ، سالانہ دس روپے

بذریعہ وی پی: گیارہ روپے

مشرقی پاکستان: ایک روپیہ ۲۵ پیسہ

سالانہ: ۱۴ روپے

خط وکتابت کا پتہ! مینجر ماہنامہ ضیائے حرم دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ ضلع سرگودھا

مغربی پاکستان ---- فون نمبر ۱۴

هدیہ نعت

جان و دلم فدائے جمالِ محمدؐ است
خاکم نثارِ کوچۂ آلِ محمدؐ است

دیدم بعین قلب و شنیدم بگوشِ ہوش
در ہر مکاں فدائے جمالِ محمدؐ است

ایں چشمۂ رواں کہ بخلقِ خدا دہم
یک قطرہ ز بحرِ کمالِ محمدؐ است

ایں آتشم ز آتشِ مہرِ محمدیؐ است

ویں آبِ من ز آبِ زلالِ محمدؐ است

تاج الدین زریں رقم لاہو

شانِ صحابہ

قرآن و حدیث اور فریقین کی [illegible] و تاریخی

کتب سے حضرات خلفاء راشدین کے

فضائل و مناقب دینی و ملی خدمات اور ان کے

مخلص مؤمن مسلمان ہونے کا بیان

تالیف

علامہ سید محمود احمد رضوی

ناشر مکتبہ رضوان گنج بخش روڈ لاہور

ہدیۂ نعت

جان و دلم فدائے جمالِ محمدؐ است
خاکم نثارِ کوچۂ آلِ محمدؐ است

دیدم بعین قلب و شنیدم بگوشِ ہوش
در ہر مکاں ندائے جمالِ محمدؐ است

ایں چشمۂ رواں کہ بخلقِ خدا دہم
یک قطرہ ز بحرِ کمالِ محمدؐ است

ایں آتشم ز آتشِ مہرِ محمدی است
ویں آبِ من ز آبِ زلالِ محمدؐ است

جو نہ بھولا ہم غریبوں کو رضا
یاد اسکی اپنی عادت کیجئے

ہم تمہارے ہو کے کس کے پاس جائیں
صدقہ شہزادوں کا رحمت کیجئے

إِنَّ فِي هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ پ ١٧ سورۃ الانبیاء

الصارم السیف

تصنیف لطیف

عالم ربانی عارف یزدانی حضرت مولنا خلیفہ پیر
عبدالقیوم صاحب نقشبندی مجددی لہوگردی ادام اللہ فیوضہ

محرم الحرام ۱۳۴۹ھ

(مطابق مئی / جون ۱۹۳۰ء)
در مطبع منہ پریس بازار مرسہ طبع شد

قیمت فی نسخہ

هست کہ در چہل سالگی کہ چہاردہ گفتنہ مے شود کہ چہاردہ چہل مے شود نبوت از برائے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آمدہ۔ آنحضرت محبوب چہاردہ سالہ ہست و مراد از حافظ صاحب ایں است کہ قرآن شریف کہ در دو سال نازل شدہ و رسول اللہ علیہ السلام کہ در چہل سالگی نبوت براو آمدہ ہمیں ہر دو در ایں دنیا کہ صغیر ہست و در آخرت کہ کبیر ہست مرابس اند پس معلوم ہست کہ در دنیا و آخرت عمل کردن بہ قرآن و سنت بس ہست کہ حاجت تقلید نیست۔

در مدح قرآن مجید

ہست قرآں در رہ دیں رہنما	در ہمہ حاجات دیں حاجت روا
آں گروہ حق کہ از خود فانی اند	آب نوش از چشمہ فرقانی اند
اگر نامدی در جہاں ایں کلام	نماندی بدنیا ز توحید نام
ہر کہ شد تابع کلام خدا	رست از اتباع حرص و ہوا
از خود و نفس خود خلاص شدہ	ہبط فیض نور خاص شدہ
ہر کہ گیرد رہ خدائے یگاں	آں خدایش بس ہست در دو جہاں
لاجرم طالب رضائے خدا	بگسلد از ہمہ برائے خدا
گر دہندت بصیرت و مردی	از ہمہ خلق سوئے حق گردی
ہر چہ غیر خدا بخاطر تست	آں بت تست اے بایماں سست
پر حذر باش ازیں بتان نہاں	دامن دل ز دست شاں برہاں
ہر کہ رہ داد محمد زد قدم	انبیار راشد قبیل آں محترم
خدا بنگہ خود جز رہ او فدا	نیابی رہش جز پئے مصطفیٰ
از خدا باشد خدا را افتن	نے بہ مکر و حیلہ و تدبیر و فن

محمد عربی کابروئے ہر دو سراست	کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او
بے عنایات خدا کاریست خام	پختہ داند این سخن را والسلام

در شان سیدنا حضرت محمد صلعم

عجب نوریست در جان محمد	عجب لعلیست در کان محمد
ز ظلمتہا شود آنگہ دلے صاف	کہ گردد از محبان محمد
عجب دارم دل آن ناکساں را	کہ رو تابند از خوان محمد
ندانم ہیچ نفسے در دو عالم	کہ دارد شوکت وشان محمد
خدا زاں سینہ بیزار است صد بار	کہ ہست از کینہ داران محمد
خدا خود سوزد آں کرم دنی را	کہ باشد از عدوان محمد
اگر خواہی نجات از مستی نفس	بیا در ذیل مستان محمد
اگر خواہی کہ حق گوید ثنایت	بشو از دل ثنا خوان محمد
اگر خواہی دلیلے عاشقش باش	محمد ہست برہان محمد
سرے دارم فدائے خاک احمد	دلم ہر وقت قربان محمد
بگیسوئے رسول اللہ کہ ہستم	نثار روئے تابان محمد
دریں رہ گر کشندم ور بسوزند	نتابم رو ز ایوان محمد
بکار دین نترسم از جہانے	کہ دارم رنگ ایمان محمد
بسے سہل است از دنیا بریدن	بیاد حسن واحسان محمد
فدا شد در رہش ہر ذرہ من	کہ دیدم حسن پنہان محمد
دگر استاد را نامے ندانم	کہ خواندم در دبستان محمد
بدیگر دلبرے کارے ندارم	کہ ہستم کشتۂ آن محمد

مرا آں گوشۂ چشمے بباید
بجویم جز گلستانِ محمدؐ

دلِ زارم بہ پہلویم مجوئید
کہ بنشیمش بدامانِ محمدؐ

من آں خوش مرغ از مرغانِ قدسم
کہ دارد جا بہ بستانِ محمدؐ

تو جانِ ما منور کردی از عشق
فدایت جانم اے جانِ محمدؐ

دریغا گر دہم صد جاں دریں راہ
نباشد نیز شایانِ محمدؐ

چہ ہیبت ہا بدادند ایں جواں را
کہ ناید کس بمیدانِ محمدؐ

الا اے دشمنِ نادان و بے راہ
بہ ترس از تیغِ بُرّانِ محمدؐ

رہِ مولیٰ کہ گم کردند مردم
بجو در آل و اعوانِ محمدؐ

الا اے منکر از شانِ محمدؐ
ہم از نورِ نمایانِ محمدؐ

کرامت گرچہ بے نام و نشان ہست
بیا بنگر ز غلمانِ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم)

در شانِ حضرت خاتم النبیین صلعم

جان و دلم فدائے جمالِ محمدؐ است
خاکم نثارِ کوچۂ آلِ محمدؐ است

دیدم بعینِ قلب و شنیدم بگوشِ ہوش
در ہر مکان ندائے جمالِ محمدؐ است

ایں چشمۂ رواں کہ بخلقِ خدا دہم
یک قطرۂ ز بحرِ کمالِ محمدؐ است

ایں آتشم ز آتشِ مہرِ محمدی است
ویں آبِ من ز آبِ زلالِ محمدؐ است

نظر بازانِ علمِ ظاہر اندر علمِ خود نازند
ز دستِ خود فگندہ معنی و مغزِ حقیقت را

گذاف و لافِ شاں در ظاہرِ شرع ہست ہم باطل
کہ غافل از حقیقت کے نکو دانند شریعت را

ہمہ در رہ فتنہ ہا چو خاشاکے بیفگنند
ز علمِ ناتمامِ شاں چہا گم گشت ملت را

کجا غوغائے شاں بر خاطر من وحشتے آرد　　که مومن بر دلے نبود اگر بیند قیامت را

عالمے را کرد کردہ ایں خیال　　سرنگوں افگندہ در چاہِ ضلال

اے ردیں بے خبر بخور غم دیں　　کہ نجاتت معلق ہست بدیں

بے عنایات خدا کارست خام　　پختہ داند ایں سخن را والسلام

بکوشیم و انجام کار آں بود　　کہ آں خواہش و راہ یزداں بود

خویش و قوم و قبیلہ بُرز دغا　　تو برہ بدہ برائے شاں ز خدا

ایں ہمہ را کشتنت آہنگ　　گہ بصلحت کشند و گہ بہ جنگ

خاک بر رشتۂ کہ پیوندت　　بگسلاند ز یار دل بندت

است آخر بہ آں خدا کارت　　نہ تو یار کسے نہ کس یارت

دین شاں بر قصہ ہا دارد مدار　　گفتگو ہا بر زباں دل بے قرار

عاشق زر شدند و دولت جاہ　　دل تہی از محبت آں شاہ

راہِ بد را نیک اندیشیدہ　　اے ہراک اللہ چہ بد فہمیدہ

جہنم کرد داد فرقاں خبر　　ہمیں حرص دنیاست جان پدر

چوں بود بر تو رحمت آں پاک　　دیگر از لعن و طعن خلق چہ باک

لعنت خلق سہل و آساں ہست　　لعنت آں ہست کو ز رحماں ہست

رحمت حق را کہ عزّ اولیاست　　ہست پنہاں زیر لعنت ہائے خلق

کس بہ چشمِ یار صدیقے نہ شد　　تا بہ چشمِ غیر زندیقے نہ شد

لعنت آنست کہ از سوئے خدا بیاید　　لعنت بدگہر آنست یکے ہرزہ لغیر

لعنتی گر لعنتے بر ما کند　　او نہ بر ما خویش را رسوا کند

لعنت اہل جفا آساں بود　　لعنت آں باشد کہ از رحماں بود

در مدح رسول اکرم محمد مصطفیٰ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

در دلم جوشد ثنائے سرورے | آنکہ در خوبی ندارد ہمسرے
آنکہ جانش عاشق یارِ ازل | آنکہ روحش واصلِ آں دلبرے
آنکہ مجذوبِ عنایاتِ حقست | ہمچو طفلے پروریدہ در برے
آنکہ در برّ و کرم بحرِ عظیم | آنکہ در لطفِ اتم یکتا دُرے
آنکہ در جود و سخا ابرِ بہار | آنکہ در فیض و عطا یک خاورے
آں رحیم و رحم حق را آیتے | آں کریم و جود حق را مظہرے
آں رخِ فرخ کہ یک دیدارِ او | زشت رو را میکند خوش منظرے
آں دلِ روشن کہ روشن کردہ است | صد درونِ تیرہ را چوں اخترے
آں مبارک پے کہ آمد ذاتِ او | رحمتے زاں ذاتِ عالم پرورے
از بنی آدم فزوں تر در جمال | وز لآلے پاک تر در گوہرے
بر لبش جاری ز حکمت چشمۂ | در دلش پُر از معارف کوثرے
بہرِ حق داماں ز غیرش برفشاند | ثانئے او نیست در بحر و برے
آں چراغش داد حق کش تا ابد | نے خطر نے غم ز بادِ صرصرے
پہلوانِ حضرتِ ربِّ جلیل | بر میاں بستہ ز شوکت خنجرے
تیرِ او تیزی بہر میداں نمود | تیغِ او ہر جا نمودہ جوہرے
کرد ثابت بر جہاں عجزِ بتاں | وانمودہ زورِ آں یک قادرے
تا نماند بے خبر از زورِ حق | بُت ستا و بُت پرست و بُت گرے
عاشقِ صدق و سداد و راستی | دشمنِ کذب و فساد و ہر شرے
خواجہ و مر عاجزاں را بندۂ | بادشاہ و بیکساں را چاکرے

نادم

QADIANISM

AN ANALYTICAL VIEW

CENTRAL
MAJLIS-E-TAHAFFUZ-E-KHATM-E-NABAWWAT
MULTAN (PAKISTAN)

10

the coping has been left vacant. That coping stone is my person, I am Last of the Prophets.

۷ - انه سیکون فی امتی ثلثون کذابون - کلهم یزعم انه نبی و انا خاتم النبیین لا نبی بعدی -

جامع ترمذی جلد ۲ ص ۱۱۲

There shall be thirty impostors in my Ummat. Everyone shall claim to be a prophet, whereas I am Last of Prophets—there shall be no prophet after me.

۸ - کانت بنی اسرائیل توسهم الانبیاء اذا هلک نبی خلفة بنی وانه لانبی بعدی سیکون انخلفاء -

Bani Isreal was reared by the prophets. When one prophet died be was followed by an other prophet. But afer me there shall be no prophet. But there shall be caliphs.

Iqbal

Finality of prophethood has fascinatingly been brought out in the following verses.

هست او خیر الرسل خیرالانام
هر نبوت را برو شد اختتام

He is the Best of Prophets and Best of human beings. Every Prophethood came to an end in his holy person.

ختم شد برنفس پاکش ہر کمال
لا جرم شد ختم هر پیغمبرے

All excellences came to an end in his pious person ; undoubtedly Prophethood came to an end.

جملہ حقوق محفوظ ہیں کوئی صاحب قصدِ طبع نہ کرے

اصلی عربی بول چال مکمل کلاں

بمع

گرامر اینڈ ٹرانسلیشن

و

خط و کتابت و عربی سے اردو لغت

مصنفہ

مولوی جان محمد ایم۔ اے۔ ایم او۔ ایل منشی فاضل و مولوی فاضل

سابق عربی و پرشین ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول فیروزپور

ڈاکٹر ایم۔ اے علیم پروپرائٹر

کتب خانہ منشی عزیز الدین پبلشر و تاجرانِ کتب کشمیری بازار لاہور

وَالتَّعْظِيْمِ وَالْحَيَآءِ فَاَرْفَعُهَا مَنْزِلَةً الْحَيَآءُ لَمَّا

تعظیم ہے اور حیاء ہے پس سب سے بلند تر رتبے میں حیا ہے جب

اَيْقَنُوْا اَنَّ اللّٰهَ يَرَاهُمْ عَلٰى كُلِّ حَالٍ قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَيْنَا

یقین کرلیا انھوں نے کہ خداوند تعالیٰ انہیں دیکھتا ہے ہر حال میں تو کہا یکساں ہے

رَاَيْنَاهُ اَوْرَاٰنَا وَكَانَ الْحَاجِزُ لَهُمْ عَنْ مَعَاصِيْهِ الْحَيَآءُ

ہم کو خواہ ہم اسے دیکھیں یا وہ ہمیں دیکھے اور حائل اور مانع ہے انہیں اوز

مِنْهُ وَيُقَالُ اَلْقَنَاعَةُ دَلِيْلُ الْاَمَانَةِ وَالْاَمَانَةُ

حق تعالیٰ کی نافرمانیوں کی نافرمانیوں میں خط سے شرمانا اور کہتے ہیں کہ قناعت دلیل امانت کی ہے

دَلِيْلُ الشُّكْرِ وَالشُّكْرُ دَلِيْلُ الزِّيَادَةِ وَالزِّيَادَةُ دَلِيْلُ

اور امانت دلیل شکر گذاری کی اور شکر گذاری علامت زیادہ ہونیکی ہے اور زیادہ ہونا

بَقَآءِ النِّعْمَةِ وَالْحَيَآءُ دَلِيْلُ الْخَيْرِ كُلِّهٖ ـ

نشانی بقائے نعمت کی ہے اور حیا نشانی تمام خوبیوں کی ہے۔

قَصِيْدَةٌ فِيْ مَدْحِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلَّمْ

يَا عَيْنَ فَيْضِ اللّٰهِ وَالْعِرْفَانِ ۝ يَسْعٰى اِلَيْكَ الْخَلْقُ كَالظَّمْاٰنِ

اے خدا کے فیض اور عرفان کے چشمے ۝ لوگ تیری طرف پیاسے کی طرح دوڑے آتے ہیں

يَا بَحْرَ فَضْلِ الْمُنْعِمِ الْمَنَّانِ — تَهْوِي إِلَيْكَ الزُّمَرُ بِالْكِيزَانِ

اے منعم و منان کے فضل کے سمندر — لوگ کوزے لیے تیری طرف آرہے ہیں

يَا شَمْسَ مُلْكِ الْحُسْنِ وَالْإِحْسَانِ — نَوَّرْتَ وَجْهَ الْبَرِّ وَالْعُمْرَانِ

اے حسن و احسان کے ملک کے آفتاب — تو نے ویرانوں اور آبادیوں کا چہرہ روشن کر دیا

قَوْمٌ رَأَوْكَ وَأُمَّةٌ قَدْ أُخْبِرَتْ — مِنْ ذَالِكَ الْبَدْرِ الَّذِي أَضْنَانِي

ایک قوم نے تجھے آنکھ سے دیکھا اور ایک قوم نے — اس بدر کی خبریں سنیں جس نے مجھے اپنا دیوانہ بنا لیا ہے

يَبْكُونَ مِنْ ذِكْرِ الْجَمَالِ صَبَابَةً — وَتَأَلُّمًا مِنْ لَوْعَةِ الْهِجْرَانِ

اور آپ کے جمال کو یاد کر کے اشتیاق سے روتے ہیں — اور جدائی کی جلن سے دکھ اٹھا کر چلاتے ہیں)

وَأَرَى الْقُلُوبَ لَدَى الْحَنَاجِرِ كُرْبَةً — وَأَرَى الْغُرُوبَ تُسِيلُهَا الْعَيْنَانِ

میں دلوں کو (غم سے) گلوں تک اٹھے ہوئے دیکھتا ہوں اور آنسوؤں کے نالے بہتے ہوئے دیکھتا ہوں جو آنکھیں بہا رہی ہیں

يَا مَنْ غَدَا فِي نُورِهِ وَضِيَائِهِ — كَالنَّيِّرَيْنِ وَنَوَّرَ الْمَلَوَانِ

اے وہ جو اپنے نور اور روشنی میں — آفتاب و مہتاب کی مانند ہے جس سے رات اور دن روشن ہو گئے

يَا بَدْرَنَا يَا آيَةَ الرَّحْمٰنِ — أَهْدَى الْهُدَاةِ وَأَشْجَعَ الشُّجْعَانِ

اے ہمارے بدر اے رحمان کے نشان — سب ہادیوں سے بڑھ کر ہادی اور سب بہادروں سے بڑھ کر بہادر

إِنِّي أَرَى فِي وَجْهِكَ الْمُتَهَلِّلِ — شَانًا يَفُوقُ شَمَائِلَ الْإِنْسَانِ

میں تیرے درخشاں چہرے میں ایک ایسی شان دیکھتا ہوں — جو انسانی صفات سے بڑھ کر ہے

وَقَدِ اقْتَفَاكَ أُولُو النُّهَى وَلِصِدْقِهِمْ — وَدَعُوا تَذَكُّرَ مَعْهَدِ الْأَوْطَانِ

دانشمندوں نے تیری پیروی کی اور اپنے صدق کی — وجہ سے مالوف وطنوں کی یاد بھی ترک کر دی

قَدْ آثَرُوكَ وَفَارَقُوا أَحْبَابَهُمْ ۔۔۔ وَتَبَاعَدُوا مِنْ حَلْقَةِ الْإِخْوَانِ

انہوں نے تجھے مقدم کر لیا اور اپنے دوستوں کو چھوڑ دیا ۔۔۔ اور اپنے بھائیوں کے حلقہ سے دور ہو گئے

قَدْ وَدَّعُوا أَهْوَاءَهُمْ وَنُفُوسَهُمْ ۔۔۔ وَتَبَرَّءُوا مِنْ كُلِّ نَشْبٍ فَانِ

انہوں نے اپنی خواہشوں اور نفسوں کو چھوڑ دیا ۔۔۔ اور سب طرح کے فانی مالوں سے بیزار ہو گئے

ظَهَرَتْ عَلَيْهِمْ بَيِّنَاتُ رَسُولِهِمْ ۔۔۔ فَتَمَزَّقَ الْأَهْوَاءُ كَالْأَوْثَانِ

رسول کریم کی کھلی کھلی بینات ان پر ظاہر ہوئیں اسلئے انکی نفسانی خواہشیں بھی ان کے بتوں کی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو گئیں

فِي وَقْتِ تَزْوِيقِ اللَّيَالِي نُوِّرُوا ۔۔۔ وَاللّٰهُ نَجَّاهُمْ مِنَ الطُّوفَانِ

وہ راتوں کی تاریکی کے وقت منور کئے گئے ۔۔۔ اور خدا نے ان کو طوفان سے بچا لیا

قَدْ هَاضَهُمْ ظُلْمُ الْأُنَاسِ وَضَيْمُهُمْ ۔۔۔ فَتَثَبَّتُوا بِعِنَايَةِ الْمَنَّانِ

لوگوں کے ظلم و ستم نے ان کو چور چور کر دیا ۔۔۔ مگر وہ خدائے منان کی مہربانی سے ثابت قدم رہے

نَهَبَ اللِّئَامُ نُشُوبَهُمْ وَعَقَارَهُمْ ۔۔۔ فَتَهَلَّلُوا بِجَوَاهِرِ الْفُرْقَانِ

اوباشوں نے ان کے مال اور جائدادیں لوٹ لیں ۔۔۔ اور اسکے عوض فرقان کے موتی پا کر ان کے چہرے چمک اٹھے

كَسَحُوا بُيُوتَ نُفُوسِهِمْ وَتَبَادَرُوا ۔۔۔ لِتَمَتُّعِ الْإِيقَانِ وَالْإِيمَانِ

انہوں نے اپنے نفسوں کے گھر کو خوب صاف کیا ۔۔۔ اور یقین اور ایمان کی دولت لینے کو آگے بڑھے

قَامُوا بِإِقْدَامِ الرَّسُولِ بِغَزْوِهِمْ ۔۔۔ كَالْعَاشِقِ الشَّغِفِ فِي الْمَيْدَانِ

رسول کریم کی حمد آوری کے ساتھ میدان میں ۔۔۔ لڑائی پر یوں ڈٹ گئے جیسے کوئی عاشق ہوتا ہے

فَدَمُ الرِّجَالِ لِصِدْقِهِمْ فِي حُبِّهِمْ ۔۔۔ تَحْتَ السُّيُوفِ أُرِيقَ كَالْقُرْبَانِ

سو ان پہلوانوں کا خون محبت کی راہ میں ثابت قدمی کی وجہ سے قربانیوں کی طرح تلواروں کے نیچے بہایا گیا

جاءوك منهوبين كالعريان   فسترتهم بملاحف الايمان

وہ تیرے حضور لٹے ہوئے اور ننگے آئے   جس پر تو نے ایمان کی چادریں انکو پہنائیں

صادفتهم قوما كروث ذلة   فجعلتهم كسبيكة العقيان

تو نے گوبر کی طرح ان کو ایک ذلیل قوم پایا   اور سونے کی ڈلی کی طرح بنا دیا

حتى انثنى بر كمثل حديقة   عذب الموارد مثمر الاغصان

یہاں تک کہ عرب کا جنگل ایک باغ کی مانند ہو گیا   جس کے چشمے شیریں اور درختوں کی شاخیں پھلدار ہیں

عادت بلاد العرب نحو نضارة   بعد الوجى والمحل والخسران

عرب کی زمین ویرانی اور خشکی   اور تباہی کے بعد سرسبز ہو گئی

كان الحجاز مغازل الغزلان   فجعلتهم فانين في الرحمن

ملک حجاز زنان آہو چشم کے شیفتہ دلوں کی جولانگاہ بنا ہوا تھا مگر تو نے ان کو رحمٰن میں فانی بنا دیا

شيئان كان القوم عميا فيهما   حمو العقار وكثرة النسوان

وہ باتیں تھیں جن میں وہ اندھے ہو رہے تھے   شراب کا پینا اور عورتوں کی کثرت

اما النساء فحرمت انكاحها   زوجا له التحريم في القرآن

عورتوں کی نسبت تو یوں فیصلہ ہوا کہ ان خاوندوں سے انکا نکاح حرام کر دیا گیا جنکی حرمت قرآن میں آگئی

وجعلت دسكرة المدام مخربا   وازلت حانتها من البلدان

اور شراب خانوں کو تو نے ویران کر دیا   اور شراب کی دکانیں شہروں سے اٹھا دیں

كَمْ شَارِبٍ بِالرَّشْفِ دَنًّا طَافِحًا | جَعَلْتَهُ فِي الدِّيْنِ كَالنَّشْوَانِ

بہتیرے تھے جو خم کے خم پی جاتے تھے | جنہیں تو نے دین کے متوالے کر دیا

كَمْ مُحْدِثٍ مُسْتَنْطِقِ الْعِيْدَانِ | قَدْ صَارَ مِنْكَ مُحَدَّثَ الرَّحْمٰنِ

بہتیرے بدکردار تھے سارنگیوں سے باتیں کرتے تھے | جو تیری طفیل الہامات کے ہم کلام ہو گئے

كَمْ مُسْتَهَامٍ لِلرَّشُوْفِ تَعَشُّقًا | فَجَذَبْتَهُ جَذْبًا اِلَى الْفُرْقَانِ

بہتیرے تھے جو خوشبو دہن عورتوں کے عشق میں گرفتار تھے | تو انہیں فرقان کی طرف کھینچ لایا

اَحْيَيْتَ اَمْوَاتَ الْقُرُوْنِ بِجَلْوَةٍ | مَاذَا يُمَاثِلُكَ بِهٰذَا الشَّانِ

تو نے صدیوں کے مردوں کو ایک ہی جلوہ سے زندہ کر دیا | کون ہے جو اس شان میں تیرے جیسا ہے

تَرَكُوا الْغَبُوْقَ وَبَدَّلُوْا مِنْ ذَوْقِهٖ | ذَوْقَ الدُّعَاءِ بِلَيْلَةِ الْاَحْزَانِ

انہوں نے شام کی شراب چھوڑ دی اور اس کی | لذت کی بجائے راتوں میں دعا کی لذت حاصل کی

كَانُوْا بِرَنَّاتِ الْمَثَانِيْ قَبْلَهَا | قَدْ اُحْصِرُوْا فِيْ شُحِّهَا كَالْعَانِيْ

اس سے پہلے وہ دو تارہ ونگی سُروں کی محبت میں | قیدیوں کی طرح گرفتار تھے۔

قَدْ كَانَ مَرْتَعُهُمْ اَغَانِيَ دَائِمًا | طَوْرًا بِغِيْدٍ تَارَةً بِدِنَانِ

ہمیشہ انکی چراگاہ خوشی کا میدان راگ رنگ تھا | کبھی نازک اندام عورتوں کے اسیر اور کبھی مٹکے کے گرفتار

مَا كَانَ فِكْرٌ غَيْرَ فِكْرِ غَوَانٍ | اَوْ شُرْبِ رَاحٍ اَوْ خَيَالِ جِفَانِ

حسینہ عورتوں سے دل بستگی کے سوا اور کچھ فکر نہ تھی | یا شراب نوشی یا سامان خورد و نوش کا تصور تھا

كانوا كمشغوف الفساد بجهلهم ... راضين بالاوساخ والادران

بے وقوفی سے فساد کے ... تھے ... میل کچیل اور ناپاکی پر خوش تھے

عيبان كان شعارهم من جهلهم ... حمق الحمار ووثبة السرحان

جہالت سے دو عیب تو انکے شامل حال تھے ... آڑ گدھے کی سی اور حملہ بھیڑیئے کا

فطلعت يا شمس الهدى نصحًا لهم ... لتضيئهم من وجهك النوراني

اتنے میں اے آفتاب ہدایت انکی خیر خواہی کیلئے تو نے طلوع کیا۔ یا اپنے نورانی چہرہ سے انہیں منور کرے

أرسلت من رب كريم محسن ... في الفتنة الصماء والطغيان

تو خوفناک فتنے اور طغیان کے وقت ... خداوند کریم کی طرف سے بھیجا گیا۔

يا للفتى ما حسنه وجماله ... رياه يصبي القلب كالريحان

واہ کیا ہی خوش شکل اور خوبصورت جوان ہے ... جبکی خوشبو دل کو ریحان کی طرح شیفتہ کر لیتی ہے

وجه المهيمن ظاهر في وجهه ... وشئونه لمعت بهذا الشان

اس کے چہرہ سے خدا کا چہرہ نظر آتا ہے ... اور اسکی شان سے خدا کی شان نمایاں ہو گئی ہے

فلذا يحب ويستحق جماله ... شغفا به من زمرة الاخدان

اسی لئے وہ محبوب ہے اور اسکا جمال اس لائق ہے کہ تمام ... دوستوں کو چھوڑ کر اسی کے جمال سے وابستگی پیدا کی جائے

سمح كريم باذل خدن التقى ... خرق وفاق طوائف الفتيان

خوش خو کریم سخی عاشق تقوی ... کریم الطبع اور تمام اصحاب سے بڑھکر سخی

فَاقَ الوَرٰى بِكَمَالِهٖ وَجَمَالِهٖ ‏ ‏ ‏ وَجَلَالِهٖ وَجَنَانِهِ الرَّيَّانِ

اپنے کمال اور جمال اور جلال اور تازگی دل کے ‏ ‏ ‏ سبب سے تمام مخلوق سے بڑھا ہوا ہے

لَاشَكَّ اَنَّ مُحَمَّدًا خَيْرُ الوَرٰى ‏ ‏ ‏ رَيْقُ الكِرَامِ وَنُخْبَةُ الاَعْيَانِ

بے شک محمد صلی اللہ وسلم خیر الورٰی ‏ ‏ ‏ برگزیدہ کرام اور چیدہ اعیان ہیں

تَمَّتْ عَلَيْهِ صِفَاتُ كُلِّ مَزِيَّةٍ ‏ ‏ ‏ خُتِمَتْ بِهٖ نَعْمَاءُ كُلِّ زَمَانِ

ہر قسم کی فضیلت کی صفتیں آپکے وجود میں کمال کو پہنچی ہوئی ہیں۔ اور ہر زمانہ کی نعمتیں آپکی ذات پر ختم ہیں۔

وَاللّٰهِ اِنَّ مُحَمَّدًا كَرِدَافَةٍ ‏ ‏ ‏ وَبِهِ الوُصُولُ بِسُدَّةِ السُّلْطَانِ

اللہ کی قسم آنحضرت شاہی دربار کے سب سے اعلٰی افسر کی طرح ہیں اور آپ ہی کے ذریعہ سے دربار سلطانی میں رسائی ہوتی ہے

هُوَ فَخْرُ كُلِّ مُطَهَّرٍ وَّمُقَدَّسٍ ‏ ‏ ‏ وَبِهٖ يُبَاهِي العَسْكَرُ الرُّوْحَانِي

آپ ہر مطہر اور تقدس کا فخر ہیں۔ ‏ ‏ ‏ اور روحانی لشکر کو آپ ہی کے وجود پر ناز ہے

هُوَ خَيْرُ كُلِّ مُقَرَّبٍ مُّتَقَدِّمٍ ‏ ‏ ‏ وَالفَضْلُ بِالخَيْرَاتِ لَا بِزَمَانِ

آپ ہر آگے بڑھنے والے مقرب سے افضل ہیں ‏ ‏ ‏ اور فضیلت کا مدار خوبیوں پر ہوتا ہے نہ کہ زمانہ پر

وَالطَّلُّ قَدْ يَبْدُو اَمَامَ الوَابِلِ ‏ ‏ ‏ فَالطَّلُّ طَلٌّ لَيْسَ كَالتَّهْتَانِ

اور ہلکا مینہ موسلا دھار بارش سے پہلے آتا ہے ‏ ‏ ‏ لیکن ہلکے مینہ اور جھڑی میں بڑا فرق ہے

بَطَلٌ وَّحِيْدٌ لَا تَطِيْشُ سِهَامُهٗ ‏ ‏ ‏ ذُوْ مُصْمِيَاتٍ مُّوْبِقُ الشَّيْطَانِ

آپ یگانہ پہلوان ہیں آپکے تیر کبھی خطا نہیں جاتے ‏ ‏ ‏ آپ نشانہ کی رو سے تیر مارنے کے مالک ہیں اور شیطان کے ہلاک کنندہ

مَوْجِنَۃٌ اِنِّی اَرٰی اَثْمَارَہٗ ‏ وَقُطُوْفُہٗ قَدْ ذُلِّلَتْ لِجَنَانِیْ

آپ ایک باغ ہیں میں دیکھتا ہوں کہ آپ کے پھل ‏ اور خوشے میرے دل کے قریب کئے گئے

اَلْفَیْتُہٗ بَحْرَ الْحَقَائِقِ وَالْھُدٰی ‏ وَرَاَیْتُہٗ کَالدُّرِّ فِی اللَّمَعَانِ

میں نے آپ کو حقائق اور ہدایت کا سمندر پایا ہے ‏ اور چمک میں موتیوں کی طرح پایا ہے

وَاللّٰہِ اِنِّیْ قَدْ رَاَیْتُ جَمَالَہٗ ‏ بِعُیُوْنِ جِسْمِیْ قَاعِدًا بِمَکَانِیْ

قسم بخدا میں نے آپ کا جمال ‏ دیدہ سر سے اپنے مکان میں بیٹھے دیکھا ہے

وَرَاَیْتُ فِیْ رَیْعَانِ عُمْرِیْ وَجْھَہٗ ‏ ثُمَّ النَّبِیُّ بِیَقْظَتِیْ لَاقَانِیْ

میں نے آغاز جوانی میں آپ کا چہرہ دیکھا ‏ پھر آنحضرت بیداری میں بھی مجھ سے ملے

یَارَبِّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّکَ دَائِمًا ‏ فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا وَبَعْثٍ ثَانِیْ

اے میرے رب اپنے اس نبی پر ہمیشہ درود بھیج ‏ اس دنیا میں بھی اور دوسرے بعث میں بھی

یَفْرِیْ سِھَامُکَ قَلْبَ کُلِّ مُحَارِبٍ ‏ وَیَشُجُّ عَزْمُکَ ھَامَۃَ الثُّعْبَانِ

تیرے تیر ہر جنگجو کے دل کو چھیدتے ہیں ‏ اور تیرا عزم اژدہاؤں کے سر کو کچلتا ہے

لِلّٰہِ دَرُّکَ یَا اِمَامَ الْعَالَمِ

آفریں تجھے اے امام جہان!

اَنْتَ السَّبُوْقُ وَسَیِّدُ الشُّجْعَانِ

تو سب سے بڑھا ہوا اور شجاعوں کا سردار ہے

ختم شد

کتب خانہ نشی عزیز الدین پبلشرز و تاجران کتب لاہور بازار کشمیری

ماہوار جریدہ

مولوی

ایڈیٹر ... عبدالحمید خان

فی پرچہ دو آنہ 2 ANNAS

چندہ سالانہ ONE RUPEE INDIA 1916

عجائب القصص

سب سے بڑی تاریخ اسلام اور سب سے بڑی قصص الانبیاء دو حصوں میں پہلے حصہ میں حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ تک و اصحاب کہف و اخدود و ذوالقرنین ۴۳۰ صفحات حصہ دوم میں سیدنا حضور رسول کریم کی بڑی مفصل سوانح حیات ۴۴۰ صفحات اور خلافت راشدہ حضرت امام حسین اور خلفائے بنی امیہ کے حالات کل ۸۴۰ صفحات مولوی سے دوگنی تقطیع کے ۸۴۰ صفحات کی مجلد کتاب اور قیمت اس زمانہ میں بھی صرف کاغذ کے داموں پانچ روپے محصول ڈاک ۱۲ کل ہوا چھ روپے

مینجر رسالہ مولوی عبدالحمید خان کوچہ چیلان دہلی

وما سمعت الله اقسم بحیاۃ احد غیرہ | یعنی اللہ تعالےٰ نے آپ کے سوا اور کسی کی حیات کی قسم نہیں کھائی

یہ شرف و کرامت بھی صرف ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے اور اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ اللہ پاک کے نزدیک تمام انبیا سے زیادہ محبوب و مکرم اور اشرف و معزز ہیں۔

(۱۵) آپ اپنے اصحاب کے لئے امان ہیں

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ سے پہلے جتنے نبی ہوتے ان کی امت میں ان کے حواری اور اصحاب ہوتے تھے جو ان انبیاء کے طریقہ اور ساتھ کی پیروی و اقتدا کرتے تھے پھر ان کے بعد ایسے لوگ پیدا ہوتے تھے کہ لوگوں سے ایسی باتیں جن پر خود عمل نہ کرتے اور ایسے کام کرتے جن کا ان کو حکم نہ دیا گیا تھا الخ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

مطلب یہ ہے کہ حضور سے پہلے جتنے نبی ہوئے ان کی لائی ہوئی شریعتیں اور تعلیمات ان کے زمانوں اور ان کے اصحاب کے زمانوں تک تو محفوظ رہیں ان کے بعد بدعات و تحریفات سے وہ شریعتیں گم یا مسخ ہو جاتی رہیں لیکن اس بات میں آپ کو تمام انبیا پر جو شرف حاصل ہے اس کے بارے میں آنحضرت صلعم کا خود ارشاد ہے

انا امان لاصحابی | میں اپنے اصحاب کے لئے امان ہوں

اس کی شرح بعض علما بدعت، بعض اختلاف اور بعض فتنوں سے کرتے ہیں یعنی حضور بدعت، اختلاف اور فتنوں سے امن رہنے کا سبب ہیں۔ آپ کی امت آپ کی شریعت کاملہ کی حقیقت نہ کھو سکے گی۔ بگڑے گی مگر بگڑ کر سدھر جائیگی اور نبیوں کی امتیں بگڑیں اور ایسی بگڑیں کہ پھر ابھر نہ سکیں مگر آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ امت بگڑ کر سدھر جائیگی اور گر کر ابھرے گی۔ بدعتوں کا بازار گرم ہوگا۔ اختلافات کا طوفان اٹھے گا اور فتنوں کا سیلاب آئیگا مگر تمام بدعتیں تمام اختلافات اور تمام فتنے اپنی موت آپ مر جائیں گے اور تعلیمات نبوی کا آفتاب ہمیشہ افق عالم پر ضیا گستر رہے گا اور اسی شریعت پر دنیا کا خاتمہ ہوگا۔

(۱۶) فیضان محمدی کی مثال

الله نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ کانہا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتہا یضیٓء ولو لم تمسسہ نار نور علیٰ نور یھدی اللہ لنورہ من یشاء ویضرب اللہ الامثال للناس واللہ بکل شیٓء علیم | اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا اس کے نور کی مثال مانند طاق کے ہے کہ اس میں چراغ ہو اور چراغ شیشے کی قندیل میں ہو۔ قندیل ایسی ہو گویا ایک تارا چمکتا ہے۔ روشن کیا جاتا ہے وہ چراغ درخت مبارک زیتون سے وہ نہ مشرق کی طرف ہے اور نہ مغرب کی طرف نزدیک ہے اس کا تیل روشن ہو جائے اگرچہ

اس کو آگ نہ لگے روشنی کے اوپر روشنی اللہ تعالےٰ اپنے نور سے جس کو چاہتا ہے راہ دکھاتا ہے اور اللہ لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

خدا آسمانوں اور زمین کا نور ہے

یعنی ہر ایک نور جو بلندی اور پستی اور روح و اجسام اور ظاہر و باطن میں نظر آتا ہے خواہ وہ ذاتی ہو یا عرضی اور خواہ ذہنی ہو یا خارجی خالق ارض و سماہی کا عطیہ ہے اور اسی کا فیضان ہے۔ یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ حضرت رب العالمین کا فیضان ہر چیز پر محیط ہے کوئی جگہ اور کوئی وجود اس کے فیض سے خالی اور محروم نہیں وہ تمام فیوض کا مبدا ہے اور تمام انوار کی علت ہے تمام رحمتوں کا سرچشمہ ہے تمام برکات کا مخزن ہے اللہ ہی ہے جس نے ہر چیز کو ظلمت عدم سے نکال کر وجود کی روشنی عطا کی کائنات ارضی و سماوی اپنی وجود ایسا نہیں جو ذات باری تعالےٰ سے مستفیض نہ ہو یہی فیضان عام ہے جس کو اللہ نور السموات والارض سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اس فیض عام کو بیان فرمانے کے بعد بغرض اظہار کیفیت فیضان خاص۔ نور حضرت خاص۔ نور حضرت خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال کو بیان فرمایا۔ نور محمدی کو مثال میں اسلئے بیان فرمایا کہ اس وقیقہ نازک کو سمجھنے میں کوئی ابہام اور دقت باقی نہ رہے۔ علم بیان و معانی کا اصول ہے کہ معانی معقولہ کو صورت محسوسہ میں بیان کرنے سے ہر ایک نہایت ہی دقیق امر کو بخوبی سمجھ جاتا ہے فرمایا کہ نبوت محمدی پر ایمان لانے والو اگر نور محمدی یعنی فیضان محمدی کے شرف و کمال کو سمجھنا ہے تو اس مثال سے سمجھو تاکہ تم اپنی زندگیوں اور عقائد و اعمال کی تاریکیوں کو دور کر کے اپنے آپ کو نور ایمان سے منور کر سکو۔

ایک طاق میں چراغ ہے

طاق سے مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک اور چراغ سے مراد نور الٰہی ہے۔ پھر فرمایا کہ چراغ ایک شیشہ کی قندیل میں ہے جو نہایت مصفیٰ ہے یعنی نہایت پاک و مقدس دل اپنی اصل فطرت میں مانند شفاف شیشہ کی طرح ہر قسم کی کدورتوں سے اور ہر نوع کی کثافتوں سے منزہ و مطہر ہے مطلب یہ کہ آپ کا سینہ صافی تعلقات ماسوی اللہ سے بکلی پاک ہے اس میں غیر اللہ کی محبت و خوف، عظمت و جلال کا مطلق گذر نہیں یہی وہ سینہ ہے جس سے دنیا میں علوم و معارف کے چشمے پھوٹ نکلے اور فکری و عملی گمراہیوں کے خس و خاشاک کو بہا لیجائیں گے ذہنی اور دلی امراض کا آپ قلع قمع کریں گے اور انسانوں کے دلوں کو صاف کر کے ان میں الا اللہ کے نقوش ثبت کر دیں گے۔

شیشہ کی صفائی یا سینہ نبوی کی آب و تاب کو فرمایا کہ گویا آسمانی ہدایت کا ایک روشن ستارہ ہے یعنی آپ کا دل ایسا منور اور درخشندہ ہے کہ اس کی اندرونی درخشندگی بیرونی قالب پر پانی کی طرح بہتی ہوئی نظر آتی ہے۔

چراغ زیتون کے روغن سے روشن کیا گیا ہے

فرمایا وہ چراغ زیتون کے شجرہ مبارکہ سے روشن کیا گیا ہے۔ شجرہ مبارکہ سے مراد وجود محمدی ہے جو تناسب اعضاء جامعیت و کمال اعتدال مزاج و اتمام کی برکتوں اور رونقوں کا مجموعہ ہے جس کا فیض کسی سمت کسی زمان اور کسی کے لئے مخصوص نہیں بلکہ اطراف دنیا تمام ملکوں اور تمام زمانوں کے لئے تمام اور جاری ہے جو دنیا میں تک کبھی منقطع نہ ہوگا آپ پر ایمان لانے والے اپنی بے بصیرتی کور ذوقی بدبختی اور محرومی سے پست و ذلیل ہو جائیں تو ہو جائیں مگر آپ کا اسوۂ حسنہ برابر افق عالم پر ضیاریز رہے گا اور مسلمانوں کو

ترقی وکامیابی اور فلاح ونجات کی طرف بلاتا رہے گا

آپ نے اپنی امت کو وہ شریعت عطا دی ہے جس کے عالم عقل کی تابناکی سے تمام شریعتیں ماند پڑ گئیں آپ ہی کی شریعت کا ملہ ہے جس نے زندگی کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کر دیا۔ انسانوں بیگانوں کے سامنے روحانی و مادی ترقی کے راہ عمل و قوانین رکھ دیے۔ آپ کی شریعت کی بنیاد نیکی اور عدل پر ہے آپ کی بعثت سے تمام روئے زمین کے لئے عام خیر و برکت کا دروازہ کھل گیا اور توراۃ کی پیشگوئی پوری ہوئی

اور یہ وہ برکت ہے جو موسیٰ مرد خدا نے اپنے مرنے سے پہلے بنی اسرائیل کو بخشی اور اس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشی شریعت ان کے لئے تھی۔ (استثنا باب ۳۳)

شجرۂ مبارکہ نہ شرقی ہے اور نہ غربی

یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیم میں نہ افراط ہے اور نہ تفریط پہلی تعلیمات اور شریعتوں سے امم سابقہ افراط و تفریط ہی کی وجہ سے محروم ہوئیں اور میدان ضلالت میں جا نکلیں۔ بنا بریں اس سے یہی مراد ہے کہ طینت پاک محمدی میں نہ افراط ہے نہ تفریط بلکہ بدرجہ کمال اعتدال و توسط ہے یہ جو فرمایا کہ اس شجرہ کے روغن سے چراغ وحی روشن کیا گیا ہے سو اس میں روغن سے مراد عقل لطیف ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جمیع اخلاق فاضلہ اور کمالات صوری و معنوی آپ کی عقل کے چشمۂ صافی سے پروردہ ہیں اس میں یہی اشارہ ہے کہ فیضان وحی لطائف محمدیہ کے مطابق ہو۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضور صلعم سے پہلے جتنے بھی نبی ہوئے ان پر ان کی فطرت کے مطابق وحی کا نزول ہوتا رہا جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مزاج میں جلال و غضب تھا اس لئے آپ پر شریعت بھی جلالی ہی نازل ہوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مزاج میں حلم و بردباری کا مادہ زیادہ تھا اس لئے آپ کی شریعت کا مرکزی نقطہ بھی حلم و نرمی قرار پایا۔ اس کے مقابلہ میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج میں تمام اوصاف و اخلاق کمال اعتدال و توازن کے ساتھ پائے جاتے تھے آپ کا مزاج بدرجہ غایت و ضبع استقامت پر تھا۔ نرمی کی جگہ نرمی سختی کی جگہ سختی عفو کی جگہ عفو انتقام کی جگہ انتقام رحمت کی جگہ رحمت اور غضب کی جگہ غضب غرض یہ کہ ہر ایک انداز پر آپ کی طبیعت موزوں و معتدل تھی اس لئے ارشاد فرمایا کہ چراغ وحی فرقان کو اس شجرہ مبارکہ سے روشن کیا گیا ہے کہ نہ شرقی ہے نہ غربی ہے یعنی قرآن طبیعت معتدلہ محمدیہ کے موافق نازل ہوا ہے جس میں نہ مزاج موسوی کی طرح سختی ہے اور نہ درشتی ہے اور نہ مزاج عیسوی کی مانند نرمی بلکہ یہ نبی رحمت و ہیبت و غضب اور لطف و قہر کا جامع ہے مظہر کمال اعتدال ہے اور جلال و جمال کا منبع ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر اسی اخلاق معتدلہ فاضلہ اور جمعیت عقل و وحی کو یوں بیان فرمایا ہے انک لعلیٰ خلق عظیم (ن) تو ایک خلق عظیم پر مخلوق ہے یعنی تو مکارم اخلاق کا متمم و مکمل نمونہ ہے کہ اس پر زیادت متصور نہیں آپ کو پورا پورا اخلاقی کمال حاصل ہو گیا۔

الیسا تیل جو بغیر آگ کے روشن ہو (۱) اور تیل ایسا صاف اور

لطیف کہ بے آگ لگائے ہی روشن ہونے کی خاصیت رکھتا ہو۔ میں نے آپ کی فکری و عملی اور ظاہری و باطنی قوتیں صلاحیتیں اور اخلاق فاضلہ بغیر وحی خود بخود ہی روشن ہونے اور عالم کو بقعۂ طور بنا دینے پر آمادہ تھے آپ کی عقل اور جذبات و احساسات نبوت ملنے سے پہلے ہی کمال موزونیت لطافت اور نورانیت رکھتے تھے یہاں ضروری اور مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلی زندگی کے متعلق تبرکاً کچھ واقعات و اخلاق ہدیۂ ناظرین کر دیے جائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و عادات لڑکپن ہی سے ایسے اعلیٰ اور بے نظیر تھے جو آپ کو دیکھتا گرویدہ ہو جاتا آپ تمام مکہ میں ممتاز و نمایاں تھے آپ قریش میں الامین مشہور تھے قریش کی محفلوں میں زیادہ تر لہو و لعب اور فسق و فجور ہوتا تھا مگر آپ کبھی کسی ایسی لغو محفل میں شریک نہیں ہوئے۔ قریش میں بڑے بڑے صاحب تجربہ کار اور صاحب دانش و بینش لوگ موجود تھے مگر بڑے بڑے سردار اہم واقعات میں آپ سے مشورہ لیتے تھے اور اپنے جھگڑوں میں آپ کو حکم بناتے تھے آپ جو حکم اور مشورہ دیتے بسر و چشم اس پر عمل کرتے تھے جس سے آپ کی دانشمندی کا کمال ظاہر ہوتا ہے۔

بت پرستی سے آپ کو طبعاً نفرت تھی آپ گھنٹوں اپنی قوم کی جہالت و حماقت اور گمراہی پر غور کرتے۔ افسوس کرتے کبھی پہاڑوں میں جا کر مظاہر قدرت پر غور کرتے توحید و بت پرستی کے مسئلہ میں غرق رہتے جب تھک جاتے تو گھر آکر سو جاتے

زید بن حارثہ فرماتے ہیں کہ ایک روز بعثت سے قبل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ وادی مکہ میں گیا وہاں آپ کی زید بن عمرو بن نفیل سے ملاقات ہوئی آپ ان سے بڑے اخلاق سے ملے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے زید! آپ کی قوم جس ضلالت و خباثت میں مبتلا ہے وہ آپ جانتے ہی ہیں آپ اس کا کچھ علاج نہیں سوچتے؟ زید نے کہا میں پہلے ہی اپنی قوم کی بت پرستی سے بیزار ہوں۔ دین حق کی تلاش میں شام اور عراق وغیرہ کا سفر کر چکا ہوں وہاں مجھ سے ایک معمر راہب عالم نے کہا کہ دین حق کا ایک بڑا علمبردار عنقریب مکہ سے ظاہر ہوگا اس کے ظہور کا ستارہ طلوع ہو چکا ہے میں اسی شوق و انتظار میں لوٹ آیا ہوں مگر یہاں حالات میں کوئی تغیر و انقلاب نہیں دیکھتا۔ حیران ہوں کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی اس کے بعد گفتگو ختم ہو گئی۔

اس سے ناظرین بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ صاف و شفاف تیل بے آگ روشن ہونے کے لئے کس طرح آمادہ تھا۔

نور فاضل ہے انور پہ

رسول اللہ کی مبارک زندگی میں نبوت ملنے سے پہلے ہی بہت سے نور جمع تھے نور عقل نور بصیرت اور نور اخلاق تمام اپنی اپنی تابانیاں دکھا رہے تھے اب نور علیٰ نور کا منظر دنیا کے سامنے آتا ہے زمینی نور آسمانی نور سے مل کر آفتاب ہدایت بنتا ہے عقل و بصیرت کی رہنمائی و دستگیری کے لئے آسمانی نور نمودار ہو جاتا ہے یعنی آپ منصب نبوت پر فائز ہوئے وحی الٰہی کا نزول شروع ہو گیا گمراہیاں اور ظلمتیں ختم ہونے لگیں آسمانی نور نے زمینی تاریکیوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالنے پر کمر باندھی اور وجود باجود خاتم الانبیاء کا مجمع الانوار بن گیا۔

نور وحی کے نزول کا فلسفہ یہی ہے کہ وہ نور پر ہی وارد ہوتا ہے تاریکی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

خزینۂ معرفت

المسمّٰی بہ

تذکرۂ عاشقِ ربانی شیرِ یزدانی رحمۃ اللہ علیہ

ہر زبردست اسکی سطوت کے مقابل زیر ہے
یہ کوئی شاید محمد کا بہادر شیر ہے

سوانح حیات پاکیزہ و حالات قدوۃ الواصلین شمس العاشقین عارفِ اکمل عالمِ باعمل مجسمہ ہدایت چشمہ ولایت غوث ربانی جنید زمانی شیر یزدانی محی الملت والدین حضرت مولینا مولوی قبلہ و کعبہ میاں شیر محمد صاحب نقشبندی مجددی شرقپوری اعلی اللہ مقامہٗ قدس سرہ العزیز

مؤلفہ

عالم لدنی واقف حقیقت ماہر طریقت یارِ غار حضرت مولینا و مرشدنا قبلہ میانصاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ المعروف بہ حضرت مولینا صوفی محمد ابراہیم صاحب قصوری نقشبندی مدظلہ العالی سلمہ اللہ تعالیٰ

ملنے کا پتہ

احقر غلام حسین شیش امام مسجد حاجی رانجھے خانصاحب قصور ضلع لاہور پنجاب

ربیع الاول ۱۳۵۰ھ

اشاعتِ نو

انجمن ارشاد المسلمین

۶۔بی۔ شاداب کالونی، حمید نظامی روڈ، لاہور

یعنی "اے محمدؐ میں اور تو اور تیرے سوا جو کچھ ہے۔ سب تیرے لئے پیدا کیا" پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا۔ کہ "یا اللہ"، "تو ہے اور میں نہیں"، اور میں نے تیرے سوا سب کچھ تیرے لئے ترک کر دیا"، شائد اسی خصوصیت کی طرف اشارہ ہے۔

شرح فتوحات مکی جلد اول صفحہ ۶۲۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین بن عربی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ پہلا کلمہ جو اس عالی مرتب قلم نے لکھا۔ اور اُس وقت دوسرا کوئی کلمہ نہیں لکھا تھا وہ یہ تھا، "اے محمدؐ یقیناً میرا ارادہ یہ ہے۔ کہ تمہاری خاطر عالم کو پیدا کروں جو تمہاری ملکیت ہوگا۔

سوال۔ حضرت محمد مصطفٰے احمد مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا افضل المخلوقات ہونے کی وجہ۔

شرح۔ حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکاشفہ قلبیہ کو بیان فرماتے ہوئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مخلوقات کا سردار ظاہر فرمایا ہے۔ ممکن ہے اِن نازک نکات عرفانی سے جو لوگ بیگانہ اور ناآشنا محض ہیں۔ وہ تعجب کریں۔ کہ کیونکر کروڑہا اور بیشمار مخلوقات میں سے صرف ایک ہی شخص اولین و آخرین کا سردار اور افضل المخلوقات ہو سکتا ہے۔

جواب۔ عادت اللہ، یا تم یونہی سمجھ لو۔ کہ اس کا قانون قدرت جو اس کی صفت وحدت کے مناسب حال ہے یہی ہے۔ کہ وہ بوجہ واحد ہونے کے اپنے افعال خالقیت میں رعائت وحدت کو دوست رکھتا ہے۔ جو کچھ اس نے پیدا کیا ہے۔ اگر اس سب کی طرف نظر غور سے دیکھیں، تو اُس ساری مخلوقات کو جو اس دستِ قدرت سے صادر ہوئی ہے۔ ایک ایسا سلسلہ وحدانی اور با ترتیب رشتہ میں منسلک پائیں گے کہ گویا وہ ایک خطِ ممتد حدود ہے جس کے دونو طرفوں میں سے ایک طرف ارتفاع (بلندی) اور دوسری طرف انخفاض یعنی (پستی)" اس طرح پر ہے انخفاض ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ارتفاع اس قدر بیان ہیں تو ایک موٹی سمجھ کا آدمی بھی اسکے ساتھ اتفاق رائے کر سکتا ہے۔ کہ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اور دائرہ انسانیت میں بہت سے متفاوت اور کم و بیش استعدادیں پائی جاتی ہیں۔ کہ اگر کمی بیشی کے لحاظ سے ان کو ایک باترتیب سلسلہ میں مرتب کریں۔ تو بلاشبہ اُس سے اِسی خط مستقیم ممتد محدود کی صورت نکل آئے گی۔ جو اوپر ثبت کیا گیا ہے۔ طرف ارتفاع کے اخیر کے نقطے پر استعداد کا انسان ہوگا۔ جو اپنی استعداد انسانی میں نوعِ انسان سے بڑھ کر ہے اور طرف انخفاض میں وہ ناقص الاستعداد روح ہوگی۔ جو اپنے غائت درجہ کے نقصان کی وجہ سے حیوانات لایعقل کے قریب قریب ہے۔ اور اگر سلسلہ جمادی کیطرف نظر ڈال کر دیکھیں۔ تو اُس قاعدہ کو اور بھی تائید پہنچتی ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے چھوٹے سے چھوٹے جسم سے لیکر جو ایک ذرہ ہے۔ ایک بڑے سے بڑے جسم تک جو آفتاب ہے۔ اپنی صفت خالقیت کو تمام کیا ہے۔ اور بلاشبہ خدا تعالیٰ نے اُس جمادی سلسلہ

میں آفتاب کو ایک عظیم الشان اور نافع اور ذی برکت وجود پیدا کیا ہے۔ کہ طرف ارتفاع میں اس کے برابر کوئی ایسا وجود نہیں ہے۔ سو اس سلسلہ کے ارتفاع اور انخفاض پر نظر ڈال کر جو ہر وقت ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ روحانی سلسلہ ہے۔ جو اُسی کے ہاتھ سے نکلا ہے۔ اور اُسی عادت اللہ پر ظہور پذیر ہؤا ہے۔ خود بلا تامل سمجھ میں آتا ہے۔ کہ وہ بھی بلا تفاوت اسی طرح واقعہ ہے۔ اور یہی ارتفاع اور انخفاض اس میں بھی موجود ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے کام یکرنگ اور یکساں ہیں۔ اس لئے کہ واحد ہے۔ اور اپنے اصدار و افعال میں وحدت کو دوست رکھتا ہے۔ پریشانی اور اختلاف اس کے کاموں میں راہ نہیں پا سکتا۔ اور خود یہ کیا ہی پیارا اور موزون طریق معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کے کام باقاعدہ اور ایک ترتیب سے مرتب اور ایک سلک میں منسلک ہوں۔ اب جبکہ ہم نے ہر طرح سے ثبوت پا کر بلکہ بالبداہت دیکھ کر خدا تعالےٰ کے اس قانون قدرت کو مان لیا۔ کہ اس کے تمام کام کیا روحانی اور کیا جسمانی پریشان اور مختلف طور پر نہیں ہیں جن میں یونہی گڑبڑ پڑا ہؤا ہو۔ بلکہ ایک حکیمانہ ترتیب سے مرتب اور ایک ایسے باقاعدہ سلسلہ میں بند ہے۔ جو ایک ادنیٰ درجہ سے شروع ہو کر انتہائی درجہ تک پہنچتا ہے۔ اور یہی طریق وحدت اُسے محبوب بھی ہے۔ تو اس قانون قدرت کے ماننے سے ہمیں یہ بھی ماننا پڑا۔ کہ جیسے خدا تعالیٰ نے جمادی سلسلہ میں ایک ذرہ سے لیکر اس وجود اعظم تک یعنی آفتاب تک نوبت پہنچائی ہے۔ جو ظاہری کمالات کا جامعہ ہے جس سے بڑھکر اور کوئی جسم جمادی نہیں۔ ایسا ہی روحانی آفتاب بھی کوئی ضرور ہو گا جس کا وجود خط مستقیم مثالی میں ارتفاع کے اخیر نقطہ پر واقعہ ہو" اب تفتیش اس بات کی ہے کہ وہ کامل انسان جس کو روحانی آفتاب سے تعبیر کیا گیا ہے۔ وہ کون ہے اور اس کا کیا نام ہے؟ جس کا تصفیہ مجرد عقل سے ہو سکے۔ کیونکہ بجز خدا تعالیٰ کے یہ امتیاز کس کو حاصل ہے اور کون مجرد عقل سے ایسا کام کر سکتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کے کروڑہا اور بے شمار بندوں کو نظر کے سامنے رکھ کر اور ان کی روحانی طاقتوں اور قدرتوں کا موازنہ کر کے سب سے بڑے کو الگ کر کے دکھلا دے بلا شبہ عقلی طور پر کسی کو اس جگہ دم مارنے کی گنجائش نہیں ہے۔ ہاں ایسی بلند اور عمیق دریافت کے لئے کتب الہامی ذریعہ ہیں جن میں خدا تعالیٰ نے پیش از ظہور ہزارہا سال اس انسان کامل کا پتہ نشان بیان کر دیا ہے پس جس شخص کے دل کو خدا تعالیٰ اپنی توفیق خاص سے اس طرف ہدایت دیگا۔ کہ وہ الہام اور وحی پر ایمان لاوے۔ اور ان پیش گوئیوں پر غور کرے۔ جو بائیبل میں درج ہیں۔ تو ضرور اُسے ماننا پڑیگا۔ کہ وہ انسان کامل جو آفتاب روحانی ہے۔ جس سے نقطہ ارتفاع کا پورا ہؤا ہے۔ اور جو دیوار نبوت کی آخری اینٹ ہے وہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہے۔ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ اب بھی مکرر ظاہر کرتے ہیں۔ کہ انسان کامل بلا تشبیہ خدا تعالیٰ کی ذات کا نمونہ ہے۔ خدا تعالیٰ دوسرا خدا ہرگز پیدا نہیں کرتا

یہ بات اس کی صفت احدیت کے مخالف ہے۔ ہاں اپنی صفات کمالیہ کا نمونہ پیدا کرتا ہے۔ اور جس طرح ایک مصفی اور وسیع شیشہ میں صاحب روئت کی تمام و کمال شکل منعکس ہو جاتی ہے۔ ایسا ہی انسان کامل کے نمونہ میں الٰہی صفات عکسی طور پر آجاتے ہیں۔

ہم بیان کر چکے ہیں۔ کہ صاحب انتہائی کمال کا جس کا وجود سلسلہ خط خالقیت میں انتہائی نقطہ ارتفاع پر واقعہ ہے۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور ان کے مقابل پر وہ خسیس وجود جو انتہائی نقطہ انخفاض پر واقعہ ہے۔ اسی کو ہم لوگ شیطان سے تعبیر کرتے ہیں۔ اگرچہ بظاہر شیطان کا وجود مشہود و محسوس نہیں۔ لیکن اس سلسلہ مد خالقیت پر نظر ڈال کر اس قدر تو عقلی طور پر ضرور ماننا پڑتا ہے۔ کہ جیسے سلسلہ ارتفاع کے انتہائی نقطہ میں ایک وجود خیر مجسم ہے۔ جو دنیا میں خیر کی طرف ہادی ہو کر آیا۔ اسی طرح اس کے مقابل پر ذوالعقول میں انتہائی انخفاض میں ایک وجود شر انگیز بھی جو شر کی طرف جاذب ہو ضروری چاہیئے۔ اسی وجہ سے ہر ایک انسان کے دل میں باطنی طور پر دونو وجودوں کا اثر عام طور پر پایا جاتا ہے۔ پاک وجود جو روح الحق اور نور بھی کہلاتا ہے۔ یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا پاک اثر بخدمات قدسی و توجہات باطنی ہر ایک دل کو خیر اور نیکی کیطرف بلاتا ہے۔ جس قدر کوئی اس سے محبت اور مناسبت پیدا کرتا ہے۔ اسی قدر وہ ایمانی قوت پاتا ہے۔ اور نورانیت اُس کے دل میں پھیلتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ اُس کے رنگ میں آجاتا ہے۔ اور ظلی طور پر اُن سب کمالات کو پالیتا ہے۔ جو اس کو حاصل ہیں اور جو وجود شر انگیز ہے یعنی وجود شیطان جس کا مقام ذوالعقول کے قسم میں انتہائی نقطہ انخفاض میں واقعہ ہے۔ اس کا اثر ہر ایک دل کو جو اس سے کچھ نسبت رکھتا ہے۔ شر کیطرف کھینچتا ہے۔ جس قدر کوئی اس سے مناسبت پیدا کرتا ہے۔ اسی قدر بے ایمانی اور خباثت کے خیال اس کو سوجھتے ہیں۔ یہاں تک کہ جس کو مناسبت تام ہو جاتی ہے۔ وہ اُس کے رنگ اور روپ میں آکر پورا پورا شیطان ہو جاتا ہے اور ظلی طور اُن سب کمالات خباثت کو حاصل کر لیتا ہے۔ جو اصلی شیطان کو حاصل ہیں۔ اسی طرح اولیاء الرحمٰن اور اولیاء الشیطان اپنی اپنی مناسبت کی وجہ سے الگ الگ طرف کھینچے جاتے ہیں۔ اور وجود خیر مجسم جس کا نفسی نقطہ انتہائی درجہ کمال ارتفاع پر واقعہ ہے۔

یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا مقام معراج خارجی جو منتہائے مقام عروج (یعنی عرش رب العالمین ہے) بتلایا گیا ہے۔ یہ درحقیقت اس انتہائی درجہ کمال کا ارتفاع کیطرف اشارہ جو اس وجود باجود کو حاصل ہے۔ گویا جو کچھ اس وجود خیر مجسم کو عالم قضاء و قدر میں حاصل تھا۔ وہ عالم مثال میں مشہود و محسوس طور پر دکھایا گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ اُس نبی کریم ؐ کی شان رفیع کے بارہ میں فرماتا ہے

وَرَفَعَ بَعْضَھُمْ دَرَجٰتٍ۔ پس اس رفع درجات سے وہی انتہائی درجہ کا ارتفاع مراد جو ظاہری اور باطنی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔

اور یہ وجود باجود جو خیر مجسم ہے۔ مقربین کی سب قسموں سے اعلیٰ و کمال ہے۔

حقیقت کمالات قرب محمدیہ

نیز حضرت شیخ اکبر رحمتہ اللہ نے آیت "ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی" میں حقیقت کمالات قرب محمدیہ کا اشارہ فرمایا ہے۔ لہٰذا پہلے ہم اس آیت شریف کا ترجمہ کرتے ہیں۔ اور پھر اس کی تشریح ہوگی۔ ترجمہ "پھر نزدیک یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم اللہ تعالیٰ سے۔ پھر نیچے کی طرف اترا۔ یعنی مخلوق کی طرف تبلیغ احکام کے لئے نزول کیا۔ پس اس جہت سے کہ وہ اوپر کی طرف صعود کر کے انتہائی درجہ قرب تام کو پہنچا۔ اور اس میں اور حق میں کوئی حجاب نہ رہا"

اگر زیادہ دیکھنا ہو۔ تو شرح فتوحات مکیہ میں دیکھو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وہ پیشین گوئیاں ازروے بائیبل یہ ہیں

جن کی طرف حضرت شیخ اکبرؒ نے اشارہ کیا ہے

پیشگوئی ۱۔ بائیبل کتاب استثنا باب ۳۳ آئت ۱-۲۔ اور یہ وہ برکت جو موسیٰؑ مرد خدا نے اپنے مرنے سے آگے بنی اسرائیل کو بخشی (۲) اور اس نے کہا۔ کہ خداوند سینا سے آیا۔ اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا۔ اور اس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشی شریعت ان کے لئے تھی"

(مولف) اس کی تشریح "سینا سے آنے سے مراد موسیٰ علیہ السلام اور شعیر سے خداوند کے آنے سے مراد حضرت عیسےٰ علیہ السلام ہیں۔ باقی تمام پیش گوئی حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات کے بارے میں ہے۔ جو دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کے ساتھ فاران کے پہاڑ سے فاران والوں پر جلوہ گر ہوئے۔ آتشی شریعت سے مراد نورانی اور آسمانی شریعت ہے۔ کیونکہ موسےٰ علیہ السلام نے آگ میں سے خدا

بنتا"، اب بندہ کچھ اس کی تشریح درج کرتا ہے۔

اور اس تشریح سے مراد یہ ہے۔ کہ ناظرین کو معلوم ہو۔ کہ آپ کا یہ فرمانا۔ کہ" دین میں سعی کرو" اور اسلام کی حقیقت کو سمجھو۔ اس کی تشریح ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز اس آئت ذیل کی شرح یوں فرماتے ہیں یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ (یعنی اے ایمان والو۔ ایمان لاؤ اللہ پر اور رسول اُس کے پر) آپ فرماتے ہیں ایمان ثانی سے مراد یہ ہے۔ کہ مجازی ایمان سے گذر کر حقیقی ایمان حاصل کرو۔

حضرت شیخ اکبر محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ علیہ فتوحات مکیہ میں جو حقیقت اسلام تحریر فرماتے ہیں درج کی جاتی ہے۔ آپ لکھتے ہیں۔ کہ جب انسان بحالت سلوک الی اللہ ایسے مقام میں پہنچ جاتا ہے۔ کہ وہ جذبات ارضی اور خواہشات دنیہ سے پاک اور منزہ ہو جاتا ہے۔ اور اس پر ایک قسم کی محویت اور ربودگی طاری ہو جاتی ہے۔ اور ہر چیز میں اس کو نور الٰہی کا تجلی نظر آتا ہے ؎

بزیرِ پردۂ ہر ذرّہ پنہاں　　　جمالِ جاں فزائے روئے جاناں

سالک اس مقام میں عالم و مافیہا اور اپنی تمام حرکات و سکنات بلکہ اپنے وجود کے ہر ذرّہ کو اس نور میں گم دیکھتا ہے اور حقیقت اسلام کا چہرہ دکھائی دینے لگتا ہے۔ جس کی تفصیل بحوالہ قرآن کریم ہم سطور بالا اور آئندہ رموز کے سمجھنے کے لئے ذیل میں لکھ دیتے ہیں۔ تاکہ فتوحات مکیہ میں جہاں جہاں حقیقت اسلام کو رموز میں بیان کیا گیا ہے۔ ناظرین ان کو بسہولیت سمجھ سکیں۔

واضح ہو۔ کہ اسلام عربی لفظ ہے۔ جس کے معنی ہماری اردو زبان میں بطور پیشگی ایک چیز کا مول دینا اور کسی کو اپنا کام سونپنا اور طالب صلح ہونا اور کسی امر یا خصومت کو چھوڑ دینا۔

اور اصطلاحی معنی وہ ہیں۔ جن کا قرآن کریم کی اس آئت ذیل میں اشارہ ہے۔

آئت۔ بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْھَہٗ لِلّٰہِ وَھُوَ مُحْسِنٌ فَلَہٗٓ اَجْرُہٗ عِنْدَ رَبِّہٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ

یعنی مسلمان وہ ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے تمام وجود کو سونپ دے۔ یعنی اپنے تمام وجود کو اللہ تعالیٰ کے لئے اور اُس کے ارادوں کی پیروی کے لئے اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے وقف کرے۔ اور پھر نیک کاموں پر خدا تعالیٰ کے لئے قایم ہو جائے۔ اور اپنے وجود کی تمام عملی طاقتیں اُس کی راہ میں لگا دے مطلب یہ ہے۔ کہ اعتقادی اور عملی طور پر محض خدا تعالیٰ کا ہو جائے۔ اعتقادی طور پر اس طرح کہ اپنے تمام وجود کو درحقیقت ایک ایسی چیز سمجھ لے۔ جو خدا تعالیٰ کی شناخت اور اس کی اطاعت اور اس کے عشق اور محبت اور اس کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے بنائی گئی ہے۔ اور عملی طور پر اس طرح کہ خالصاً لِلّٰہ

حقیقی نیکیاں جو ہر ایک قوت کے متعلق اور ہر ایک خداداد توفیق سے وابستہ ہیں۔ بجالاوے۔ مگر ایسے ذوق شوق وحضور سے کہ گویا وہ اپنی فرمانبرداری کے آئینہ میں اپنے معبود حقیقی کے چہرہ کو دیکھ رہا ہے۔ پھر بقیہ ترجمہ آیت مذکورہ بالا کا یہ ہے۔ کہ جس کی اعتقادی وعملی صفائی ایسی محبت ذاتی پر مبنی ہو۔ اور ایسے طبعی جوش سے اعمال حسنہ اُس سے صادر ہوں۔ وہ وہی ہے جو عنداللہ مستحق اجر ہے۔ اور ایسے لوگوں پر نہ کچھ خوف ہے۔ اور نہ وہ کچھ غم رکھتے ہیں یعنی ایسے لوگوں کے لئے نجات نقد موجود ہے۔ کیونکہ جب انسان کو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر ایمان لاکر اس سے موافقت تامہ ہوگئی اور ارادہ اس کا خدا تعالیٰ کے ارادہ کے ہمرنگ ہوگیا۔ اور تمام لذت اس کی تابع فرمان الٰہی میں ٹھہر گئی۔ اور جمیع اعمال صالحہ نہ مشقت کی راہ سے بلکہ تلذذ اور احتظاظ کی کشش سے صادر ہونے لگیں۔ تو یہی وہ کیفیت ہے جس کو فلاح اور رستگاری سے موسوم کرنا چاہیئے۔ اور عالم آخرت میں جو کچھ نجات کے متعلق مشہود ومحسوس ہوگا۔ وہ درحقیقت اسی کیفیت راسخہ کے اظلال وآثار ہیں۔ جو اس جہان میں جسمانی طور پر ظاہر ہوجائیں گے۔ مطلب یہ ہے۔ کہ بہشتی زندگی اسی جہان سے شروع ہوجاتی ہے۔ اور جہنمی عذاب کی جڑھ بھی اسی جہان کی کورانہ زیست اور ناپاک زندگی ہے۔ اب آیت ممدوحہ بالا پر ایک غائت نظر ڈالنے سے ہر ایک سلیم العقل سمجھ سکتا ہے۔ کہ اسلام کی حقیقت تب کسی شخص میں متحقق ہوسکتی ہے۔ کہ جب اس کا وجود معہ اپنے تمام باطنی وظاہری قویٰ کے محض خدا تعالیٰ کے لئے اس کی راہ میں وقف ہوجاوے اور جو امانتیں اس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ملی ہیں۔ پھر اُس معطی حقیقی کو واپس دی جاویں۔ اور نہ صرف اعتقادی طور پر بلکہ عمل کے آئینہ میں بھی اپنے اسلام اور اس کی حقیقت کاملہ کی ساری شکل دکھلائی جاوے یعنی شخص مدعی اسلام یہ بات ثابت کردیوے۔ کہ اُس کے ہاتھ۔ پاؤں۔ دل اور دماغ اور اُس کی عقل اور اس کا فہم اور اس کا غضب اور رحم اور اس کا علم وحلم اور اس کی تمام روحانی اور جسمانی قوتیں اور اس کی عزت اور اس کا مال اور اس کا آرام اور سرور جو کچھ اس کے سر کے بالوں سے پاؤں کے ناخنوں تک باعتبار ظاہر و باطن کے ہے۔ یہاں تک کہ اس کی نیات اور اس کے دل کے خطرات اور اس کے نفس کے جذبات سب خدا تعالیٰ کے ایسے تابع ہوگئے ہیں۔ کہ جس طرح ایک شخص کے اعضاء اس کے تابع ہوتے ہیں۔ غرض یہ ثابت ہوجائے۔ کہ قدم صدق اس درجہ تک پہنچ گیا ہے۔ کہ جو کچھ اس کا ہے۔ وہ اس کا نہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ کا ہوگیا۔ اور تمام اعضاء اور قویٰ الٰہی خدمت میں ایسے لگ گئے ہیں۔ گویا وہ جوارح الحق ہیں۔ ؎

اسلام چیز کیا ہے۔ خدا کے لئے فنا	ترک رضائے خویش پئے مرضی خدا
جو مر گئے انہی کے نصیبوں میں ہے حیات	اس راہ میں زندگی نہیں ملتی بجز ممات

اس مرتبہ پر خدا تعالیٰ اپنی ذاتی محبت کا ایک افروختہ شعلہ جس کو دوسرے لفظوں میں رُوح کہتے ہیں۔ مومن کے دل پر نازل کرتا ہے۔ اور اس سے تمام تاریکیوں اور آلائشوں اور کمزوریوں کو دور کر دیتا ہے۔ اور اس کی رُوح کے پھونکنے کے ساتھ ہی وہ حُسن جو ادنیٰ مرتبہ پر تھا۔ کمال کو پہنچ جاتا ہے۔ اور ایک روحانی آب و تاب پیدا ہو جاتی ہے۔ اور کثیف زندگی کی کبودگی بکلّی دور ہو جاتی ہے۔ اور مومن اپنے اندر محسوس کر لیتا ہے کہ ایک نئی روح اس کے اندر داخل ہو گئی ہے۔ جو پہلے نہیں تھی۔ اُس رُوح کے ملنے سے ایک عجیب سکینت اور اطمینان مومن کو حاصل ہو جاتا ہے۔ اور محبت ذاتیہ الٰہیہ ایک فوارہ کی طرح جوش مارتی اور عبودیت کے پودہ کی آبپاشی کرتی ہے۔ اور وہ آگ جو پہلے ایک معمولی گرمی کی حد تک تھی۔ اس درجہ تک وہ تمام و کمال افروختہ ہو جاتی ہے۔ اور انسانی وجود کے تمام خس و خاشاک کو جلا کر الوہیت کا قبضہ اُس پر کر دیتی ہے۔ اور وہ آگ تمام اعضاء پر احاطہ کر لیتی ہے۔ تب اس لوہے کی مانند جو نہایت درجہ آگ میں تپایا جائے۔ یہاں تک کہ سُرخ ہو جائے۔ اور آگ کے رنگ پر ہو جائے۔ اُس مومن سے الوہیت کے آثار اور افعال ظاہر ہوتے ہیں۔ جیسا کہ لوہا بھی اس درجہ پر آگ کے آثار اور افعال ظاہر کرتا ہے مگر یہ نہیں۔ کہ وہ مومن خدا ہو گیا ہے۔ بلکہ محبت الٰہیہ کا کچھ ایسا ہی خاصہ ہے۔ جو ظاہر وجود کو اپنے رنگ میں لے آتی ہے۔ اور باطن میں عبودیت اور اُس کا ضعف موجود ہوتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جس کے متعلق حدیث قدسی میں استعارہ کے رنگ میں آیا ہے۔ کہ بی یسمع وبی یبصر وبی یمشی وبی یبطش الخ یعنی وہ اپنے روح سے نہیں۔ بلکہ خدا کے روح سے دیکھتا ہے۔ اور خدا کی روح سے سنتا اور خدا کی رُوح سے بولتا اور خدا کی رُوح سے چلتا۔ اور خدا کی رُوح سے دشمنوں پر حملہ کرتا ہے۔ کیونکہ وہ اس مرتبہ پر نیستی اور استہلاک کے مقام میں ہوتا ہے ۔؎

بی یسمع وبی یبصر بی یبطش وبی یمشی   سرّ لیست بسے غامض تدریہ و لا تفشی

یہی وہ مقام ہے جس کے متعلق خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا ہے مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی۔ یعنی تو نے نہیں چلایا۔ بلکہ خدا نے چلایا۔ جبکہ تو نے چلایا ؎

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ احمد است   دیدن او دیدن خالق شدہ است

یہی وہ مقام ہے جس کے متعلق حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے استعارۃً لکھا ہے۔ کہ گویا خدا خود عابد و خود معبود ہے۔

یہی وہ مقام ہے جس کے متعلق وہ لکھتے ہیں ؎

اَلرَّبُّ حَقٌّ وَالْعَبْدُ حَقٌّ   یَا لَیْتَ شِعْرِیْ مَنِ الْمُکَلَّفُ

اِنْ قُلْتَ عَبْدٌ فَذَاكَ مَیِّتٌ   اِنْ قُلْتَ رَبٌّ فَاَنّٰی یُکَلَّفُ

نعرۂ حیدر ہے سرفروشی حرکت پائندہ زن

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

پاکستان صادقیہ مشن کی اکیسویں پیشکش

حقیقت حدیث قرطاس یعنی

انبیاء کے تمام حرکات و سکنات رضائے الٰہی کا آئینہ اور حقیقت اسلام کا مظہر ہوتے ہیں

از قلم

سید المتکلمین جناب ابو البیان مولانا سید ظہور الحسن شاہ صاحب

شہر [illegible] وال بھوانہ ضلع جھنگ

[illegible] پاکستان صادقیہ مشن [illegible] ناشر ہیڈ آفس [illegible]

([illegible] کراچی)

ہدیہ دو آنے

نبی خطا کرسکتا ہے۔ کہ غلطیاں بھی صادر ہوتی ہے۔ الا ئمہ شیعوں کا عقیدہ اب عصمت انبیاء کیلیے
برقرار رہا اور اگر نبی کا قلم دوات مانگنا حکم خدا اور حرکت الہیہ تھا۔ تو اس کو پورا کیوں نہ کیا۔ جواب
آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نسبت صحابہ کا بلا شبہ یہ اعتقاد تھا۔ کہ آنجناب کا کوئی فعل
اور کوئی قول وحی الہی کی آمیزش سے خالی ہیں۔ گو وہ وحی مجمل ہو یا مفصل خفی ہو یا جلی۔ بین ہو
یا مشتبہ۔ یہاں تک کہ جو کچھ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خاص معاملات و مکالمات
خلوت وستر میں بیویوں سے تھے۔ یا جس قدر اکل اور شرب اور لباس کے متعلق اور معاشرت کی
کی ضروریات میں روزمرہ کے خانگی امور تھے۔ سب اس خیال سے احادیث میں داخل
کئے گئے ہیں۔ کہ وہ تمام کام اور کلام روح القدس کی روشنی سے ہیں چنانچہ ابوداؤد میں یہ حدیث
موجود ہے۔ عن عبد اللہ بن عمر قال کنت اکتب کل شیء اسمعہ من رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارید حفظہ فنھتنی قریش وقالوا اتکتب کل شیء تسمعہ
ورسول اللہ بشر یتکلم فی الغضب والرضا فامسکت عن الکتاب فذکرت
ذالک الی رسول اللہ قال فاومأ باصبعہ الی فیہ فقال اکتب فو الذی نفسی
بیدی لا یخرج عنہ الا حق۔ ابوداؤد جلد دوم ص۱۵۸

ترجمہ عبد اللہ بن عمر روایت کرتے ہیں کہ میں جو کچھ آنحضرتؐ سے سنتا تھا لکھ لیتا تھا۔
تاکہ میں اس کو حفظ کر لوں۔ پس بعض نے مجھ کو منع کیا۔ کہ ایسا مت کرو کیونکہ
رسول اللہ بشر ہیں کبھی غضب سے بھی کلام کرتے ہیں۔ تو میں یہ بات سن کر لکھنے سے
دستکش ہو گیا۔ اور اس بات کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس ذکر کیا۔ تو آپ نے فرمایا
کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے۔ کہ جو کچھ میرے منہ سے صادر ہوتا ہے۔ خواہ
وہ قول ہو یا ہاتھوں سے فعل ہو وہ سب خدا کی طرف سے ہے۔ اور حق ہے۔ اس حدیث سے
معلوم ہو گیا۔ دین اکمل کرنا خدا کا کام تھا۔ اور نبی کریم کا کاغذ قلم دوات مانگنا حرکت الہیہ اور
حکم خدا تھا۔ حضرت عبد اللہ کا عقیدہ تھا۔ کہ نبی ہر حال میں حق کہتا ہے بیمار ہو یا تندرست
اور نبی کریم کی طرف ہذیان کی نسبت کرنے والا بھی میرے خیال میں جانتا ہوگا۔ کہ نبی ہر حال حق
کہتا ہے۔ پر وہ کوئی اور ہی چیز تھی جو قلم دوات پیغمبر کو دینے نہ دیتی تھی۔ حق کی حمایت

انبیاء کے تمام حرکات و سکنات رضائے الٰہی کا آئینہ اور حقیقت اسلام کا نمونہ ہونے میں

سارے انبیاء علیہم السلام فنا فی اللہ ہوتے ہیں۔ ان کے تمام حرکات و سکنات خدا تعالیٰ کی رضامندی کا آئینہ اور حقیقت اسلام کا نمونہ ہوتے ہیں۔ اور وہ اسی لئے دنیا میں بھیجے جاتے ہیں کہ ان کی تعلیم سے حقیقت اسلام دنیا پر اس طرح واضح ہو جائے کہ جس سے ہر شخص اس کا مستحق ہو جائے تاکہ جس سے اس کا وجود مع اپنے تمام باطنی و ظاہری قویٰ کے محض خدا تعالیٰ کے لئے ہی وقف ہو جائے۔ اور جو امانتیں اس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ملی ہیں پھر اسی معطی حقیقی کو واپس کر دی جاویں۔ اور نہ صرف اعتقادی طور پر بلکہ عمل کے آئینہ میں بھی اپنے اسلام اور اس کی حقیقت کاملہ کی ساری شکل دکھلائی جائے۔ یعنی مدعی اسلام یہ بات ثابت کر دیوے کہ اس کے ہاتھ پاؤں دل و دماغ اس کی عقل اس کا فہم اس کا غضب اس کا رحم اس کا حلم اس کا علم اس کی تمام روحانی اور جسمانی قوتیں اس کی عزت اس کا مال اس کا آرام اس کا سرور جو کچھ اس کے سر کے بالوں سے پیروں کے ناخنوں تک باعتبار ظاہر و باطن کے ہے۔ یہاں تک کہ اس کے نیات اس کے دل کے خطرات اس کے نفس کے جذبات سب خدا تعالیٰ کے ایسے تابع ہو گئے ہیں۔ کہ جیسے ایک شخص کے اعضاء اس شخص کے تابع ہوتے ہیں۔ غرض یہ ثابت ہو جاوے کہ قدم صدق اس درجہ تک پہنچ گیا ہے۔ کہ جو کچھ اس کا ہے۔ وہ اس کا نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا ہو گیا ہے۔ کہ تمام اعضاء اور قویٰ الٰہی خدمت میں ایسے لگ گئے ہیں۔ گویا وہ جوارح الحق ہیں۔

اسلام چیز کیا ہے۔ خدا کے لئے فنا ؛ ترک رضائے خویش پئے مرضی خدا

جو مر گئے انہی کے نصیبوں میں ہے حیات ؛ اس راہ میں زندگی نہیں ملتی بجز ممات

اس مرتبہ پر خدا تعالیٰ اپنی ذاتی محبت کا ایک افروختہ شعلہ جس کو دوسرے لفظوں میں روح کہتے ہیں مومن کے دل پر نازل کرتا ہے۔ اور اس سے تمام تاریکیوں اور آلائشوں اور

کمزوریوں کو دور کر دیتا ہے۔ اور اس روح کے پہنچنے کے ساتھ ہی وہ حسن جو ادنی مرتبہ پر تھا بکمال کو پہنچ جاتا ہے۔ اور ایک روحانی آب و تاب پیدا ہو جاتی ہے۔ اور گندی زندگی بالکل دور ہو جاتی ہے۔ اور مومن اپنے اندر محسوس کر لیتا ہے کہ ایک نئی روح اس کے اندر داخل ہو گئی ہے۔ جو پہلے نہیں تھی۔ اس روح کے ملنے سے مومن کو ایک عجیب سکینت اور اطمینان پیدا ہو جاتا ہے۔ اور محبت ذاتیہ الہیہ ایک فوارہ کی طرح جوش مارتی ہے۔ اور عبودیت کے پودا کی آبپاشی کرتی ہے۔ اور وہ آگ جو پہلے ایک معمولی گرمی کی حد تک تھی۔ اس درجہ پر وہ تمام و کمال افروختہ ہو جاتی ہے۔ کہ انسانی وجود کے تمام خس و خاشاک کو جلا کر الوہیت کا قبضہ اس پر کرا دیتی ہے۔ اور وہ آگ تمام اعضاء پر احاطہ کر لیتی ہے تب اس لوہے کی مانند جو نہایت درجہ آگ میں تپایا جاتے یہاں تک کہ سرخ ہو جائے اور آگ کے رنگ پر ہو جائے۔ اسی طرح مومن سے الوہیت کے آثار اور افعال ظاہر ہوتے ہیں۔ جیسا کہ لوہا بھی اس درجہ پر آگ کے آثار اور افعال ظاہر کرتا ہے۔ مگر یہ نہیں کہ وہ مومن خدا ہو گیا ہے۔ بلکہ محبت الہیہ کا کچھ ایسا ہی خاصہ ہے جو اپنے رنگ میں ظاہر وجود کو لے آتی ہے۔ اور باطن میں عبودیت اور اس کا ضعف موجود ہوتا ہے یہی وہ مقام ہے جس کے بارے میں رسول کریم نے حدیث قدسی میں فرمایا۔ صحیح بخاری (ومنصب امامت مصنفہ محمد اسمٰعیل دہلوی اہل حدیث صفحہ) لا یزال یتقرب عبدی بالنوافل حتی احببتہ فاذا احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصر بہ و یدہ التی یبطش بہا و رجلہ التی یمشی بہا و ان سألنی لاعطینہ و لئن استعاذ بی لاعیذنہ۔ ترجمہ میرا بندہ نوافل کے ذریعہ قرب حاصل کرنے میں کمی نہیں کرتا۔ یہاں تک کہ میں اسے دوست بنا لیتا ہوں۔ جب وہ میرا دوست بن جاتا ہے۔ تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں۔ جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں۔ جن سے وہ دیکھتا ہے۔ اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ چھوتا ہے۔ اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔ اور جب وہ مجھ سے سوال کرتا ہے۔ میں پورا کرتا ہوں۔ اور جب وہ مجھ سے پناہ

جملہ حقوق محفوظ

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ

اسلام کی صحیح ترین عقلی و نقلی تعلیم

کتاب الاسلام

یعنی

مذہبی تعلیم

کا وہ نادر الوجود ذخیرہ جس کی نظیر آجتک کسی زبان میں موجود نہیں ہے

اور

جس کو متعدد علمائے کرام کی سعی بلیغ اور کثیر مطالعہ کے ساتھ

ابن غوث الاعظم

حضرت مولینا سید نذیر الحق صاحب قادری مدظلہ فیضہ

نے تالیف فرمایا

بعد اخذ حقوق اشاعت دائمی علماء کرام و سید صاحب موصوف خالد بن الحمید نے

دوسری بار بماہ جولائی سنہ ۱۹۳۳ء

عبد الحمید خان نے حمیدیہ پریس دہلی میں چھپوا کر شائع کیا

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ	تمہارا پروردگار وہ خدا ہے جس نے زمین و آسمان کو چھ دن میں پیدا کیا اور پھر اس نے عرش پر قرار پکڑا۔

اس کی تفسیر میں حضرت امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں۔

ان نقطع بکونہ تعالیٰ متعالیاً عن المکان والجھۃ ولا نخوض فی تاویل الآیۃ علی التفصیل بل نفوض علمھا الا اللہ	یہ تو قطعی طور پر ہے کہ اللہ تعالیٰ مکان اور جہت سے عالی ہے مگر ہم آیت کی تفصیل و تاویل نہیں کرتے بلکہ اس کا علم اور حقیقت خدا پر چھوڑتے ہیں۔

امام رازی کا یہی مذہب ہے اور آپ نے اسی پر اعتماد کیا ہے لیکن چونکہ اس مسئلہ میں سوائے تاویل کے چارہ نہیں اور یہ امر جائز ہے کہ عوام الناس کی تفہیم کے لئے کوئی عام فہم تاویل کی جائے اس سبب سے اس آیت کی تفسیر میں دو مذہب ہیں ایک تو وہی جو اوپر مذکور ہوا اور دوسرا مذہب امام صاحب نے یہ بتلایا ہے۔

قول ثانی اس میں یہ ہے کہ آیت کی تفصیل میں غور و خوض کرنا چاہئے اس میں بھی دو قول ہیں ایک تو وہ جو نقال علیہ الرحمۃ کا قول ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ عرش عربی زبان میں بادشاہی اور ملک کو کہتے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں کہ بادشاہ کا ملک خلل پذیر ہوگیا۔ یہ اس وقت کہتے ہیں کہ جب اس کی بادشاہی میں خلل آجائے۔ اور کبھی عرش سے مراد اس کا امر بادشاہی اور حکم ہوتا ہے اور کبھی تخت نشینی۔

(تفسیر کبیر ج ۴۔ صفحہ ۳۳۴)

لفظ "عرش" کی استعمال کی مختلف صورتیں بتلا کر امام صاحب لکھتے ہیں۔

انما المراد منھا تعریف المقصود علی سبیل الکنایۃ فکذا ھٰھنا یذکر الاستواء علی العرش والمراد نفاذ القدرۃ وجریان المشیئۃ	ان الفاظ سے مراد کنایہ کے پیرایہ میں مقصود کی تعریف ہے اسی طرح یہاں استوی علی العرش کو ذکر کیا گیا ہے جس سے مراد نفاذ قدرت اور ارادہ کا جاری ہونا ہے۔

غرض آیت مذکورہ میں استوی علی العرش کا لفظ بطور کنایہ کے استعمال کیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے زمین و آسمان پیدا کرکے اور اپنی تشبیہی صفات کا ظہور فرما کر تنزیہی صفات اختیار کرنے کے لئے مقام بلند اختیار کرلیا۔ یعنی تنزیہی صفات بھی ثابت کردیں اس میں جو دراء الوراء مقام

اور مخلوق کے قرب و جوار سے دور تر اور بلند تر مقام ہے اسی کو "عرش" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے جس کی واضح تر تشریح یہ ہے کہ جب تمام مخلوق پردہ عدم میں مستور تھی اور سوائے خدا کے کچھ نہ تھا تو خدا تعالیٰ دراز الورا مقام میں جس کا نام اصطلاح قرآنی میں "عرش" ہے اپنی تجلیات ظاہر کر رہا تھا پھر اس نے زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے پیدا کیا تو پھر اس نے اپنے تئیں مخفی کر لیا اور یہ چاہا کہ وہ ان مصنوعات کے ذریعہ پہچانا جائے۔ مختصر یہ کہ عرش کوئی مخلوق چیز نہیں صرف تنزہ و تجرد کے ورا الورا مرتبہ کا نام ہے۔ نیز قرآن شریف میں جہاں جہاں لفظ عرش استعمال ہوا ہے اس سے مراد خدا کی عظمت و جبروت تنزیہ و تقدیس اور بلندی و برتری ہے اس بناء پر اس کے معنی یہ ہوں گے کہ جب خدا تعالیٰ نے دنیا کو پیدا کر دیا اور اس کی تمام صفات ظہور میں آگئیں تو گویا اللہ تعالیٰ اپنے تخت ربوبیت پر پوری شان کیساتھ جلوہ گر ہو گیا۔ یعنی کوئی صفت صفات لازمۂ الوہیت ایسی نہ رہی جس کا ظہور نہ ہو چکا ہو پس گویا خدا تعالیٰ کا تخت پر بیٹھنا صفات خالقیت، ربوبیت، رحمانیت، اور رحیمیت کو دنیا پر نافذ کرنا اور ظہور میں لانا ہے۔ اسی کا نام عرش ہے۔

اب رہی یہ بات کہ اس کے تخت کو چار فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں اور قیامت میں آٹھ ہوں گے اس کا جواب یہ ہے کہ فرشتوں سے مراد خدا کی چار صفتیں ربوبیت، رحمانیت، رحیمیت اور مالک یوم الجزا ہونا ہے سو یہ چاروں صفات استعارہ کے رنگ میں چار فرشتے قرار دیئے گئے ہیں یا یہ کہ ان چار صفتوں پر چار فرشتے موکل ہیں جو دنیا پر ان صفات کو ظاہر کرتے ہیں اور قیامت کے روز چونکہ یہ بے پردہ ہوں گے لہذا ان کو آٹھ سے تعبیر کیا گیا۔

سوال۔ جب خدا تعالیٰ کی صفات ازلی و ابدی ہیں تو کیا زمین و آسمان کی پیدائش سے پہلے اسکی صفات کا ظہور نہ تھا، اگر تھا تو پھر ثم استوی علی العرش کے کوئی معنے نہیں رہتے اور اگر نہ تھا تو اس کی صفات ازلی و ابدی نہیں رہتی لہذا حقیقت حال بتلائیے۔

جواب۔ جب دنیا وغیرہ نہ تھی تب بھی عرش تھا تجلی اول کی نسبت قرآن میں ہے کان عرشہ علی الماء یعنی اس کا عرش پانی پر تھا۔ مگر یہ ایک مجہول الکنہ حقیقت ہے کہ پانی سے کیا مراد ہے تجلی دوئم کے متعلق ثم استوی علی العرش کے الفاظ ہیں مطلب یہ کہ زمین و آسمان کے پیدا کرنے سے پہلے وہ تخلیق عالم پر قادر تھا مگر بالفعل موجد اور مکون نہ تھا۔ اگرچہ اس کی صفات ازلی ہیں مگر جب مخلوق ہو تو خالق کو پہچانے اور محتاج ہو تو رازق کو شناخت کرے، جب اللہ تعالیٰ نے دنیا پیدا کر دی اور اس کی صفات کا ظہور ہو گیا تو گویا وہ تخت ربوبیت پر بیٹھ گیا اور لوازم الوہیت پوری شان کے ساتھ ظاہر ہو گئے پس ثم استویٰ علی العرش سے اس تجلی کی طرف اشارہ کیا ہے جو زمین و آسمان کی

کے آثار اس کے بدن پر ظاہر ہوں گے اور ایک کی روح کو دکھ ہوتا ہے اور جب جاگتا ہے تو دکھ کا اثر اس کے بدن پر ہوتا ہے اور ایک کو دوسرے کے حال سے اطلاع نہیں ہوتی۔ اس پر عالم برزخ کے عذاب و ثواب کا استدلال کرادو۔ ان تمام دلائل مذکورہ بالا سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی اصول کی رو سے جسم کی رفاقت روح کے ساتھ دائمی ہے گو موت کے بعد یہ فانی جسم روح سے الگ ہوجاتا ہے۔ مگر عالم برزخ میں مستعار طور پر ہر ایک روح کو کسی قدر اپنے اعمال کا مزا چکھنے کے لئے جسم ملتا ہے۔ وہ جسم اس جسم کی قسم میں سے نہیں ہوتا بلکہ ایک نور سے یا ایک تاریکی سے جیسا کہ اعمال کی صورت ہو جسم تیار ہوتا ہے۔ گویا اس عالم میں انسان کی عملی والتیں جسم کا کام دیتی ہیں۔ ایسا ہی خدا تعالیٰ کے کلام میں بار بار آیا ہے۔ اور بعض جسم نورانی اور بعض ظلماتی قرار دئے ہیں۔ جو اعمال کی روشنی یا اعمال کی ظلمت سے تیار ہوتے ہیں۔ اگرچہ یہ راز ایک دقیق راز ہے مگر غیر معقول نہیں ہے۔ انسان کامل اس کی زندگی میں ایک نورانی وجود اس کثیف جسم کے علاوہ پاسکتا ہے اور عالم مکاشفات میں اس کی بہت مثالیں ہیں جن کو عالم مکاشفات میں سے کچھ حصہ ملا ہے۔ وہ اس قسم کے جسم کو جو اعمال سے تیار ہوتا ہے تعجب اور استبعاد کی نگہ سے نہیں دیکھتے۔

غرض یہ جو اعمال کی کیفیت سے بنتا ہے یہی عالم برزخ میں نیک و بد کی جزا کا موجب ہوجاتا ہے۔ صاحب مکاشفہ کو عین بیداری میں مردوں سے ملاقات ہوتی ہے اور وہ فاسقوں اور گمراہی اختیار کرنے والوں کا جسم ایسا سیاہ دیکھتے ہیں کہ گویا وہ دھوئیں سے بنایا گیا ہے۔ بہرحال مرنے کے بعد ہر ایک کو جسم ملتا ہے خواہ نورانی ہو خواہ ظلماتی۔ خدا تعالیٰ نے امور آخرت کو مکلفوں کے دریافت کرنے اور پانے سے پردہ اور پوشیدہ رکھا ہے اور یہ بات خدا تعالیٰ کی کمال حکمت پر دال ہے۔ تاکہ مومن ایمان بالغیب کے ساتھ منکرین سے متمیز ہوجائیں (مراۃ الحقائق)

قبر کے عذاب و ثواب دکھائی نہ دینے کی وجہ قبر کا عذاب و ثواب یا آگ و سبزی نہ دنیا کی آگ کی قسم سے ہوتی ہے اور نہ دنیا کی کھیتی و سبزہ کی مانند ہے جو دیکھ کر معلوم ہوسکے۔ آگ کو دیکھنے والا دنیا کی ہم آگ یا سبزی کو دیکھ سکے۔ وہ تو آخرت کی آگ اور آخرت کی سبزی کی قسم سے ہوتی ہے وہ آگ دنیا کی آگ سے بہت تیز اور سخت ہے اور اس کو اہل دنیا معلوم نہیں کرسکتے بیشک اللہ تعالیٰ اہل قبر پر وہی مٹی اور پتھر جو اس کے اوپر اور نیچے ہوتے ہیں گرم کر دیتا ہے یہاں تک کہ دنیا کی حرارت سے وہ حرارت بہت سخت ہوتی ہے اور اگر اہل دنیا اس آگ کو چھوئیں

ایک لطیف اشارہ ہے کہ انسان کو کسی ضروری کام میں تاخیر کرنی چاہیئے اور ایک وقت کا کام دوسرے وقت پر نہ اٹھا رکھنا چاہیئے۔ لا تؤخر عمل الیوم الی غد۔ آج کا کام کل پہ نہ چھوڑو۔

پنجگانہ اوقات کے تعین کی وجہ

خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں نماز کے پنجگانہ اوقات کی خصوصیت کی فلاسفی اور حقیقت سمجھانے کے لیئے اوقات خمسہ کے اوصاف موثر کی طرف توجہ دلائی ہے ارشاد ہوتا ہے فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ۝ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ۝ یعنے شام صبح، پچھلے وقت اور دوپہر کو خدا کی یاد کا وقت ہے اور زمین و آسمان میں اسوقت خدا کی خوبیاں بیان کی جاتی ہیں۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ ان اوقات میں آسمان و زمین کے اندر تغیرات عظیمہ واقع ہوتے ہیں جنکی وجہ سے خدا تعالیٰ کی تسبیح و تحمید کا موقعہ آتا ہے اور ان تغیرات کا اثر انسان کے جسم و روح دونوں پر واقع ہوتا ہے الغرض پنجگانہ نمازیں کیا ہیں۔ انسان کے مختلف حالات کا فوٹو ہیں یعنی انسان کے حالات میں پانچ تغیر رونما ہوتے ہیں اور فطرت انسانی کے لیئے ان کا واقع ہونا ضروری ہے تفصیل ذیل میں درج ہے:۔

وجہ تعیین نماز ظہر

تم کو جب وقت اطلاع ملتی ہے کہ تیر کوئی مصیبت یا بلا آنے والی ہے مثلاً عدالت سے وارنٹ جاری ہونے والا ہے کوئی مالی خسارہ یا جانی نقصان ہونیوالا ہے تو تم فوراً پریشان حال ہو کر چاہتے ہو کہ کسی نہ کسی طرح یہ بلا سر سے ٹلجائے تو اچھا ہے۔ انسان کی یہ مصیبت کی حالت زوال کے مشابہ ہے کیونکہ اس سے خوشی کے زوال پر استدلال کیا جاتا ہے۔ آفتاب انتہار ترقی پہ پہنچ کر آہستہ آہستہ انحطاط کی طرف مائل ہونے لگتا ہے۔ دن کی ترقی ختم ہو کر کمزوری شروع ہو جاتی ہے اس لیئے اسوقت ظہر کی نماز مقرر کی گئی جب کا وقت زوال آفتاب سے شروع ہوتا ہے تاکہ جس کے قبضہ میں یہ زوال ہے اُس کی قدرت کو یاد کر کے اسی کیطرف توجہ کیجائے۔ آنحضرت نے زوال کی ساعت کے متعلق ارشاد فرمایا ہو کہ امیں آسمان کے دروازے کھلتے ہیں اسلیئے میں پسند کرتا ہوں

کہ اس وقت میرا عمل آسمان کیطرف صعود کرے۔ اس کے علاوہ اسوقت کے تغیر کا یہی مقتضا ہے کہ حق تعالیٰ کیطرف رجوع کیا جائے چنانچہ اُس تغیر کے آثار جو اسوقت جسم انسانی پر ظاہر ہوتے ہیں طبیبوں نے اپنی کتابوں بیان کئے ہیں مفرح القلوب شرح قانونچہ میں لکھا ہے کہ نوم بعد زوال کہ مسمی است قیلولہ لکونہ حائلا بین النوم و الصلوٰۃ محدث نسیان است یعنی دوپہر کے بعد سونا جسکو قیلولہ کہتے ہیں نسیان کا مرض پیدا کرتا ہے اور اس نیند کو حیلولہ اس لیئے کہتے ہیں کہ سونے والے اور نماز کے درمیان حائل ہوتی ہے۔ لہٰذا اس تغیر سے بچنے کے لیئے بھی بجائے سونے کے طاعت الٰہی میں مشغول رہنا مصلحت سے خالی نہیں ہے۔

وجہ تعیین نماز عصر

تمہاری حالت میں ایک اضطرابی تغیر تو اسوقت ہوتا ہے جب وارنٹ جاری ہونیکی تمکو اطلاع ملتی ہو وہ تو گویا زوال آفتاب کا وقت ہے۔ دوسرا تغیر تمہاری حالت میں اُسوقت ہوتا ہے جب مصیبت قریب الوقوع ہوتی ہے اور تم بذریعہ وارنٹ گرفتار ہوکر حاکم کے سامنے پیش کردیئے جاتے ہو اُسوقت خوف کی وجہ سے تمہارا خون خشک اور تسلی اطمینان کا نور تمہاری صورت سے رخصت ہونے لگتا ہے اس حالت کو اسوقت سے تشبیہ دی جاسکتی ہے جبکہ آفتاب کا نور کم ہوتا ہے اُس پر نظر جم سکتی ہے اور آفتاب نظر آنے لگتا ہے اور یہ خیال ہوتا ہے کہ آفتاب اب قریب غروب ہے۔ اس سے انسان کو اپنے کمالات کے زوال قریب پر استدلال کرنا چاہیئے۔ اس روحانی اضطراب کے مقابل نماز عصر مقرر ہوئی ہے تاکہ اس زوال کے مالک کی طرف دل سے توجہ کیجائے اور رحمتِ خداوندی کی طلب صادق ہوسکے۔ اسکے علاوہ اس وقت کی غفلت کا کوئی تدارک نہیں۔ اس وقت کی غفلت جسمانیت پر بہت ہی برا اثر ڈالتی ہے حکیم محمد ارزانی لکھتے ہیں کہ نوم آخر روز کہ مسمی است بہ فیلولہ باعث آفات کثیرہ است بہ ہلاکت می کشد۔ یعنی عصر کے وقت کی نیند جسکو عربی میں فیلولہ کہتے ہیں بہت بیماریاں پیدا کرتی ہے اور اکثر اس وقت کی نیند سے انسان ہلاک ہوجاتا ہے۔ لہٰذا اس کا یہی مقتضا ہے کہ بجائے خواب غفلت کے انسان عبادت الٰہی میں اس وقت مشغول ہو۔

وجہ تعیین نماز مغرب

تیسرا تغیر تمہاری حالت میں اُس وقت ہوتا ہے جب مصیبت سے رہائی پانے کی اُمید بالکل منقطع ہو جاتی ہے۔ فرد قرار داد جرم تمہارے نام لگ جاتی ہے۔ ثبوت کے گواہ تمہاری سزا کے لئے سُنا دیئے جاتے اور جرم ثابت ہو جاتا ہے اُس وقت تمہاری حالت بہت بیقراری کی ہوتی ہے، اوسان خطا ہو جاتے ہیں، تم اپنے کو قیدی سمجھنے لگتے ہو یہ حالت اُسوقت سے مشابہ ہے جبکہ آفتاب غروب ہو جاتا ہے، دن کی روشنی کی تمام ہوستاک اُمیدیں ختم ہو جاتی اور سزا کی تاریکی چھا جانے کا یقین ہو جاتا ہے۔ اس روحانی حالت کے مقابل نماز مغرب مقرر ہوئی ہے تاکہ اس طول امل کا معالجہ ہو اور رہائی کی کوئی سبیل ممکن ہو سکے۔

وجہ تعیین نماز عشا

چوتھا تغیر تمپر اسوقت آتا ہے جبکہ مصیبت تمپر وارد ہی ہو جاتی ہے اور بلا کی تاریکی تمپر احاطہ کر ہی لیتی ہے فرد قرار داد جرم اور ثبوتی شہادتوں کے سزا کا حکم تم کو سنا دیا جاتا ہے اور قید کے لئے ایک پولیس مین کے تم حوالے کر دیئے جاتے ہو اور جیل بھیجنے کے لئے تم روانہ کر دیئے جاتے ہو۔ یہ حالت اُس وقت سے مشابہ ہے جبکہ رات کی تاریکی آ جاتی ہے، ہر طرف اندھیرا چھا جاتا ہے، انسان چاروں طرف سے مصیبت میں گھر جاتا ہے، اس روحانی حالت کے مقابلہ پر نماز عشا مقرر ہوئی ہے تاکہ طاعت و عبادت کی برکت سے ان بلیات و مصائب سے رہائی ملنے کی اُمید ہو سکے۔ رات اور تاریکی کو مصائب کے ساتھ اور دن اور روشنیوں کو آرام و نجات کیساتھ ایک قدرتی مناسبت ہے۔

وجہ تعیین نماز فجر

پانچواں تغیر تمپر اسوقت آتا ہے جب تم ایک مدت کی قید کے بعد بیک چلنی کی رہائی مجرا کر کے جیل سے خلاص ہوتے ہو اور پھر اطمینان کے ساتھ خوشی و مسرت سے ہمکنار ہوتے ہو اس حالت کو اُسوقت سے مشابہ کہا جا سکتا ہے کہ مدت تک انسان مصیبت کی تاریکی میں بسر کر کے رات گذارتا ہے اور بالآخر خدا تعالیٰ کو اسپر رحم آ جاتا ہے تاریکی سے نجات ملتی ہے اور صبح نکل آتی ہے اور پھر وہی روشنی اپنی اصلی چمک کیساتھ ظاہر ہوتی ہے اس حالت روحانی کے مقابل فجر کی نماز مقرر ہوئی ہے۔ خدا تعالیٰ نے انسان کے

قال اللہ تعالیٰ

مَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیَجۡعَلَ عَلَیۡکُمۡ مِّنۡ حَرَجٍ وَّلٰکِنۡ یُّرِیۡدُ لِیُطَهِّرَکُمۡ الآیة

المصالح العقلیة للاحکام النقلیة

یعنی

احکام اسلام عقل کی نظر میں

کامل تین حصے

جس میں تمام شرعی احکام کی عقلی حکمتیں اور مصلحتیں احکام الٰہیہ کے اسرار و فلاسفی ظاہر کی گئی ہے اور ثابت کیا ہے کہ تمام احکام شریعت عین عقل کے مطابق ہیں۔ کتاب کی ترتیب فقہی ابواب پر رکھی گئی ہے

از حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ

ناشر

دار الاشاعت

مقابل مولوی مسافر خانہ کراچیؒ

(۴) نماز کے لئے وقت کا مقرر کرنا ضروری ہے کیونکہ وقت کے تعین سے انسانوں کے دلوں کو اس کی طرف توجہ رہتی ہے اور ان کو جمعیت رہتی ہے اور یہ جھگڑا نہیں رہتا کہ ہر شخص اپنی رائے پر چلے کیونکہ جس امر کی تعیین نہ ہو اس میں ہر شخص اپنی رائے کا دخل دینا چاہتا ہے خواہ اس میں اس کا نقصان ہی کیوں نہ ہو۔

(۵) اگر عبادات کے لئے اوقات معین نہ ہوتے تو اکثر لوگ تھوڑی سی نماز روزہ کو زیادہ خیال کرتے جو بالکل رائیگاں اور غیر مفید ہوتا۔ تعیین اوقات میں یہ بھی ایما ہے کہ اگر کوئی شخص ان اوقات کی پابندی سے آزاد رہنا چاہے اور ان کے ترک کرنے کے حیلے حوالے کرے تو اس کی گوشمالی ممکن ہو سکے۔

(۶) حکمت الٰہی کا اقتضا ہوا کہ انسان کو زمانہ کے ہر ایک محدود حصہ کے بعد نماز کی پابندی کا اور اس کے تعیین وقت کا حکم دیا جاوے تا کہ نماز سے قبل اس کا انتظار کرنا اور اس کے لیے تیار رہنا اور نماز کے بعد اس کے نور کا اثر اور اس کے رنگ کا باقی رہنا بمنزلہ نماز ہی کے ہو جائے اور غفلت کے اوقات میں خدا تعالیٰ کا ذکر مدنظر رہا کرے اور اس کے اطاعت میں دل متعلق رہے اس میں مسلمان کا حال اس گھوڑے کی طرح رہتا ہے جس کی اگاڑی پچھاڑی بندھی ہوتی ہے اور ایک دو دفعہ کودتا ہے اور پھر بے بس ہو کر رہ جاتا ہے اور نماز کی پابندی سے غفلت اور گناہوں کی سیاہی بھی دلوں کے اندر نہیں بیٹھتی۔

(۷) تقرر اوقات خمسہ میں پابندی اوقات کی طرف اور امور مہمہ میں تاخیر نہ کرنے کی طرف ایما ہے لاتؤخر عمل الیوم لغد یعنی آج کا کام کل پر نہ چھوڑو۔

وجہ تعیین اوقات پنجگانہ نماز خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں نماز کے پنجگانہ اوقات کی خصوصیت کی فلاسفی اور حقیقت سمجھنے کے لئے اوقات خمسہ کے اوصاف مؤثرہ کی طرف توجہ دلائی ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:۔ فسبحان اللہ حین تمسون وحین تصبحون ولہ الحمد فی السمٰوٰت والارض وعشیا وحین تظھرون ۔ ترجمہ:۔ خدا تعالیٰ کی یاد کا وقت ہے جب تم شام کرو اور جب صبح کرو اور اس کی خوبیاں بیان کی جاتی ہیں آسمانوں میں اور زمین میں اور پچھلے وقت اور دوپہر میں۔

عبارت قرآنی سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ ان اوقات میں زمین اور آسمان کے اندر تغیرات عظیمہ واقع ہوتے ہیں جن میں خدا تعالیٰ کے جدید تسبیح و تحمید کا موقع آتا ہے اور ان تغیرات کا اثر انسانی روح اور جسم دونوں پر واقع ہوتا ہے ہم الغرض پنجگانہ نمازیں کیا ہیں وہ تمہارے مختلف حالات کا فوٹو ہیں یعنی تمہاری زندگی کے لازم حال پانچ تغیر ہیں جو تم پر وارد ہوتے ہیں اور تمہاری فطرت کیلئے ان کا وارد ہونا ضرور ہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

وجہ تعیین نماز ظہر

(۱) پہلے جب کہ تم مطلع کئے جاتے ہو کہ تم پر ایک بلا آنے والی ہے۔ مثلاً جیسے تمہارے نام عدالت سے ایک وارنٹ جاری ہو یہ پہلی حالت ہے جس نے تمہاری تسلی اور خوش حالی میں خلل ڈالا۔ سو یہ حالت زوال کے وقت سے مشابہ ہے کیونکہ اس سے اپنی خوش حالی کے زوال کے مقدور ہونے پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔ اس کے مقابل پر نماز ظہر متعین ہوئی جس کا وقت زوال آفتاب سے شروع ہوتا ہے تاکہ جس کے قبضہ میں وہ زوال ہے اس کی قدرت کو یاد کر کے اس کی طرف توجہ کی جاوے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زوال کی ساعت کی نسبت فرمایا ہے کہ اس میں آسمان کے دروازے کھلتے ہیں اس لئے میں پسند کرتا ہوں کہ اس وقت میرا کوئی عمل آسمان کی طرف صعود کرے۔ نیز اس وقت کے تغیر کا بھی یہی مقتضا ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف توجہ کی جاوے چنانچہ اس تغیر کے آثار جو جسم انسانی پر ظاہر ہوتے ہیں طبیبوں نے اپنی طبی کتابوں میں بیان فرمائے ہیں۔ چنانچہ مفرح القلوب شرح قانونچہ میں لکھا ہے کہ نوم بعد زوال کہ مسمی است بہ حیلولہ لکونہ حائلاً بین النائم والصلوٰۃ محدث نسیان است۔ ترجمہ: یعنی دوپہر کے بعد نیند جس کو حیلولہ کہتے ہیں نسیان کا مرض پیدا کرتی ہے اور حیلولہ اس کو اس لئے کہتے ہیں کہ سونے والے اور نماز کے درمیان حائل ہو جاتی ہے سو اس تغیر سے بچنے کے لئے بھی بجائے نوم کے اشتغال بالطاعۃ مصلحت ہے۔

ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنے کی حکمت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں اذا اشتد الحر فابردوا بالظھر فان شدۃ الحر من فیح جھنم۔ ترجمہ: یعنی جب گرمی کی شدت ہو تو ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھا کرو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کا جوش ہے۔ اس سے یہ مطلب

تو یہ ہے کہ جیسے ازدواج و تزویج میں صریح مبارکباد قبول کرتے ہیں اس طرح اپنی اقارب عورتوں کے متعہ کے متعلق اس مبارکباد کو برداشت نہ کرسکیں۔ یہ تو عقلی دلیل تھی اور نقلی اوپر بیان ہوچکیں اور اور بھی لکھی جاتی ہیں۔ عن علی بن ابی طالب ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن متعۃ النساء۔ ترجمہ۔ یعنی علی مرتضیٰ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا عورتوں سے متعہ کرنا۔ ترمذی وغیرہ نے اس حدیث کی تصحیح کی۔ اور حرمت متعہ پر صحابہ کرامؓ کا اتفاق تھا۔ البتہ حضرت ابن عباس قدیم ملکی روایات اور عادت کے باعث چند روز مجوز رہے مگر جب ان کو شرعی حکم کی اطلاع پہنچی تو تجویز متعہ سے رجوع کیا اور متعہ کی حرمت تمام حنفیہ اور شافعیہ اور مالکیہ اور حنابلہ اور اہلحدیث اور صوفیہ کرام میں متفق علیہ ہے۔

مستورات اور مردوں کے لئے اسلامی پردہ کے وجوہ

پردہ کے متعلق اسلام نے مرد عورت کیلئے ایسے ایسے اصول بتائے ہیں۔ جن کی پابندی سے ان کی عفت و عزت پر حرف نہ آئے اور وہ بدی کے ارتکاب سے محفوظ اور مصئون رہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قل للمؤمنین یغضوا من ابصارہم ویحفظوا فروجہم ذلک ازکی لہم ان اللہ خبیر بما یصنعون وقل للمؤمنات یغضضن من ابصارہن ویحفظن فروجہن ولا یبدین زینتہن الا ما ظہر منہا ولیضربن بخمرہن علی جیوبہن الی قولہ تعالیٰ ولا یضربن بارجلہن لیعلم ما یخفین من زینتہن وتوبوا الی اللہ جمیعا ایہ المؤمنون لعلکم تفلحون۔ ولا تقربوا الزنا انہ کان فاحشۃ وساء سبیلا۔ ولیستعفف الذین لا یجدون نکاحا۔ ورہبانیۃ ابتدعوہا ما کتبناہا علیہم۔ الی قولہ تعالیٰ فما رعوہا حق رعایتہا۔ ترجمہ یعنی ایماندار مردوں کو کہدے کہ آنکھوں کو نامحرم عورتوں کے دیکھنے سے بچائے رکھیں یعنی ایسی عورتوں کو کھلے طور نہ دیکھیں جو شہوت کا محل ہوسکتی ہوں اور ایسے موقع پر نگاہ کو پست رکھیں اور اپنی ستر کی جگہ کو جس طرح ممکن ہو بچاویں و ایسا ہی کانوں کو نامحرموں سے بچاویں یعنی بیگانے کے گانے بجانے اور خوش الحانی کی آوازیں نہ سنیں انکے حسن کے قصے نہ سنیں جیسا دوسری نصوص میں ہے۔ یہ طریق

نظر اور دل کے پاک رہنے کے لئے عمدہ طریق ہے ایسا ہی ایماندار عورتوں کو کہدے کہ وہ بھی اپنی آنکھوں کو نامحرم مردوں کے دیکھنے سے بچائیں نیز ان کی پُرشہوت آوازیں نہ سنیں جیسا دوسری نصوص میں ہے، اپنے ستر کی جگہ کو پردہ میں رکھیں اور اپنے زینت کے اعضاء کو کسی غیر محرم پر نہ کھولیں اور اپنی اوڑھنی کو اسطرح سر پر لیں کہ گریبان سے ہو کر سر پر آجائے یعنی گریباں اور دونوں کان اور سر اور کنپٹیاں سب چادر کے پردہ میں رہیں اور اپنے پیروں کو زمین پر ناچنے والیوں کی طرح نہ ماریں یہ وہ تدبیر ہے کہ جس کی پابندی ٹھوکر سے بچا سکتی ہے، اور دوسرا طریق بچنے کے لئے یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرو اور اس سے دعا کرو تا کہ ٹھوکر سے بچاوے اور لغزشوں سے نجات دے ازنا کے قریب مت جاؤ یعنی ایسی تقریبوں سے دور رہو جن سے یہ خیال بھی دل میں پیدا ہو سکتا ہے اور ان راہوں کو اختیار نہ کرو جن سے اس گناہ کے وقوع کا اندیشہ ہو زنا کرنا نہایت درجہ کی بے حیائی ہے زنا کی راہ بہت بری ہے یعنی منزل مقصود سے روکتی ہے اور تمہاری آخروی منزل کیلئے سخت خطرناک ہے اور جس کو نکاح میسر نہ آوے چاہیئے کہ وہ اپنے تئیں دوسرے طریقوں سے بچاوے مثلاً روزہ رکھے یا کم کھاوے یا اپنی طاقتوں سے تن آزاد کام لے اور ان لوگوں نے یہ طریق بھی نکالے تھے کہ وہ ہمیشہ عمدہ نکاح وغیرہ سے دست بردار رہے یا خوجے (مخنث) بن گئے یا اور کسی طریق سے انہوں نے رہبانیت اختیار کی مگر ہم نے ان پر یہ حکم فرض نہیں کیا اور پھر وہ ان بدعتوں کو بھی پورے طور پر نباہ نہ سکے خدا تعالیٰ کے قول کے عموم میں یہ مضمون کہ ہمارا یہ حکم نہیں کہ لوگ خوجے بنیں۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ اگر خدا کا حکم ہوتا اور سب لوگ اس پر عمل کرتے ہوتے تو اس صورت میں بنی آدم کی قطع نسل ہو کر کبھی کا دنیا کا خاتمہ ہو چکتا اور نیز اگر اس طرح پر عفت حاصل کرنا ہو کہ عضو مردمی کو کاٹ دیا جاوے یہ در پردہ اس صانع پر اعتراض ہے جس نے وہ عضو بنایا اور نیز ثواب کا تمام مدار تو اس بات پر ہے کہ قوت موجود ہو اور پھر انسان خدا تعالیٰ کا خوف کر کے ممانعت کی جگہ اس قوت کے جذبات کا مقابلہ کرکے اور اجازت کی جگہ اس کے منافع سے

ہماری تعلیم

مقدس بانئ سلسلہ احمدیہ کی تعلیم کا خلاصہ

خود آپ کے اپنے الفاظ میں

ماخوذ از کتاب کشتئ نوح

مصنفہ

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی

بانئ سلسلہ احمدیہ

ہر ایک ناپاکی اور گناہ سے نفرت کرو۔ کیونکہ وہ پاک ہے۔ چاہیئے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی۔ اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا ۔

دنیا کی لعنتوں سے مت ڈرو

دُنیا کی لعنتوں سے مت ڈرو کہ وُہ دھوئیں کی طرح دیکھتے دیکھتے غائب ہو جاتی ہیں۔ اور وُہ دن کو رات نہیں کر سکتیں۔ بلکہ تم خُدا کی لعنت سے ڈرو جو آسمان سے نازل ہوتی اور جس پر پڑتی ہے اُس کی دونوں جہانوں میں بیخ کنی کر جاتی ہے۔ تم ریاکاری کے ساتھ اپنے تئیں بچا نہیں سکتے۔ کیونکہ وُہ خُدا جو تمہارا خُدا ہے اُس کی انسان کے پاتال تک نظر ہے۔ کیا تم اُس کو دھوکا دے سکتے ہو؟ پس تم سیدھے ہو جاؤ اور صاف ہو جاؤ اور پاک ہو جاؤ اور کھرے ہو جاؤ۔ اگر ایک ذرّہ تیرگی تم میں باقی ہے تو وُہ تمہاری ساری روشنی کو دُور کر دے گی۔ اور اگر تمہارے کسی پہلو میں تکبّر یا ریا ہے۔ یا خود پسندی ہے۔ یا کسل ہے۔ تو تم ایسی چیز نہیں ہو کہ جو قبول کے لائق ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تم صرف چند باتوں کو لے کر اپنے تئیں دھوکا دو کہ جو کچھ ہم نے کرنا تھا کر لیا ہے۔ کیونکہ خُدا چاہتا ہے کہ تمہاری ہستی پر پُورا پُورا انقلاب آوے۔ اور وُہ تم سے ایک موت مانگتا ہے جس کے بعد وُہ تمہیں زندہ کرے گا۔ سو تم آپس میں جلد صلح کرو اور اپنے بھائیوں کے گناہ بخشو۔ کیونکہ شریر ہے وُہ انسان کہ جو اپنے بھائی کے ساتھ صلح پر راضی نہیں۔ وُہ کاٹا جائے گا کیونکہ وُہ تفرقہ ڈالتا ہے۔ تم اپنی نفسانیت ہر ایک پہلو سے چھوڑ دو

کے طریقوں کو انتہا تک پہنچا دیتا ہے۔ سو وُہ کبھی خوش حالی کو نہیں پائے گا۔ یہاں تک کہ مرے گا۔ اے عزیزو! تم تھوڑے دنوں کے لئے دُنیا میں آئے ہو۔ اور وُہ بھی بہت کچھ گذر چکے۔ سو اپنے مولا کو ناراض مت کرو۔ ایک انسانی گورنمنٹ جو تم سے زبردست ہو۔ اگر تم سے ناراض ہو تو وُہ تمہیں تباہ کر سکتی ہے۔ پس تم سوچ لو کہ خدا تعالیٰ کی ناراضگی سے کیونکر تم بچ سکتے ہو؟ اگر تم خدا کی آنکھوں کے آگے متقی ٹھہر جاؤ تو تمہیں کوئی بھی تباہ نہیں کر سکتا اور وُہ خود تمہاری حفاظت کرے گا اور جو دشمن تمہاری جان کے درپے ہے تم پر قابو نہیں پائے گا۔ ورنہ تمہاری جان کا کوئی حافظ نہیں اور تم دشمنوں سے ڈر کر یا اور آفات میں مبتلا ہو کر بیقراری سے زندگی بسر کرو گے اور تمہاری عمر کے آخری دن بڑے غم و غصہ کے ساتھ گذریں گے۔ خدا اُن لوگوں کی پناہ ہو جاتا ہے۔ جو اُس کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ سو خُدا کی طرف آجاؤ۔ اور ہر ایک مخالفت اُس کی چھوڑ دو۔ اور اُس کے فرائض میں سُستی نہ کرو۔ اور اُس کے بندوں پر زبان سے یا ہاتھ سے ظلم مت کرو اور آسمانی قہر اور غضب سے ڈرتے رہو کہ یہی راہ نجات کی ہے ۔

اَے علمائے اسلام!

اے علمائے اسلام! میری تکذیب میں جلدی مت کرو کہ بہت اسرار ایسے ہوتے ہیں کہ انسان جلدی سے سمجھ نہیں سکتا۔ بات کو سُن کر اسی وقت

نوٹ ۲ - ربوہ سے شائع شدہ کتاب ہماری تعلیم کے تین صفحوں کا عکس - ان تین صفحوں ۶ اور دوسرے صفحہ ۳۷ سے مرزا احمد کی عبارت حذف کرا دی [illegible] مورخہ [illegible]

WHO IS NOT A MUSLIM ACCORDING TO THE HOLY QUR'AN?

By THE EDITOR
of The Muslim Digest, Durban, South Africa

AN OUTWARD ACT is nothing if unattended with a transformation of the heart. Almighty God sees one's heart and shall deal with him according to his state. Sin is a poison and therefore a Muslim should shun it. Disobedience to God is an abominable death and a Muslim should eschew it. He who when he prays is faint-hearted and does not consider God powerful over everything, except where He Himself has promised to the contrary, is not a true Muslim.

He who forsakes not lying and deceit is not a true Muslim. He who is involved in the greedy love of this world and does not even raise his eye to look to the next is not a true Muslim. He who does not in practice give a preference to matters of religion over his worldly affairs is not a true Muslim. He who does not repent of every evil and wickedness, such as drinking wine, gambling, looking with lust, dishonesty, bribery and every other iniquity, is not a true Muslim.

He who is not regular about his five daily prayers, is not a true Muslim. He who is not constantly supplicating before God and praying to Him with humbleness of heart is not a true Muslim. He who forsakes not the company of the wicked who cast their evil influence over him, is not a true Muslim.

* * *

HE WHO DOES NOT revere his parents, or does not obey them in that which is fair and not against the Holy Qur'an or does not care to serve them to his utmost, is not a true Muslim. He who is not kind and gentle towards his wife and her relatives is not a true Muslim. He who refuses his neighbour the least good in his power is not a true Muslim. He who forgives not the trespasses of others and harbours revenge is not a true Muslim.

The husband who is false to his wife and the wife who is false to her husband are not Muslims. Every fornicator, transgressor, drunkard, murderer, thief, gambler, usurper, wrong-doer, liar, forger, every dishonest person, everyone given to bribery, every accuser of his brother or sister is not a true Muslim. Every one who does not repent of his wicked deeds, and hates not the congregation of evil-doers, is not a true Muslim.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زیارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم بحالت بیداری

مصنف
محمد عبد المجید صدیقی
ایڈوکیٹ ھائی کورٹ لاھور

ناشر:۔ مرحبا پبلی کیشنز
امرت دھارا بلڈنگ۔ لاھور

درجہ مسلمانوں نے ان کی مشرکانہ رسومات کو اپنا لیا ہے حالانکہ مذہب اسلام میں اس قسم کی فروعات کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ مولانا عبید اللہؒ نومسلم تھے۔ والد کا نام گوٹی مل تھا۔ وطن پایل نزد لدھیانہ (مشرقی پنجاب۔ بھارت) تھا۔ ۱۳۶۳ھ میں وصال فرمایا۔ اس کتاب کے مطالعے سے بے شمار ہندو اور سکھ مسلمان ہوئے۔ جن میں مشہور لیڈر مولانا عبید اللہ سندھی دیوبندیؒ بھی شامل ہیں۔

(۹۵) خاتم الاولیاء شیخ الکل محی الدین ابن عربیؒ ۱۷ رمضان المبارک ۵۶۰ھ بروز پیر اندلس (اسپین) کے مشہور شہر "مرسیہ" میں پیدا ہوئے۔ آپ حاتم طائی کی نسل سے ہیں جو عرب ہی میں نہیں پوری دنیا میں اپنی سخاوت کے لئے مشہور ہے۔ ۵۹۸ھ م ۱۲۰۲ء میں اندلس سے ترک وطن کیا۔ شب جمعہ بعمر ۷۸ سال ۲۸ ربیع الآخر ۶۳۸ھ م ۱۲۴۰ء کو دمشق میں وصال فرمایا۔ اپنی مشہور تصنیف "فتوحات مکیہ" میں لکھتے ہیں کہ ایک بار ایام جوانی میں ایسا اتفاق ہوا کہ ایک معمر بزرگ فرشتہ صورت مجھ کو خواب میں دکھائی دیئے اور یہ بات ادا کر کے کہ کتنے روزے انوار سماوی کی پیشوائی کے لئے رکھنا سنت خاندان نبوت ہے۔ اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ میں اس سنت اہل بیعت کو بجا لاؤں۔ میں نے اس ہدایت کے مطابق چھ ماہ تک برابر مخفی طور پر روزوں کا اہتمام کیا۔ اس اثنا میں عجیب عجیب مکاشفات مجھ پر کھلے۔ بعض گزشتہ نبیوں سے ملاقاتیں ہوئیں۔ ایک مرتبہ عالم بیداری میں حضرت بانیٔ اسلام علیہ الوف الصلوٰۃ والسلام کو مع حضرت علی و حضرت حسین و حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دیکھا۔ غرض بزرگوں سے ملاقاتوں کا یہ سلسلہ بہت طویل ہے۔

یا اللہ جل جلالہ

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم و لا ہم یحزنون

حق فرید یا فرید

مقام فرید

اللہ محمد چار یار

حاجی خواجہ قطب فرید

از قلم حقیقت الرقم

صاحبزادہ حضرت علامہ محمد اقبال صدیقی کھرل

الناشران

صوفی فخر الدین صاحب فریدی ، فلک شیر صاحب صابری

اللہ لکل شئ قدیر

اس وظیفہ کی برکت سے علاوہ کشائش مال کے درازیٔ عمر اور نیک قیمتی و اقبال مندی حاصل ہو نیز جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوگا۔

یہ دس اوراد و وظائف راحت القلوب کی روایات سے ماخوذ ہیں جو نمونہ از تبرکات فرید یہ ہیں، اس کا یہ مطلب ہرگز نہ لیا جائے کہ حضرت باباجیؒ نے اس میدان میں بہت کم راہنمائی فرمائی ہے۔

ہرگز نہیں بلکہ آپ نے انسانی زندگی کے ہر موڑ اور ہر اہم کام میں سہولت و کامیابی کیلئے ورد و وظیفہ کی تعلیم دی اور خوبی یہ ہے کہ زیادہ قرآن کریم میں ہی اپنے تیئں محدود رکھا تا دنیا کو معلوم ہو کہ انسانوں کی کوئی ایسی ضرورت نہیں جو قرآن سے پوری نہ ہوتی ہو۔ آپ نے عملاً بتایا اور سمجھایا کہ قرآن انسانوں کو ولیوں کی طرح کر دیتا ہے اگر کوئی صوری یا معنوی اغراض نہ ہو اور درحقیقت حضرت باباجیؒ کی تمام تر عزت و حیات عزت و عظمت قرآن ہی کا صلہ ہے لاریب آسمان پر وہی لوگ عزت پائیں گے جو قرآن کو عزت دینگے کیونکہ ہر ایک خیر و خوبی اور حُسن و بھلائی کی کنجی قرآن کریم نے عطا کی ہے، حضرت باباجیؒ کی زندگی اسی لازوال حقیقت کو آشکار کرنے کا دوسرا نام ہے۔

فضائل ادعیہ

حضرت باباجی رحمۃ اللہ علیہ عرفان کی تمام منزلیں طے کرنے والے کامران عشاقِ الٰہی میں نمایاں حیثیت کے مالک ہیں، آپؒ سے پڑھ کر دعا کے فضائل اسکی پوری ماہیت و گہرائی کے ساتھ کون جانے اور بیان کرے گا۔ حضرت باباجیؒ ایک حدیث نبوی بیان

فرمایا کرتے کہ۔ لَیْسَ شَیْئٌ اَکْبَرُ عِنْدَ اللّٰہِ مِنَ الدُّعَاءِ کہ خدا کے حضور دعا سے بڑی کوئی چیز نہیں اسی طرح اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُسْلِمِیْنَ فِی الدُّعَاءِ کہ خداوند تعالیٰ مسلمانوں کو دعا کرنے کے وقت محبوب رکھتا ہے، اسی طرح حضرت باباجیؒ پوری معرفت کے ساتھ جانتے تھے کہ دعا کیا ہے، دعا زندہ اور قادر مطلق خدا کے ساتھ سچے عاشق وسالک کا زندہ تعلق و رابطہ ہے۔ دعا ہی کے ذریعہ سالک کو مقام محبوبی ملتا ہے اور ایسی شان مظہریت کہ جس میں پوری صفات الٰہیہ کا ظہور ہونے لگتا ہے، عاشق کے لب ہلتے ہیں تو کائنات میں تغیرات ہونے لگتے ہیں"

دعا کی ماہیت یہ ہے کہ ایک سعید بندہ اور اس کے رب کے درمیان تعلق مجاذبہ ہے یعنی پہلے خدا تعالیٰ کی رحمانیت بندہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے پھر بندہ کے صدق کے کششوں سے خدا تعالیٰ اس کے نزدیک ہو جاتا ہے اور دعا کی حالت میں وہ تعلق ایک خاص مقام پر پہنچ کر اپنے خواص طبعیہ پیدا کرتا ہے، سو جس وقت بندہ کسی سخت مشکل میں مبتلا ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف کامل یقین اور کامل امید اور کامل محبت اور کامل وفاداری اور کامل ہمت کے ساتھ جھکتا ہے اور نہایت درجہ کا بیدار ہو کر غفلت کے پردوں کو چیرتا ہوا فنا کے میدانوں میں آگے سے آگے نکل جاتا ہے، پھر آگے کیا دیکھتا ہے کہ بارگاہ الوہیت ہے اور اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں، تب اسکی روح اس کے آستانہ پر سر رکھ دیتی ہے اور قوت جذب جو اس کے اندر رکھی گئی ہے، وہ خدا تعالیٰ کی عنایات کو اپنی طرف کھینچتی ہے، تب اللہ جل شانہ، اس کام کے پورا کرنے کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس دعا کا اثر ان تمام مبادی اثرات پر ڈالتا ہے جن سے ایسے اسباب پیدا ہوتے ہیں جو اس مطلب کے حاصل کرنے کیلئے ضروری ہیں مثلاً اگر بارش کیلئے دعا ہے تو بعد استجابت دعا کے وہ اسباب طبعیہ جو بارش کیلئے ضروری ہوتے ہیں، اس دعا کے اثر سے پیدا کئے جاتے ہیں اور قحط کے لئے بد دعا ہے تو قادر مطلق مخالفانہ

اسباب کو پیدا کر دیتا ہے اسی لئے یہ بات ارباب کشف و کمال کے نزدیک بڑے بڑے تجارب سے ثابت ہو چکی ہے کہ کامل دعا میں ایک قوت تکوین پیدا ہو جاتی ہے یعنی باذنہ تعالیٰ وہ دعا عالم سفلی اور عالم علوی میں تصرف کرتی ہے اور عناصر اور اجرام فلکی اور انسانوں کے دلوں کو اس طرف لے آتی ہے جو طرف مؤید مطلوب ہے، خدا تعالیٰ کی پاک کتابوں میں اس کی نظریں کچھ کم نہیں ہیں بلکہ اعجاز کی بعض اقسام کی حقیقت بھی دراصل استجابت دعا ہی ہے اور جس قدر ہزاروں معجزات انبیاء سے ظہور میں آئے یا جو کہ اولیاء ان دنوں تک عجائب کرامات دکھلاتے رہے ان کا اصل اور منبع یہی دعا ہے اور اکثر دعاؤں کے اثر سے ہی طرح طرح کے خوارق قدرت قادر کا تماشہ دکھلا رہے ہیں"

حضرت باباجی رحمۃ اللہ نے قبولیت دعا کی شرائط بھی تفصیل سے گنوائی ہیں، راحت القلوب کے مطابق پہلی شرط تو یہ ہے کہ ہر دعا خداوند جل جلالہ، وعم نوالہ کے نام پاک سے شروع کی جائے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

كُلُّ اَمْرٍ ذِيْ بَالٍ لَمْ يُبْدَءْ فِيْهِ بِسْمِ اللّٰهِ فَهُوَ اَبْتَرُ

کہ جو اہم کام اللہ کے نام کے ساتھ شروع نہیں کیا گیا وہ بے برکت ہے یعنی بخیر و خوبی انجام نہیں پاتا۔

حضرت باباجیؒ نے جس انداز میں لمبی لمبی عبادات کے ساتھ دعائیں کی ہیں اس سے روشنی ملتی ہے کہ محض رسمی طور پر دعا کر لینا کوئی چیز نہیں جب تک قلب و روح پگھل کر دعا کو ایک خاص چمک نہ دے رہے ہوں اس لئے یہ مت خیال کرو کہ ہم ہر روز دعا کرتے ہیں اور تمام نماز دعا ہی ہے جو ہم پڑھتے ہیں کیونکہ وہ دعا جو معرفت کے بعد اور افضل کے ذریعہ سے پیدا ہوتی ہے وہ اور رنگ اور کیفیت رکھتی ہے وہ فنا کرنے والی چیز ہے، وہ گداز کرنے والی آگ ہے، وہ رحمت کو کھینچنے والی ایک مقناطیسی کشش

وہ موت ہے پر آخر کو زندہ کرتی ہے، وہ ایک تند سیل ہے پر آخر کو کشتی بن جاتی ہے، ہر ایک بگڑی ہوئی بات اس سے بن جاتی ہے اور ہر ایک زہر اس سے آخر تریاق ہو جاتا ہے،

ذرا غور تو کریں حضرت بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کے مشقت آمیز لمبے سفروں اور طویل عبادتوں کا، نماز معکوس کی صورت شدید ترین تکالیف اٹھا کر یا ایک موت جو خود وارد کر کے حضرت بابا جیؒ دعائیں کرتے پھر کیونکر آپ کی دعائیں کرامتوں اور خوارق کے رنگ میں ظاہر نہ ہوتیں۔

حضرت بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے جو عملی زندگی دنیا میں اپنائی اور جس خدا کا خارق خدا سے تعارف کرایا اسکی رحمتوں اور برکتوں کا کوئی انتہا نہیں آپ نے اپنے عقیدتمندوں کو خوب بتایا اور سمجھایا کہ خدا تعالیٰ بڑا کریم ہے، اس کی کریمی کا بڑا گہرا سمندر ہے جو کبھی ختم نہیں ہو سکتا اور جس کو تلاش کرنے والا کبھی محروم نہیں رہا اسلئے چاہیئے کہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر دعائیں مانگو اور اس کے فضل کو طلب کرو کیونکہ دعا مانگنا اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عین مطابق ہے مثلاً عام طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ جب بچہ روتا دھوتا ہے، اضطراب ظاہر کرتا ہے تو ماں کس قدر بے قرار ہو کر اس کو دودھ دیتی ہے الوہیت اور عبودیت میں اسی قسم کا ایک تعلق ہے جس کو ہر شخص سمجھ نہیں سکتا، جب انسان اللہ تعالیٰ کے دروازے پر گر پڑتا ہے اور نہایت عاجزی اور خشوع وخضوع کے ساتھ اس کے حضور اپنے حالات کو پیش کرتا ہے اور اس سے اپنی حاجات کو مانگتا ہے، تو الوہیت کا کرم جوش میں آتا ہے اور ایسے شخص پر رحم کیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کا دودھ بھی ایک گریہ کو چاہتا ہے اسلئے اس کے حضور رونے والی آنکھ پیش کرنی چاہیئے بہ کیفیت وحالت ہے جب قلب ودرد پر پوری طرح حادی اور متولی ہو جائے۔

تب ایک عاشق وسالک حضرت بابا جیؒ کے تبرکات فریدیہ دربارہ دعا اور اس کی تاثیرات کا عرفان حاصل کر سکتا ہے،